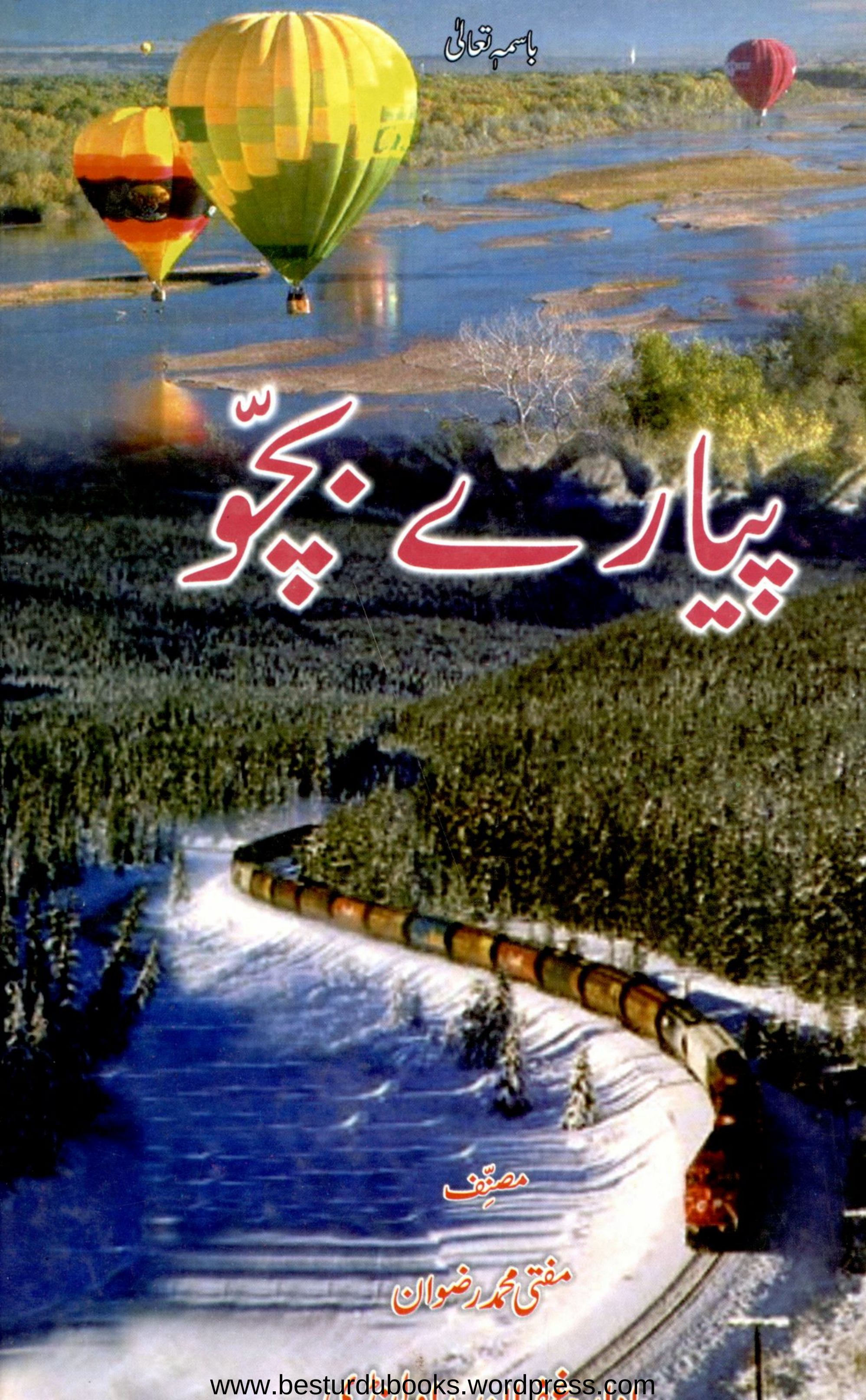


باسمہٖ تعالیٰ

پیارے بچّو

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

باسمہ تعالیٰ

پیارے بچّو

چھوٹے بچوں اور بچیوں کے لئے اسلامی باتیں، دلچسپ کہانیاں، مفید قصّے، سچّے
واقعات
بچپن کی زندگی گزارنے کے آداب اور کھیلنے کودنے کے اچھے طریقوں پر مشتمل مختلف
ومتفرق دلچسپ مضامین کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

نام کتاب: پیارے بچے

مؤلف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ربیع الاول ۱۴۳۰ھ = مارچ 2009ء

صفحات: ۳۲۰

طابع وناشر: کتب خانہ ادارہ غفران

قیمت: روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی، پاکستان۔	فون:051-5507270
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی	فون:051-5771798
ادارۂ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔	فون:042-7353255
مکتبہ قاسمیہ: الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار، لاہور۔	فون:042-7232536
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔	فون:021-2631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور	فون:o427228272
اداراشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	فون:061-4514929
مکتبہ سراجیہ: بالمقابل جامعہ مفتاح العلوم، چوک سٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا	فون048-3226559
ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد	فون: 051-2254111
مکتبہ العارفی: جامعہ امدادیہ اسلامیہ، گلشن امداد، احمد آباد، ستیانہ روڈ، فیصل آباد	فون:041-8715856
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد	فون:0992-340112
ادارۃ المعارف: احاطہ دارالعلوم کراچی	فون:021-5032020
مکتبۃ القرآن: دوکان نمبر 30، گورومندر علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی	فون:021-4856701
مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور	فون:091-2212535
مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد	فون:041-2601919
اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی	فون:051-4830451
مکتبہ صفدریہ: دکان نمبر 6، المدد پلازہ، مصریال روڈ، چوہڑ چوک، راولپنڈی	فون:051-5461469
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: فضل داد پلازہ، اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	فون:051-5553248
ادارہ تالیفات اشرفیہ: [illegible] ملتان	فون:061-4540513

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں کے لیے اس کتاب کی ضرورت

بچے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، ہماری زندگی کا سرمایہ ہیں، آنے والے وقت کی دنیا ہیں، آج اگر حکومت، سلطنت، تجارت، ملازمت، تعلیم، تدریس، اور دنیا کا کوئی بھی شعبہ ہماری زیرِ نگرانی زیرِ قیادت ہے تو کل آنے والے وقت میں یہ سب شعبے آج کے بچوں کی نگرانی، ذمہ داری اور تحویل میں ہوں گے...... آج کے بچے اگر دوسروں کے بچے ہیں تو کل آنے والے وقت میں وہ دوسروں کے ماں باپ ہوں گے...... آج کے بچے دراصل خام مال اور کچا پھل یا کچی فصل ہیں جو کل تیار ہو کر دنیا کے بازار میں آنے والے ہیں، آج جیسی فصل، جیسا مال اور پھل تیار ہوگا کل ویسا ہی بازار میں دستیاب ہوگا۔ اگر بچپن میں بچوں کی تعلیم اور تربیت اچھی ہوگئی تو ہمارا اور خود اُن کا آنے والا وقت بھی اچھا ہو جائے گا، ورنہ آنے والا وقت موجودہ وقت سے بُرا ہوگا۔

بچپن کے زمانے میں نظریات و اخلاق، درست کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے، بچپن کے درست کیے ہوئے نظریات و اخلاق ساری زندگی دنیا میں کام آتے ہیں اور آخرت میں بھی انسان کو بڑے عذاب سے بچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ [1]

اس زمانے میں بچوں کی اچھی تعلیم اور تربیت میں بہت کمزوری پائی جا رہی ہے، جس کی وجہ سے اس

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پہلے بزرگوں کے اخلاق اس لیے بھی درست ہوتے تھے کہ ان کو بچپن میں اخلاقی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں" (الافاضات الیومیہ ج ۱۰ ص ۲۸۶ ملفوظ نمبر ۱۸۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"اکثر لوگ بچپن میں تربیت کا اہتمام نہیں کرتے، یوں کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں حالانکہ بچپن ہی کی عادت پختہ ہو جاتی ہے، جیسی عادت ڈالی جاتی ہے وہ اخیر تک رہتی ہے اور یہی وقت ہے اخلاق کی درستگی کا اور خیالات کی پختگی کا۔ بچپن کا علم ایسا پختہ ہوتا ہے کہ کبھی نہیں نکلتا، الا ماشاء اللہ، چنانچہ بچہ شروع میں ماں باپ کی گود میں رہتا ہے اور انہیں کو ماں باپ سمجھتا ہے بعد میں اگر کوئی شک ڈالے (کہ یہ تمہارے باپ نہیں ہیں) خواہ کتنے ہی لوگ شک ڈالنے والے ہوں تو کبھی شک نہ ہوگا یہ ہے بچپن کے خیالات کی پختگی" (حسن العزیز حصہ ۳ ص ۱۷۷، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج ۱ "استاد اور شاگرد کے حقوق اور تعلیم و تربیت کے طریقے" ص ۱۲۰)

وقت جو نسل تیار ہو رہی ہے اس میں بہت ساری نظریاتی و اخلاقی اور عملی خامیاں اور کمزوریاں موجود ہیں، جن کا نقصان اور خمیازہ کل آنے والے وقت میں سامنے آنے والا ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ کل آنے والے وقت کے لئے آج ہی سے کام شروع کر دیا جائے، اور اس کچی اور خام فصل کو غذا و دواء دے کر اس کی ترقی کی راہ ہموار کی جائے، اور اس کو نقصان پہنچانے والے جراثیم سے بچایا جائے؛ اس کے لئے بچوں کی اچھی تعلیم کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔

اس لیے مدت سے تمنا اور خواہش تھی کہ بچوں کے لئے آسان اور عام فہم انداز میں اخلاقی و اصلاحی مضامین کا مجموعہ تیار ہونا چاہئے۔

ماہِ ذی الحجہ سنہ ۱۴۲۴ ہجری اور فروری ۲۰۰۴ء کو ادارہ غفران کی طرف سے ایک ماہنامہ ''التبلیغ'' کے نام سے شروع ہوا، جس میں مضامین کا ایک مستقل سلسلہ ''پیارے بچو!'' کے نام سے شروع کیا گیا؛ اور کچھ وجوہات کی بناء پر ایک عرصہ تک اس سلسلہ کے مضامین لکھنے کی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے توفیق ہوئی۔

ایک عرصہ کے بعد میں نے یہ کام اپنے چند رفقاء کے حوالے کر دیا، البتہ درمیان میں کبھی کبھی میں خود بھی کوئی مضمون لکھتا رہا، اور اس طرح میری طرف سے بچوں کے لئے لکھے گئے مضامین کی مقدار تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہوگئی۔

بعض احباب کی طرف سے بچوں کے اس سلسلہ کو پسند کرنے اور مفید ہونے اور بعد میں ان مضامین کی اشاعت کی خواہش ہوئی، جس کے بعد میں نے ان مضامین کی از سرِ نو نظرِ ثانی کی، اور ان میں کچھ اضافات بھی کیے، اور اسی کے ساتھ کچھ ضروری اور مفید مستقل مضامین کا بھی اضافہ کیا، اور حسنِ اتفاق کہ اضافی مضامین کا مجموعہ پہلے مضامین کے مقابلہ میں دوگنا زیادہ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اپنی بارگاہ میں اس کو قبول و منظور فرمائیں اور بچوں کے لئے اصلاح اور کامیابی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

محمد رضوان۔ ۲۷/ ربیع الاول/ ۱۴۳۰ھ بمطابق 25/ مارچ/ 2009، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی

اللہ میاں کون ہیں؟

پیارے بچو! آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ زمین کتنی بڑی ہے اس پر کتنے ملک اور کتنے شہر اور کتنے گھر اور کتنے پہاڑ اور کتنے جانور اور کتنے انسان آباد ہیں۔

طرح طرح کے آدمی اور طرح طرح کے جانور اس زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ نہ آدمیوں کی کوئی حد ہے۔ اور نہ جانوروں کا کوئی شمار۔

پھر زمین پر بڑے بڑے اور اونچے اونچے پہاڑ ہیں، جن کی اونچائی کی کوئی حد وحساب نہیں۔

پھر اس زمین پر ہزاروں بلکہ لاکھوں قسم کے درخت اور پودے ہیں، جن کی بناوٹ، انداز اور ان کی ہر چیز دوسرے سے مختلف ہے۔

پھر اس زمین پر دریاؤں اور سمندروں کے پانی کا ایک سلسلہ ہے۔

اور سمندروں کے اندر طرح طرح کے جانور ہیں۔

پھر آپ آسمان کی طرف دیکھیں، جو ہمارے سروں کے اوپر بغیر کسی ستون کے ٹھہرا ہوا ہے اور پھر سورج کو دیکھیں، جس کی وجہ سے پوری دنیا روشن ہوتی ہے، اگر یہ سورج نہ ہوتا تو ساری زمین ٹھنڈی ہو کر برف کا ایک گولہ بن جاتی اور انسانوں کی زندگی کا اس پر نام ونشان باقی نہ رہتا۔

اور اندھیری رات میں چمکنے والا اور آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والا چاند اور آسمان پر چمکنے والے ننھے منے چھوٹے چھوٹے لاکھوں ستاروں پر نظر ڈالیں؟

ذرا سوچیں! ان چیزوں کو بنانے اور پیدا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ ان کو بنانے اور پیدا کرنے والا کوئی چھوٹی موٹی طاقت کا مالک نہیں ہو سکتا بلکہ بہت بڑی طاقت والا ہی ہو سکتا ہے۔

پیارے بچو! ان سب چیزوں کو پیدا کرنے والا اکیلا ''اللہ'' ہے جو بہت بڑی طاقت کا مالک ہے، جس کی طاقت زمین، آسمان، چاند، سورج، سمندر، پہاڑ، ستارے سب سے بڑی اور سب سے زیادہ ہے۔

وہی اللہ ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے، اور بارش کے پانی کے ذریعے زمین پر طرح طرح کے درخت اُگاتا ہے، اور پھر ان درختوں پر پھل لگاتا ہے، اور طرح طرح کے پھل ہم کو کھانے کے لئے دیتا ہے، اور ہمارے لئے میٹھا میٹھا پانی پینے کے لئے پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح ہم جب بیمار ہوتے ہیں یا ہمارے اوپر کوئی مصیبت آتی ہے یا ہمیں کوئی پریشانی اور تکلیف پہنچتی ہے یا ہمیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو ہماری پریشانی اور تکلیف کو وہی دور کرتا ہے، اور ہماری ساری ضرورتوں کو وہی پورا کرتا ہے، اور ہماری بیماری کو وہی دور کرتا ہے۔

پیارے بچو! اگر اللہ میاں آسمان سے بارش نہ برسائیں، زمین سے درخت اور فصلیں نہ اُگائیں اور ہمارے کھانے کے لئے چیزیں پیدا نہ کریں۔ اور ہمارے پینے کے لئے میٹھے پانی کا انتظام نہ کریں اور ہماری بیماری دور نہ کریں اور ہمیں مصیبت اور تکلیف سے نہ بچائیں اور ہماری ضرورتوں کو پورا نہ کریں، تو کیا کوئی اور ہے جو یہ سارے کام کر سکے؟

ہرگز بھی نہیں

انسان کوشش کر سکتا ہے مگر جب تک اللہ کا حکم اور اجازت نہ ہو انسان کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی

اگر اللہ میاں ہمیں ہمارے گناہوں پر عذاب اور تکلیف دینا چاہیں تو کوئی ہمیں عذاب اور تکلیف سے نہیں بچا سکتا۔

اگر اللہ میاں ہم کو بھوکا رکھنا چاہیں تو کوئی ہمیں کھانے کو نہیں دے سکتا۔

اگر اللہ میاں ہمیں پیاسا رکھنا چاہیں تو کوئی ہمیں پانی نہیں دے سکتا۔

اگر اللہ میاں ہمیں عزت دینا چاہیں تو کوئی ذلت نہیں دے سکتا۔

اگر اللہ میاں ہمیں ذلیل کرنا چاہیں تو کوئی ہمیں عزت نہیں دے سکتا۔

اگر اللہ میاں ہمیں مارنا چاہیں تو کوئی ہمیں زندہ نہیں رکھ سکتا۔

اور اگر اللہ میاں ہمیں زندہ رکھنا چاہیں تو کوئی ہمیں مار نہیں سکتا۔

اگر اللہ میاں ہمیں بیمار رکھنا چاہیں تو کوئی اچھا نہیں کر سکتا۔

اس لیے پیارے بچو! ہمیں ہر حال میں اللہ میاں کو یاد رکھنا چاہیے اور اللہ میاں کا کہنا ماننا چاہیے اور اللہ میاں کی منع کی ہوئی چیزوں اور کاموں سے بچنا چاہیے اور ہمیں جب بھی کوئی مصیبت، پریشانی، تکلیف، بیماری وغیرہ پیش آئے تو اللہ میاں سے اُس کے دور ہونے کی دُعا کرنی چاہیے اور کوئی ضرورت پیش آئے تو اللہ میاں سے اُس کا سوال کرنا چاہیے۔

پیارے بچو! ہم سب مسلمان ہیں، اور دنیا میں مسلمانوں کے علاوہ بھی بہت سے لوگ آباد ہیں، جن کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔

پیارے بچو! مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں، اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ میاں کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کی جاسکتی، صرف اور صرف اللہ میاں ہی عبادت کے لائق ہیں، اور حضرت محمد ﷺ اللہ میاں کے سچے اور سب سے آخری نبی ہیں۔

پیارے بچو! یہی بات کلمہ طیبہ میں بتلائی جاتی ہے، اس کلمہ کو پڑھ کر انسان مسلمان ہوتا ہے، **کلمہ طیبہ یہ ہے:**

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس کلمہ کے معنیٰ یہ ہیں:

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

پیارے بچو! اللہ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس پوری زمین، آسمان، چاند، سورج، انسان، جانور سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے، کسی اور نے پیدا نہیں کیا۔

اور اللہ میاں نے اپنی باتیں بتلانے اور اپنی عبادت کے طریقے سکھلانے کے لئے بہت ہی اچھے اچھے اور پیارے پیارے بندے بھیجے ہیں، اور بہت سارے بندے آئے ہیں۔

ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ ہیں۔

اور اللہ میاں نے اس دنیا کو ایک وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا، تو یہ سب دنیا، زمین، آسمان، چاند، سورج اور سب انسان ختم ہو جائیں گے، اور قیامت آجائے گی۔

اب قیامت تک حضرت محمد ﷺ کے علاوہ اور کوئی اللہ کا رسول نہیں آئے گا، اس لئے قیامت تک سب انسانوں کو حضرت محمد ﷺ نے اللہ میاں کی جو جو باتیں بتلائی ہیں، ان سب کو ماننا ضروری ہے جو اللہ کو ایک نہیں مانتا، یا حضرت محمد ﷺ کی باتوں پر یقین نہیں کرتا، وہ مسلمان نہیں ہوتا، اور ایسے بہت سے لوگ دنیا میں رہتے ہیں۔

اور جو مسلمان نہیں ہوگا، اسے اللہ میاں مرنے کے بعد آگ میں ڈالیں گے، وہ آگ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔

اور جو مسلمان ہیں اگر وہ نیک اور اچھے کام کرتے ہیں، اور اللہ میاں کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے، وہ مرنے کے بعد بہت اچھی جگہ جائیں گے، جسے جنت کہتے ہیں۔

طاقت والا عظمت والا		میرا مولیٰ سب سے اعلیٰ
ہر اک نعمت دینے والا		سب سے اونچا سب سے اعلیٰ
تو ہے آقا تو ہے مولیٰ		طاقت والا عظمت والا

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......زمین، آسمان، چاند اور سورج کو کس نے پیدا کیا؟

(۲)......آسمان سے بارش کون برساتا ہے؟

(۳)......عزت اور ذلت کون دیتا ہے؟

(۴)......ہمیں ہر حال میں کس کو یاد رکھنا چاہئے؟

(۵)......ہمیں دعا کس سے کرنی چاہئے؟



اچھی اور بُری تقدیر

پیارے بچو! دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ میاں کے حکم سے ہوتا ہے، اللہ میاں کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب سب چیزوں کو اللہ میاں نے ہی پیدا کیا ہے، تو سب چیزیں اللہ میاں ہی کے تابع اور اللہ میاں ہی کی محتاج ہوئیں۔

سورج بھی اللہ میاں کی اجازت سے آتا ہے اور جاتا ہے، اور روشنی کرتا ہے...... چاند بھی اللہ میاں کی اجازت سے آتا اور جاتا ہے...... بارش بھی اللہ میاں کی اجازت سے ہوتی ہے...... بیماری بھی اللہ میاں کی اجازت سے آتی اور جاتی ہے...... مال اور دولت بھی اللہ میاں کی اجازت سے آتا اور جاتا ہے۔

انسان دنیا میں اللہ میاں کی اجازت سے آتا ہے، اور فوت بھی اللہ میاں کی اجازت سے ہوتا ہے۔

اللہ میاں جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں۔

یہ اور دوسرے سارے کام اللہ میاں کی اجازت اور اللہ میں کے حکم سے ہو رہے ہیں۔

اور ہمیں ان سب چیزوں کے اللہ میاں کی اجازت اور اللہ میاں کے حکم سے ہونے پر یقین رکھنا ضروری ہے، ان چیزوں پر یقین رکھے بغیر کوئی آدمی بھی مسلمان نہیں ہوتا۔

اور اچھا اور بُرا جو کچھ بھی ہوتا ہے سب کو اللہ میاں کی طرف سے ہونے پر یقین رکھنے کا نام اچھی اور بُری تقدیر پر یقین رکھنا کہلاتا ہے...... اور اچھی اور بُری قسمت پر یقین رکھنا بھی اسی کا دوسرا نام ہے

پیارے بچو! اللہ میاں کو ہر انسان کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کیا کرے گا، اور کیا نہیں کرے گا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، اور اللہ میاں کے علاوہ کسی دوسرے کو یہ بات معلوم نہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... دنیا میں سارے کام کس کے حکم اور کس کی اجازت سے ہوتے ہیں؟

(۲)...... سورج اور چاند کس کی اجازت سے آتے اور جاتے ہیں؟

(۳)...... بیماری کس کی اجازت سے آتی اور جاتی ہے؟

فرشتے کون ہیں؟

پیارے بچو! اللہ میاں نے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے، اور اللہ میاں نے سب چیزوں کو خود ہی پیدا کیا ہے، انسانوں کو بھی اللہ میاں نے پیدا کیا، اور جانوروں کو بھی، اور زمین کو بھی اور آسمان کو بھی، اور سورج کو بھی اور چاند کو بھی اور سمندر کو بھی اور پہاڑوں کو بھی اور درختوں کو بھی اور ہوا کو بھی اور آگ کو بھی، اور انسانوں کے علاوہ جنات کو بھی۔ ان سب چیزوں کو صرف اور صرف اللہ میاں نے ہی پیدا کیا ہے۔

اور یہ سب چیزیں اللہ میاں کی مخلوق کہلاتی ہیں، مخلوق کا مطلب ہے کہ جس کو اللہ نے پیدا کیا ہو۔

پیارے بچو! ان سب چیزوں کے علاوہ اللہ میاں نے ایک مخلوق اور بھی پیدا کی ہے، جو فرشتے کہلاتے ہیں۔

فرشتے بہت سارے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا، فرشتے آسمان میں بھی ہیں اور زمین میں بھی، ہوا میں بھی، اور سمندر اور پانی میں بھی، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں فرشتے نہ ہوں۔

ہر انسان کے ساتھ بھی فرشتے رہتے ہیں جو انسان کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور انسان کے سارے کاموں کو لکھتے بھی رہتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد قبر میں بھی انسان کے پاس سوال جواب کے لئے فرشتے آتے ہیں۔

پیارے بچو! فرشتوں کو اللہ میاں نے ایسی روشنی سے پیدا کیا ہے جو ''نور'' کہلاتی ہے، یہ اللہ میاں نے خاص ایسی روشنی بنائی ہے، جس کی بہت زیادہ طاقت ہے، اور وہ انسان کو نظر نہیں آتی۔

ان فرشتوں کے ذمے اللہ میاں نے بہت سے کام لگا دیئے ہیں۔ اور یہ فرشتے سارے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، کبھی بھی وہ اللہ کے بتائے ہوئے کام کے خلاف نہیں کرتے، بس اللہ میاں ان کو جو کام بھی کہتے ہیں، وہ اسی کام میں لگے رہتے ہیں، اور نور کی طاقت سے پیدا ہونے کی وجہ سے نہ انہیں نیند آتی ہے، اور نہ وہ کبھی کام کرنے سے تھکتے ہیں۔

پیارے بچو! فرشتے تو بہت سارے ہیں، جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور اللہ میاں نے ان کو الگ الگ

کاموں میں لگایا ہوا ہے،

مگر ان سب فرشتوں میں سے چار فرشتے بہت مشہور ہیں۔

ان میں سے ایک کا نام ''جبریل'' ہے، یہ اللہ میاں کی طرف سے نبیوں کے پاس وہ سب باتیں پہنچاتے ہیں جو اللہ میاں اپنے نبیوں کو بتانا چاہتے ہیں، آسمان سے اللہ میاں نے جو کتابیں نبیوں پر اتاری ہیں وہ بھی یہی جبریل فرشتے لے کر آئے ہیں، اور اللہ میاں کے جو آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہمارے کلمہ طیبہ میں ان کا نام بھی آتا ہے، اور ہم سب ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں۔

ان پر اللہ میاں نے اپنی آخری کتاب اتاری ہے جس کا نام قرآن مجید ہے، یہ بھی جبریل ہی اللہ میاں کے پاس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر اترے تھے۔

اور دوسرے مشہور فرشتے کا نام ''میکائیل'' ہے۔ ان کو اللہ میاں نے بارش برسانے اور انسانوں اور جانوروں سب تک روزی یعنی کھانا پینا پہنچانے کا کام لگایا ہے۔

اور تیسرے مشہور فرشتے کا نام ''عزرائیل'' ہے، اللہ میاں نے ان کے ذمہ یہ کام لگا رکھا ہے کہ جب بھی کسی انسان یا جانور کے مرنے کا وقت آتا ہے، تو اس کی جان یہ فرشتے نکالتے ہیں۔

اور چوتھے مشہور فرشتے کا نام ''اسرافیل'' ہے، ان کو اللہ میاں نے یہ کام ذمہ لگایا ہے کہ وہ اپنے منہ کے ساتھ بھینس کے سینگ کی طرح کی ایک خاص چیز لے کر کھڑے رہیں اور جب اللہ میاں ان کو کہیں تو وہ اس سینگ میں پھونک ماریں، جب یہ اس میں پھونک ماریں گے تو اس سے ایسی آواز نکل کر پوری دنیا میں پھیلے گی کہ جس سے سب مر جائیں گے اور کوئی انسان اور جانور بھی زندہ نہیں رہے گا...... اس کو قیامت کا آنا کہتے ہیں۔

پھر اللہ میاں دوبارہ ان کو اسی سینگ جیسی چیز میں پھونک مارنے کا کہیں گے، جب یہ دوبارہ اس چیز میں پھونک ماریں گے، تو سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

اور پھر اللہ میاں سب انسانوں سے ان کے کاموں کا حساب و کتاب لیں گے، اور اچھے کام کرنے والوں کو جنت میں بھیجیں گے، اور بُرے کام کرنے والوں کو جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔

پیارے بچو! قیامت آنے پر یہ ساری دنیا ختم ہو جائے گی اور ایک دوسری دنیا شروع ہو جائے گی جس کو آخرت کہا جاتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......فرشتہ کسے کہا جاتا ہے؟

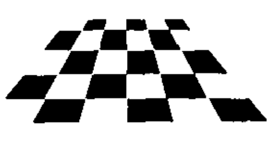
(۲)......فرشتے کس چیز سے بنے ہیں؟

(۳)......کیا فرشتے کبھی کام کرنے سے تھکتے ہیں؟

(۳)......چار مشہور فرشتوں کے نام بتلاؤ؟

(۳)...... میکائل فرشتے کے ذمہ اللہ میاں نے کیا کام لگایا ہے؟





آسمانی کتابیں اور قرآن مجید

پیارے بچو! اللہ میاں نے انسانوں کو جنت میں جانے والے کام اور جہنم کی آگ سے بچنے والے کام بتلانے کے لئے بہت سی کتابیں بھیجی ہیں، ان میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔

ایک کتاب کا نام تورات ہے، جو اللہ میاں نے اپنے نبی جن کا نام موسیٰ علیہ السلام تھا ان کے پاس بھیجی تھی۔

اور دوسری مشہور کتاب کا نام ''زبور'' ہے، جو اللہ میاں نے اپنے نبی، جن کا نام داؤد علیہ السلام تھا، ان کے پاس بھیجی تھی۔

اور تیسری مشہور کتاب کا نام ''انجیل'' ہے، جو اللہ میاں نے اپنے نبی، جن کا نام عیسیٰ علیہ السلام تھا، ان کے پاس بھیجی تھی۔

اور چوتھی اور سب سے آخری کتاب کا نام ''قرآن'' ہے، جو اللہ میاں نے اپنے سب سے آخری نبی جن کا نام ''محمد ﷺ'' ہے ان کے پاس بھیجی ہے۔

پیارے بچو! ساری کتابیں اللہ میاں نے اپنے اپنے وقت پر جنت میں جانے کا طریقہ بتلانے کے لئے بھیجی تھیں، مگر اب قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب صحیح حالت پر نہیں رہی، اور ان میں لوگوں نے اپنی طرف سے بہت سی غلط باتیں ملا دی ہیں۔

لیکن قرآن مجید اللہ میاں نے قیامت تک کے لئے بھیجا ہے، اس لئے اس میں کسی کو بھی کوئی چیز اپنی طرف سے ملانے اور شامل کرنے یا کچھ نکال دینے کی طاقت نہیں۔

اور قیامت تک اب اسی اللہ کی آخری کتاب یعنی قرآن مجید کی باتوں پر سب کو چلنا ضروری ہے۔

جو کوئی قرآن مجید کی بات کو نہیں مانے گا، وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔

اور وہ مرنے کے بعد جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

پیارے بچو! قرآن مجید میں اللہ میاں نے جنت میں لے جانے والے کام بھی بتلا دیے ہیں، اور جہنم کی آگ میں لے جانے والے کام بھی بتلا دیے ہیں۔

اور قرآن مجید اللہ میاں کی سب سے بڑی اور اونچی کتاب ہے۔

اس کو پڑھنا، اس کو حفظ کرنا، اس کو سمجھنا، اور اس میں لکھے ہوئے کاموں کو کرنا انسان کو کامیاب کر دیتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اللہ میاں نے جو کتابیں اپنے پاس سے بھیجیں وہ کیوں بھیجیں؟

(۲)......اللہ میاں کی بھیجی ہوئی چار مشہور کتابوں کے نام بتلاؤ؟

(۳)......سب سے آخری اللہ کی کتاب کا نام بتلاؤ؟



اللہ کے نبی کون ہوتے ہیں؟

پیارے بچو! انسانوں کو جنت میں جانے والے طریقے اور جہنم سے بچنے والے طریقے بتلانے اور اپنی بھیجی ہوئی کتابوں کو انسانوں کو سمجھانے اور پڑھانے کے لئے اللہ میاں نے انسانوں میں کچھ ایسے لوگوں کو چُنا کہ جو بہت ہی اچھے اور پاک وصاف انسان تھے۔

اور وہ کبھی بھی اللہ میاں کی کسی بات کو نہیں ٹھکراتے تھے اور وہ اللہ میاں کی ہر بات کو مانتے تھے۔

اور ان کی پوری زندگی ان کے زمانے کے لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہوتی تھی، تاکہ سب لوگ ان کی باتیں سن کر اور ان کے کام دیکھ کر ویسی ہی باتیں کریں اور ویسے ہی کام کریں۔

ایسے انسانوں کا نام نبی ہے۔

پیارے بچو! اللہ میاں نے بہت سارے نبی بھیجے ہیں، سب سے پہلے نبی کا نام ''آدم (علیہ السلام)'' ہے۔ اور سب سے آخری نبی کا نام ''محمد (ﷺ)'' ہے۔

ان کو ہم ادب کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے ایک نبی کا نام ''عیسیٰ'' (علیہ السلام) ہے جن کو ادب کے ساتھ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایک مشہور نبی کا نام ''موسیٰ'' (علیہ السلام) ہے، جن کو ہم ادب کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔

اسی طرح اور بھی بہت سے نبی ہوئے ہیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابراہیم (۲) حضرت سلیمان (۳) حضرت داوٗد (۴) حضرت یعقوب (۵) حضرت اسماعیل (۶) حضرت یوسف (۷) حضرت شعیب (۸) حضرت لوط (۹) حضرت صالح (۱۰) حضرت یحییٰ (۱۱) حضرت زکریا (۱۲) حضرت اسحاق (علیہم السلام)

یہ سارے نبی اللہ کے بہت ہی پیارے اور پسندیدہ انسان تھے، ان سب نبیوں نے اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کو اللہ میاں کی باتیں بتائیں، کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو مانا، تو وہ اللہ میاں کے

پیارے انسان بنے اور فوت ہو کر جنت میں جانے کے قابل ہوئے اور کچھ لوگوں نے نبیوں کی باتوں کو نہیں مانا وہ کافر ہو کر اللہ میاں کے ناپسندیدہ اور گندے انسان بنے اور فوت ہو کر جہنم کی آگ میں ڈالے جانے کے قابل ہوئے۔

پیارے بچو! ہمارے نبی جن کا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ سب نبیوں کے سردار کہلائے۔ اور وہی سب سے آخری نبی ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور جب تک دنیا موجود ہے اور جب تک قیامت نہیں آتی اس وقت تک ان ہی کی باتوں پر یقین رکھنا اور عمل کرنا ضروری ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اللہ کے نبی کون سے انسان ہوتے ہیں؟

(۲)......سب سے آخری نبی کا نام بتلاؤ؟

(۳)......کم از کم چار نبیوں کے نام بتلاؤ؟



قیامت کیا ہے؟

پیارے بچو! اللہ میاں نے اس ساری دنیا کو ایک خاص وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے، جب وہ وقت پورا ہو جائے گا تو اللہ میاں اس ساری دنیا کو ختم کر دیں گے۔

اور اس دنیا کو اللہ میاں کب ختم کریں گے، اس کا پتہ صرف اللہ میاں کو ہی ہے۔

اور جب اللہ میاں اس پوری دنیا کو ختم کریں گے تو اس وقت کا نام قیامت ہے۔

جب قیامت آئے گی تو یہ سب زمین، آسمان، چاند، سورج، سمندر اور جانور یہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی، انسان اور جانور بھی سب کے سب مر جائیں گے۔

اور پھر دوسری مرتبہ اللہ میاں سارے انسانوں کو دوبارہ زندہ کر دیں گے، اور سب سے حساب و کتاب لیں گے، جس نے جو کام بھی کیا ہوگا، چاہے وہ اچھا کام ہو یا بُرا کام ہو، ان سب کاموں کو اللہ میاں ایک ترازو میں رکھ کر دیکھیں گے کہ کس کے اچھے کام کتنے ہیں اور برے کام کتنے ہیں؟ کس نے ہماری بات مانی، اور کس نے نہیں مانی؟

پھر جو کافر لوگ ہوں گے ان کو تو جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔ اور جو مسلمان ہوں گے اور اچھے کام کرنے والے ہوں گے، ان کو جنت میں بھیج دیں گے اور جنت میں ہر طرح کا آرام اور عیش ہوگا۔ اور جو مسلمان تو ہوں گے مگر ان کے بُرے کام اچھے کاموں سے زیادہ ہوں گے، ان کو سزا دینے کے لئے جہنم کی آگ میں ڈالیں گے اور جب تک ان کی سزا پوری نہیں ہو جائے گی، اس وقت تک انہیں جہنم کی آگ میں سے نہیں نکالیں گے۔

پیارے بچو! جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو فوت ہونے کے بعد وہ جس جگہ جاتا ہے، اس جگہ کا نام برزخ ہے، اور قبر جس میں مسلمان کو مرنے کے بعد دفن کیا جاتا ہے، وہ بھی برزخ میں ہی ہے۔

برزخ میں پہنچنے کے بعد اللہ میاں انسان کو دوبارہ زندہ کر دیتے ہیں۔

جب انسان فوت ہو کر برزخ میں چلا جاتا ہے، تو اگر وہ اللہ میاں اور اس کے نبی کی بات ماننے والا

انسان ہوتا ہے تو اس کو وہاں ساری آرام اور سکون کی چیزیں ملتی ہیں، اور اسے وہاں کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں ہوتی۔

اور اگر اللہ میاں کی اور اس کے نبی کی بات ماننے والا انسان نہیں ہوتا، تو اسے برزخ میں بہت تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے اور اس کو اس کی سزاء میں سانپ بچھو کاٹتے ہیں، اور نہ جانے کیسی کیسی تکلیفیں ہوتی ہیں۔

پیارے بچو! اگر تم مرنے کے بعد آرام، سکون اور عیش والی زندگی چاہتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ اللہ میاں کی ہر بات کو مانو اور اللہ میاں کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو باتیں بتلائی ہیں ان سب کو سچا سمجھو، اور سارے کام اسی طرح سے کرو، جس طرح سے ہمارے نبی نے کرنے کو بتایا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......قیامت کس چیز کا نام ہے؟

(۲)......کیا مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوتا ہے؟

(۳)......مرنے کے بعد کون سے انسان کو آرام ملتا ہے اور کون سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے؟



جنّت اور جَہنّم

پیارے بچو! جب سارے انسان فوت ہوجائیں گے اور قیامت آجائے گی اور سب انسانوں کا حساب کتاب ہوجائے گا اور اچھے اور بُرے انسان الگ الگ کردیئے جائیں گے۔

تو اچھے انسانوں کو تو بہت عیش، آرام اور سکون والی جگہ پہنچادیا جائے گا۔

اور اس آرام وسکون والی جگہ کا نام جنت ہے۔

اور بُرے انسانوں کو بُری جگہ ڈال دیا جائے گا۔

اور اس بُری جگہ کا نام جہنم ہے۔

اور دوزخ بھی اسی کو کہتے ہیں۔

پیارے بچو! جہنم میں آگ ہی آگ ہے، جو انسان بھی جہنم میں ڈالا جائے گا، وہ آگ میں جلے گا، اور اسے بہت زیادہ تکلیف ہوگی اور وہ وہاں سے نہیں نکل سکے گا۔

اور اس کو جَہنّم کی آگ میں سانپ بچھو بھی کاٹیں گے۔

اور وہ آگ کے سانپ بچھو ہوں گے۔

جہنم میں جب بہت تکلیف ہوگی تو وہاں لوگ بہت چیخیں گے اور چلاّئیں گے۔

مگر وہاں ان کی کوئی مدد نہیں کرسکے گا۔

پیارے بچو! جنت میں صرف مسلمان ہی پہنچے گا۔

کوئی غیر مسلم جس کو کافر کہتے ہیں، وہ جنت میں نہیں پہنچ سکے گا۔

پیارے بچو! جنت بھی ہمیشہ رہے گی، کبھی ختم نہیں ہوگی اور جہنم بھی ہمیشہ رہے گی وہ بھی کبھی ختم نہیں ہوگی۔

اور جنت میں کبھی کوئی بیمار نہیں ہوگا، نہ جنّت میں کسی کو کوئی تکلیف ہوگی، بس ہمیشہ وہاں سکون ہی سکون ہوگا۔

اور جہنم میں تکلیف ہی تکلیف ہوگی۔

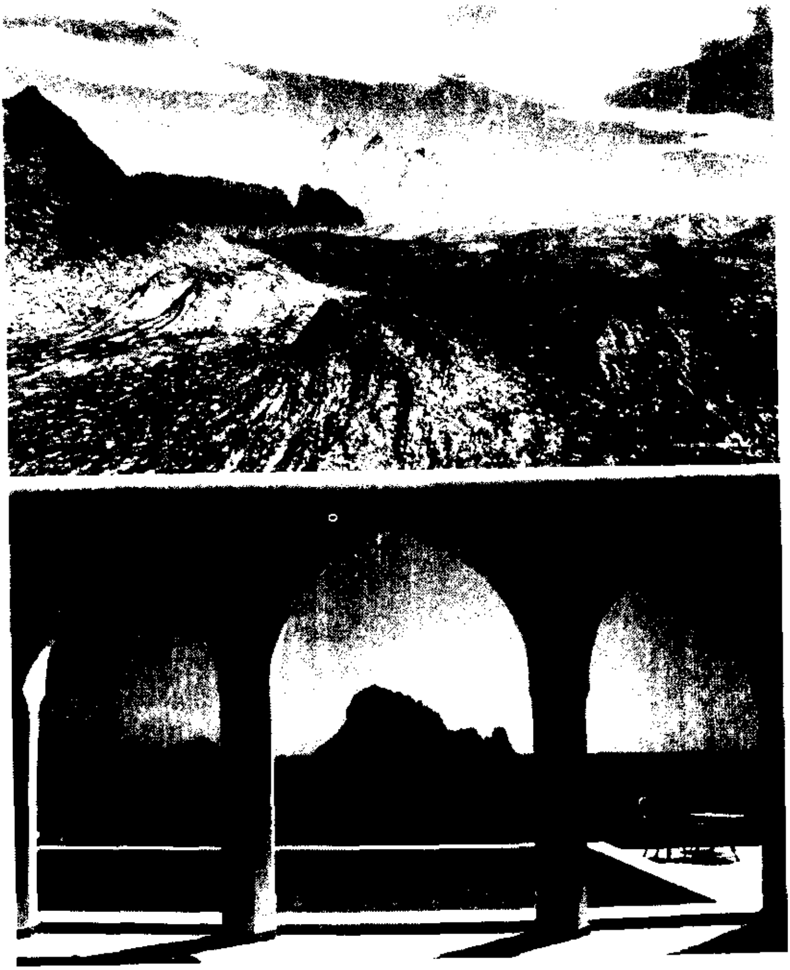
اس لیئے تمہیں بھی چاہیے کہ جنت میں جانے والے کام کرو، جَہنَّم میں جانے والے کام نہ کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......جنت کسے کہتے ہیں؟

(۲)......جہنم کسے کہتے ہیں؟

(۳)......کیا کوئی کافر جنت میں پہنچ سکے گا؟



نماز کیا ہے؟

پیارے بچو! سب انسانوں کو اللہ میاں نے اپنی عبادت کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔
اور مسلمان ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ مسلمان اللہ میاں کو ہی عبادت کے لائق سمجھتے ہیں، اور کلمہ طیبہ میں بھی یہی چیز بتلائی گئی ہے۔
اور **پیارے بچو!** جو اللہ میاں کی عبادت والے کام ہیں، ان سب میں نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔
نماز اتنی بڑی عبادت ہے کہ اس کے بغیر مسلمان کا مسلمان رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔
پیارے بچو! اللہ میاں نے ہر دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں ضروری کی ہیں، جو مسلمان ان پانچوں نمازوں کو پڑھتا ہے، وہ اللہ میاں کا پیارا بندہ ہو جاتا ہے، اور جو مسلمان یہ پانچ نمازیں نہیں پڑھتا، اس پر اللہ میاں بہت سخت ناراض ہوتے ہیں، اور ایسے آدمی کو آگ میں ڈالتے ہیں۔
پیارے بچو! پانچ نمازوں کے نام یہ ہیں۔

(۱)......فجر (۲)......ظہر (۳)......عصر (۴)......مغرب (۵)......عشاء

فجر کی نماز صبح سویرے سورج نکلنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے، اور ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھی جاتی ہے، اور عصر کی نماز شام کے وقت سورج کے غائب ہونے اور سورج کے چھپنے اور دھوپ کے ختم ہونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے، اور مغرب کی نماز شام ہونے پر جب سورج غائب ہو جاتا اور چھپ جاتا ہے، اور دھوپ ختم ہو جاتی ہے، اس وقت پڑھی جاتی ہے، اور عشاء کی نماز اندھیرا ہونے پر رات کو سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔
پیارے بچو! نماز کی ہر رکعت میں انسان کو کھڑے ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کرنی ہوتی ہے، پھر جھک کر رکوع کرنا ہوتا ہے، پھر زمین پر ماتھا ٹیک کر دو سجدے کرنے ہوتے ہیں، اور دوسرا سجدہ کرنے کے بعد ایک رکعت پوری ہو جاتی ہے۔
فجر کی نماز میں دو رکعتیں ضروری ہیں، اور ظہر کی نماز میں چار رکعتیں ضروری ہیں، اور عصر کی نماز میں

چار رکعتیں ضروری ہیں، اور مغرب کی نماز میں تین رکعتیں ضروری ہیں، اور عشاء کی نماز میں چار رکعتیں ضروری ہیں۔

یہ رکعتیں فرض کہلاتی ہیں، جن کو پڑھنا ہر حال میں ضروری ہے۔

پیارے بچو! عشاء کی نماز کے بعد تین رکعتیں اور بھی ہیں، جن کو پڑھنا بھی ضروری ہے، وہ وتر کی نماز کہلاتی ہے، یہ تین رکعتیں بھی فرض کے قریب ہیں۔

پیارے بچو! پانچوں نمازوں کی جو رکعتیں ہم نے تمہیں بتلائی ہیں، یہ تو ضروری تھیں۔

اور کچھ رکعتیں ایسی ہیں کہ جو ہر حال میں ضروری نہیں، اگر کوئی مجبوری ہو تو ان کو چھوڑا جاسکتا ہے، مگر بغیر مجبوری کے ان کو چھوڑنا ٹھیک نہیں، اس طرح کی نمازیں سنت کہلاتی ہیں۔

فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت ہیں، اور ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں سنت ہیں، اور دو رکعتیں ظہر کی نماز کے بعد سنت ہیں، اور دو رکعتیں مغرب کی نماز کے بعد سنت ہیں۔

اور دو رکعتیں عشاء کی نماز کے بعد وتروں کی تین رکعتوں سے پہلے سنت ہیں۔

پیارے بچو! تمہیں نماز کے بارے میں ہم نے موٹی موٹی باتیں بتلا دی ہیں، نماز پڑھنے کا پورا طریقہ اور مزید باتیں تمہیں اپنے بڑوں سے پوچھ کر اور ان کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر پتہ چل جائیں گی بس یہ بات یاد رکھو کہ نماز مسلمان کے لیے سب سے بڑی عبادت ہے، اس کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے، اور بچپن ہی سے نماز پڑھنے کی عادت بنالینی چاہیے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں؟

(۲)......سب فرض نمازوں کے نام بتلاؤ؟

(۳)......سب فرض نمازوں کے وقت بتلاؤ کہ کون سی نماز کس وقت پڑھی جاتی ہے؟



رمضان اور روزہ کیا ہے؟

پیارے بچو! ہمارے دینِ اسلام میں سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔

یہ مہینہ اسلامی مہینوں میں سال کا نواں مہینہ ہے، جس طرح انگریزی مہینوں میں ستمبر کا مہینہ سال کا نواں مہینہ ہے۔

بچو! تمہیں انگریزی مہینوں کے نام تو ہوسکتا ہے کہ اچھی طرح یاد ہوں، مگر اسلامی مہینوں کے نام سارے شاید تمہیں یاد نہ ہوں، اس لئے تمہیں اسلامی مہینوں کے بتلائے جاتے ہیں، امید ہے کہ تم ان مہینوں کے نام اچھی طرح یاد کرلو گے۔

تو سنو! اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں:

● محرم ● صفر ● ربیع الاوّل ● ربیع الثّانی ● جمادی الاولیٰ ● جمادی الاُخریٰ ● رجب ● شعبان ● رمضان ● شوال ● ذیقعدہ ● ذی الحجّہ

بچو! ممکن ہے کہ تمہیں یہ نام مشکل معلوم ہوں، لیکن بچو یاد رکھو کہ اسلامی مہینوں کے نام عربی زبان میں ہیں، اور ہماری روزانہ کی بول چال والی زبان عربی نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ عربی زبان کے الفاظ دوسری زبان والوں کو کچھ مشکل معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب بولنے کی عادت ہوجاتی ہے تو پھر وہ مشکل نہیں رہتے، بلکہ آسان ہوجاتے ہیں، جس طرح انگریزی مہینوں کے نام بھی تو ہماری اپنی زبان کے الفاظ نہیں ہیں، لیکن کیونکہ ان کے بولتے رہنے کی عادت ہوگئی ہے، اس لئے وہ نام مشکل نہیں لگتے۔

پیارے بچو! عربی ہماری اپنی اصل اسلامی زبان ہے، اسی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور اسی زبان میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیاری پیاری باتیں بتلایا کرتے تھے، عربی زبان جنت میں جاکر بھی بولی جائے گی، اور یہ زبان اللہ تعالیٰ کی سب سے پسندیدہ زبان ہے، مگر یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم لوگ اپنی مذہبی واسلامی زبان کو سیکھنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ

ضروری اور عام چیزوں کے نام بھی نہیں بول سکتے، مگر غیر مذہب والوں کی زبان سیکھنے اور بولنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پیارے بچو! رمضان کا مہینہ کیا ہے؟

رمضان کا مہینہ دراصل مسلمانوں کے مذہب میں عبادت کا مہینہ ہے، یہ مہینہ اللہ تعالیٰ کا بہت پسندیدہ اور محبوب مہینہ ہے، اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص مہربانی کرتے ہیں، بندوں کی عبادت اور ہر نیک عمل کا ثواب بہت زیادہ بڑھا دیتے ہیں، اور دن رات ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر رحمتیں اور برکتیں بھیجی جاتی رہتی ہیں۔

دوسرے مذاہب والے اپنے عبادت کے دنوں میں زیادہ عبادت کیا کرتے ہیں، مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ رمضان کے مہینہ میں خوب زیادہ سے زیادہ عبادت کریں، اور گناہوں سے بچیں۔

بچو! جس طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے، اسی طرح گناہ کا گناہ ہونا بھی شدید اور سخت ہو جاتا ہے، اس لئے جس طرح اس مبارک مہینہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کی کوشش کرنی چاہئے، اسی طرح گناہوں سے بچنے کی بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اس مہینہ میں گالی گلوچ، لڑائی جھگڑے، چوری چکاری اور ہر برے کام سے بچنے کی دوسرے مہینوں سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اگر بندے اس مہینہ میں گناہوں سے نہیں بچتے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو اللہ تعالیٰ بندوں سے سخت ناراض ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر اللہ تعالیٰ مناسب سمجھتے ہیں تو دنیا میں بھی سزا دے دیتے ہیں، ورنہ آخرت میں یعنی مرنے کے بعد تو دیں گے ہی۔

تمہیں معلوم ہے کہ ایک مرتبہ رمضان کے مہینے میں خطرناک زلزلے آئے تھے، کتنے لوگ زلزلہ سے ہلاک ہو گئے تھے اور کتنے لوگ زخمی اور معذور ہو گئے تھے، اور کتنے لوگ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور گھر بار سے محروم ہو گئے تھے۔

زلزلے اللہ تعالیٰ اسی لئے بھیجتے ہیں تا کہ بندے اللہ سے ڈریں، اور گناہوں کو چھوڑ دیں، مگر بندے اتنے غافل ہیں کہ پھر بھی اللہ سے نہیں ڈرتے اور رمضان کے مہینہ میں بھی گناہوں کو نہیں

چھوڑتے، ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بندوں پر عذاب بھیجتے ہیں۔
بہر حال رمضان کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر روزے فرض کئے ہیں۔
بچو! روزہ ''صبح سویرے سے لے کر شام سورج ڈوبنے تک ہر طرح کا کھانا پینا وغیرہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ دینے'' کا نام ہے۔
روزہ اتنی بہترین چیز ہے کہ اس کی وجہ سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں، آخرت یعنی مرنے کے بعد بھی اور دنیا میں بھی، روزہ صحت کے لئے بہت اچھی چیز ہے۔
روزہ رکھنے سے انسان کے جسم میں چُستی اور پُھرتی آتی ہے، سستی اور کاہلی دور ہوتی ہے، ہر وقت کھاتے پیتے رہنے سے بدن اور معدہ بوجھل ہو جاتا ہے اور جسم میں غیر ضروری مواد جمع ہو جاتا ہے، اور روزہ سے پورے بدن اور معدہ کو ریسٹ اور آرام کرنے کا موقع ملتا ہے۔
بچو! جو چیز بھی انسان کھاتا پیتا ہے اسے ہضم کرنے اور ٹھکانے لگانے کے لئے معدہ اور بدن کے دوسرے کئی حصوں کو کام کرنا پڑتا ہے، پھر جتنا زیادہ کھایا پیا جاتا ہے اتنی ہی معدہ اور بدن کے دوسرے حصوں پر کام کرنے کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، اس طرح پورے سال کام کرتے کرتے ہمارا معدہ اور بدن تھک کر چور ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے سال بھر میں صرف ایک مہینہ کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے، تاکہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کریں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں، اور دوسری طرف اپنی صحت وتندرستی کا بھی انتظام کریں۔
اس بات کو تم ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہو، دیکھو جب کسی لمبے سفر پر جانا ہوتا ہے تو درمیان میں ریسٹ اور وقفہ کیا جاتا ہے، اس کا ایک مقصد گاڑی اور سواری کو ریسٹ دینا ہوتا ہے، کیونکہ گاڑی کا انجن چلتے چلتے ایک حد پر آ کر گرم ہو جاتا ہے اور وہ آرام اور ریسٹ مانگتا ہے، اگر اسے ریسٹ وآرام نہ دیا جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ انجن خراب ہی نہ ہو جائے اور وہ کام کرنا چھوڑ دے۔ جس کی وجہ سے مسافر اپنی منزل تک نہ پہنچ سکیں۔
جب انجن کو تھوڑا سا ریسٹ وآرام دے دیا جاتا ہے تو وہ پہلے کی طرح تازہ دم ہو جاتا ہے، اور پھر فریش اور تازہ ہو کر اچھا کام کرتا ہے، اسی طرح سال بھر کھاتے پیتے رہنے سے ہمارے بدن کی

مشینری بھی تھک کر چُور ہو جاتی ہے یعنی گرم ہو جاتی ہے اور اس کو ریسٹ و آرام کی ضرورت ہوتی ہے، سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ کے روزے رکھنے سے بدن کی مشینری کو گیارہ مہینوں تک کام کرتے رہنے کا ریسٹ و آرام مل جاتا ہے۔

اور ایک مہینہ کا ریسٹ کرنے کے بعد یہ مشینری سال بھر کام کرنے کے لئے تروتازہ اور فریش ہو جاتی ہے۔

بچو! یہ تو تمہارے سامنے روزہ کا صرف ایک فائدہ بتلایا گیا ہے، ورنہ روزہ میں اور بھی بہت سارے فائدے ہیں۔

امید ہے کہ تمہیں یہ باتیں سن کر روزہ رکھنے کا شوق ہوا ہوگا، اگر واقعی روزہ کا شوق ہوا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ چھوٹے بچوں پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کرتے ہوئے روزہ رکھنا فرض نہیں کیا، بلکہ معاف کر دیا ہے۔

اس لئے بچو! جب تک تم بالغ نہیں ہوگے اس وقت تک روزہ رکھنا تم پر فرض تو نہیں ہوگا، لیکن اگر تم کچھ سمجھدار اور بڑے ہوگئے ہو اور تھوڑی سی کوشش کر کے روزہ رکھ سکتے ہو تو جتنے روزے آسانی سے رکھ سکتے ہو اتنے روزے رکھنے سے تمہیں منع نہیں کیا جاتا، ویسے بھی اگر بالغ اور بڑے ہونے سے پہلے تمہیں روزہ رکھنے کی عادت نہیں ہوگی تو بڑے ہونے کے بعد پھر روزہ رکھنے میں پریشانی اور دشواری ہوگی، اور اگر بالغ اور بڑے ہونے سے پہلے تم کبھی کبھی روزے رکھتے رہا کرو گے تو بڑے ہونے کے بعد تمہیں روزے رکھنا مشکل معلوم نہیں ہوگا۔

پیارے بچو! کبھی روزہ رکھنے والے کو بھوک اور پیاس لگنے سے گھبراہٹ ہوتی ہے، لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، ہمت اور صبر سے کام لینا چاہئے، دیکھو جب کوئی بیمار پڑ جاتا ہے، تو کھانے پینے کی بہت سی چیزوں سے پرہیز کرنا پڑتا ہے، کڑوی دوا بھی پینی پڑ جاتی ہے، اور کبھی کبھی آپریشن کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے۔

یہ ساری چیزیں صحت اور تندرستی کو پانے کے لئے برداشت کی جاتی ہیں، اسی طرح روزہ کے ذریعہ سے جسم کے ساتھ روح کی صحت اور تندرستی کے لئے بھی بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا چاہئے۔

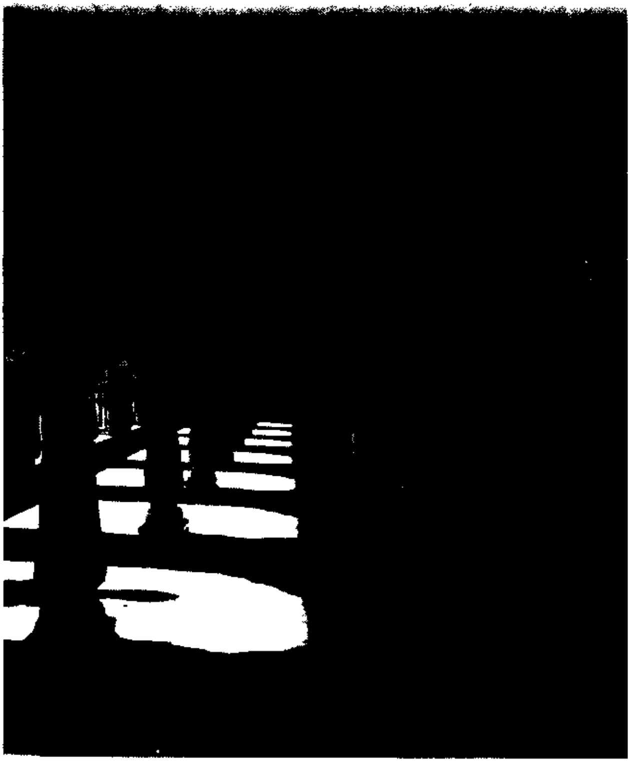
پیارے بچو! یہ بھی یاد رکھو کہ روزہ رکھنے سے بعض اوقات جسم دبلا پتلا محسوس ہونے لگتا ہے اس کو کمزوری سمجھ کر بعض لوگ روزہ سے ڈر جاتے ہیں اور روزہ رکھنا چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہمیشہ دبلا پتلا ہونا کمزوری کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ جسم سے غیر ضروری مواد نکل جانے کی وجہ سے بھی ایسا ہوتا ہے، اس کو کمزوری سمجھ کر روزہ نہیں چھوڑنا چاہئے، اور جسم کا غیر ضروری موٹاپا تو ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق بھی بیماری ہے، صحت اور تندرستی نہیں ہے، اس لئے اگر روزہ رکھنے سے موٹاپا کم ہو رہا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ بیماری دور ہو رہی ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اسلامی مہینوں کے نام بتلائیے؟

(۲)......رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا عبادت ہے یا کہ نہیں؟

(۳)......روزہ صحت کے لئے فائدہ مند چیز ہے یا نقصان دہ؟



زکاۃ کیا ہے؟

پیارے بچو! نماز کے بعد دوسری بڑی عبادت زکاۃ ہے، نماز میں تو انسان کا اپنا جسم استعمال ہوتا ہے، یعنی نماز انسان اپنے جسم سے ادا کرتا ہے، نماز میں کبھی زبان سے تلاوت کرتا ہے، کبھی سیدھا کھڑا ہوتا ہے، کبھی کمر جھکا کر رکوع کرتا ہے، کبھی ماتھا زمین پر ٹیک کر سجدہ کرتا ہے۔ اور کبھی بیٹھ کر التحیات وغیرہ پڑھتا ہے، یہ سارے کام جسم سے ہوتے ہیں، اس لئے نماز تو جسم والی عبادت ہوئی۔

اور زکاۃ میں انسان مال استعمال کرتا ہے، یعنی زکاۃ میں اللہ میاں کی عبادت غریبوں پر مال خرچ کر کے ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے زکاۃ، اللہ میاں کو راضی کرنے کے لئے غریبوں کو مال دینے کا نام ہے؟

پیارے بچو! جس طرح ہمیں جان اور جسم اللہ میاں نے دیا ہے، اسی طرح ہمیں مال بھی اللہ میاں نے دیا ہے، ہمارے پاس جو جسم اور جان ہے وہ بھی اللہ میاں کی چیز ہے اور ہمارے پاس جو مال ہے وہ بھی اللہ میاں کی چیز ہے۔ اسی لئے اللہ میاں جس کو چاہیں اور جب چاہیں زندگی دیدیتے ہیں اور جب چاہیں اور جس کی چاہیں زندگی واپس لے لیتے ہیں۔

اور اسی طرح جس کو چاہیں اور جب چاہیں مال دیدیتے ہیں اور جب چاہیں اور جس سے چاہیں مال واپس لے لیتے ہیں،

انسان کو نہ تو اپنی جان پر کنٹرول ہے اور نہ ہی مال پر۔

تو پیارے بچو! اللہ میاں نے مال کی ایک خاص مقدار پر زکاۃ فرض کی ہے، کہ جب کسی آدمی کے پاس چاہے وہ عورت ہو یا مرد اتنا مال آجائے، چاہے وہ سونا ہو یا چاندی ہو، یا روپیہ پیسہ ہو، یا تجارت کا سامان ہو تو ایک سال پورا ہونے پر اس کو اس مال کی زکاۃ دینی ضروری ہے۔

اور زکاۃ مال میں سے اڑھائی فیصد دی جاتی ہے، جو آپ دینی کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں اور علماء حضرات سے معلوم کر سکتے ہیں۔

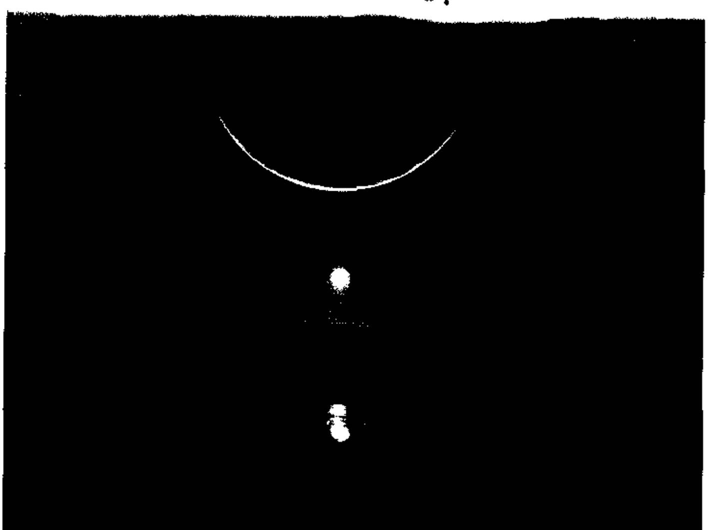
پیارے بچو! زکاۃ دینے سے انسان کا مال کم نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ ہو جاتا ہے،
کیونکہ اللہ میاں جب دیکھتے ہیں کہ میرے پیارے بندہ نے میرا کہنا مان کر زکاۃ دی ہے تو اللہ میاں ایسے بندہ کو اور زیادہ مال دیتے ہیں۔

پیارے بچو!

زکاۃ کا مال غریبوں کو دیا جاتا ہے، اور غریبوں کی مدد کرنا اللہ میاں کو بہت پسند ہے۔
غریبوں کو پیسے دینا، ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنا، ان کے کپڑے کا اور دوسری ضرورت کی چیزوں کا انتظام کرنا اللہ میاں کو بہت ہی زیادہ پسند ہے۔
اور اللہ میاں غریبوں کی مدد کرنے والے لوگوں کی تکلیفیں اور پریشانیاں دور کر دیتے ہیں۔
پیارے بچو! جب غریبوں کی مدد کرنے سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں تو اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ غریبوں کو بُرا اور اپنے سے کمتر سمجھنا صحیح نہیں کیونکہ ایسا سمجھنے سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......زکاۃ کسے کہتے ہیں؟
(۲)......زکاۃ کسے دی جاتی ہے؟
(۳)......زکاۃ میں مال خرچ ہوتا ہے یا کچھ اور؟



حج کیا ہے؟

پیارے بچو! نماز، روزے اور زکاۃ کے علاوہ مسلمانوں کی ایک بڑی عبادت اور بھی ہے، جس کا نام "حج" ہے۔

حج کرنے کے لئے مسلمان، خانہ کعبہ میں جاتے ہیں، اور خانہ کعبہ مکہ شہر میں ہے۔

یہ خانہ کعبہ وہ جگہ ہے، جس کی طرف ساری دنیا کے مسلمان منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہ ہے۔

جب ہر سال بقر عید آتی ہے، جس پر جانوروں کی قربانی ہوتی ہے، اسی وقت ہر سال ساری دنیا سے بے شمار مسلمان خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر حج کرتے ہیں۔

اور حج میں خانہ کعبہ کے سات سات چکر لگاتے ہیں، جسے طواف کہا جاتا ہے، اور منیٰ کا ایک میدان ہے، وہاں جا کر شیطان کو پتھر مارتے ہیں، اور بھی کئی کام کرتے ہیں۔

پیارے بچو! حج کرنے سے اللہ میاں بہت خوش ہوتے ہیں اور حج کرنے والے کی دعائیں قبول کرتے ہیں، اور اس کی مدد کرتے ہیں۔

پیارے بچو! اگر اللہ میاں نے بڑا ہونے کے بعد تمہیں اتنا مال اور صحت دی ہے کہ تم حج کر سکو تو تم بھی ضرور حج کرنا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... حج کس جگہ ہوتا ہے؟

(۲)...... حج کس وقت ہوتا ہے؟

(۳)...... حج کرنے والے سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں یا نہیں؟



قرآن مجید پڑھنے کا فائدہ

پیارے بچو! قرآن مجید، اللہ میاں کی کتاب ہے، اسے اللہ میاں نے آسمان ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔

اس لئے قرآن مجید بہت اونچے درجہ کی کتاب ہے، اور اس کو جس طرح سے اللہ میاں نے آسمان سے اتارا تھا۔

اسی طرح سے آج تک محفوظ ہے، اس میں کسی زبر زیر کی بھی تبدیلی نہیں ہوسکی اور نہ ہی آگے چل کر ہوسکے گی۔

قرآن مجید میں اللہ میاں نے انسانوں کی کامیابی کے طریقے بتلائے ہیں اور اللہ میاں جن کاموں سے خوش ہوتے ہیں، ان کو بیان کیا ہے۔

اور جن چیزوں سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

لیکن قرآن مجید عربی زبان میں ہے، اور جس کو عربی زبان پوری طرح نہ آتی ہو، اس کے لئے قرآن مجید کی باتوں کو سمجھنا مشکل ہے۔

مگر اللہ میاں نے قرآن مجید کو سمجھے بغیر پڑھنا بھی بہت فائدہ کی چیز بنادیا ہے۔

جو مسلمان بھی قرآن مجید کو پڑھتا ہے، اس سے اللہ میاں بہت راضی ہوتے ہیں اور اسے بہت سارے انعام دیتے ہیں۔

اور جو کوئی مسلمان قرآن مجید کو حفظ کرے اس سے تو اللہ میاں اور بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

اور اس کو اور بھی زیادہ انعام دیتے ہیں۔

اور جو مسلمان عالم بن کر قرآن مجید کو سمجھنے بھی لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے تو اس سے تو اتنے خوش ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔

اس لئے پیارے بچو! تمہیں چاہئے کہ خوب محنت اور شوق سے قرآن مجید پڑھنا سیکھو۔

اس کا خوب ادب کیا کرو اور اگر ہوسکے تو اس کو حفظ بھی کرلو۔

اور اگر بڑی کامیابی چاہتے ہو تو پھر عالم بن کر اس کو سمجھنے کی بھی کوشش کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......قرآن مجید کس کی کتاب ہے؟

(۲)......قرآن مجید اللہ میاں نے کس پر اُتارا؟

(۳)......قرآن مجید کو سمجھے بغیر پڑھنے سے بھی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟





قرآن مجید سے متعلق دعا

پیارے بچو! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی سب سے بہترین اور اچھی کتاب ہے، اس کتاب کو پڑھنا، اس کو حفظ کرنا، اس کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا سب کام بڑے اہم ہیں۔

آپ کو قرآن مجید سے متعلق ایک نظم سناتے ہیں، جس میں بندہ اللہ میاں سے دعا کرتا ہے۔

کرتا ہوں میں تجھ سے یارب التجا	مُجھ کو دے قرآن میں یارب مَزا
ایسی نسبت مُجھ کو ہو قرآن سے	اس کو سمجھوں بڑھ کر اپنی جان سے
آنکھوں کو نور اس سے ہو دل کو سُرور	رنج وغم میرے اِسی سے سب ہوں دُور
دے عمل یارب مجھے قرآن پر	رکھ مجھے تُو اس کا تابع سَر بَسر
اور قرآنِ عظیمُ الشان سے	اے خدا نورو ہدایت دے مجھے
پیشوا میرا ہو قُرآنِ عظیم	اس کے باعث مجھ پہ کر رحم اے رحیم
ہو وہی میرا اِمام و پیشوا	ہو اسی کا نُور میرا رَہ نما
اور نہ ہو جو بات اس کی مُجھ کو یاد	تُو دِلا دے یاد اے ربُّ العِباد
جو نہ ہو معلوم اُس کا علم دے	پُوری نسبت ہو مجھے قرآن سے
رات دن اِس کی تلاوت ہو نصیب	اس سے ذوق وشوق والفت ہو نصیب
اور بنا میرے لئے اس کو دلیل	دین و دنیا میں وہ ہو میرا کفیل
ذوق ہو قرآن کا مُجھ کو نصیب	اور ہو اس کا مزا مجھ کو نصیب
کر مجھے قرآن سے تو بہرہ وَر	الفتِ قرآں ہو مُجھ کو بیش تَر
میرے خُوں اور گوشت جسم و جان میں	اور میری آنکھ میں اور کان میں
الغرض ہو سَر سے میرے پاؤں تک	فیض کی قرآن کے مُجھ کو جَھلک
ہو بسا قرآں میرے ہر عضو میں	سارے اعضا تابع قرآں کے رہیں

حکم قرآں کے مُوافق ہو تمام	❀	میرے ہر اِک عضو کا ہر ایک کام
تیری تائید اور عنایت کے بغیر	❀	ہو نہیں سکتا ہے کوئی کارِ خیر
ہے جو رحمت سے بھری تیری کتاب	❀	ہوتا ہے رحمت کا جس سے فتح باب
وہ کتابِ پاک اور ہیں جو نہاں	❀	رحمتوں کی اس کے اندر کُنجیاں
اور وہ آٹھوں نام برکت سے بھرے	❀	ہیں جو پیشانی پہ سُورج کی لکھے
سب کے صدقے میں تو اے پَروردگار	❀	کر دے قرآں کو مرے دِل کی بہار
دل شگفتہ ہو مرا قرآن سے	❀	اور ملے مجھ کو مزا قرآن سے
کر دے قرآں رنج وغم کو مجھ سے دور	❀	بخشے میرے دل کو راحت اور سرور

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......ایک شعر یہ ہے کہ:

کرتا ہوں میں تجھ سے یارب التجا

اس سے اگلا شعر سنایئے؟

(۲)......ایک شعر یہ گزرا ہے کہ:

ذوق ہو قرآن کا مُجھ کو نصیب

اس سے اگلا شعر سنایئے؟



دین کے علم سے عقل زیادہ ہو جاتی ہے

پیارے بچو! دین کا علم ہی اصل میں صحیح اور سچا علم ہے، اس علم سے انسان کو اللہ میاں کو راضی کرنے اور ناراض کرنے والے کاموں کا پتہ چلتا ہے۔

اور اسی علم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے اور مر جاتا ہے تو قبر میں دفن ہونے کے بعد اس کے ساتھ کیا کچھ ہوتا ہے۔

اور اسی علم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ زندہ ہوگا۔

اور اسی علم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی انسان اللہ میاں کو راضی کرنے والے کام دنیا میں کر کے فوت ہوا ہوگا تو اسے اللہ میاں جنت میں بھیجیں گے، اور اگر اللہ میاں کو ناراض کرنے والے کام دنیا میں کر کے فوت ہوا ہوگا تو اسے اللہ میاں جہنم میں ڈالیں گے۔

پیارے بچو! جنت بہت ہی اچھی جگہ ہے، وہاں ہر طرح کا آرام اور سکون ہے، اور وہاں کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف اور غم والی بات نہیں ہے، جنت میں ہر چیز کھانے پینے اور پہننے کو ملتی ہے۔

اور وہاں کبھی موت نہیں آتی۔

اور جہنم میں آگ ہی آگ ہے، اور ہر طرح کی تکلیف اور مصیبت ہے۔

پیارے بچو! دین کے علم سے انسان کی عقل بھی بڑھتی ہے اور انسان کی عقل بہت تیز ہو جاتی ہے، اور اسے ایسی ایسی باتوں کے جواب دینا آ جاتے ہیں جو دوسرے انسانوں کو معلوم نہیں ہوتے کیونکہ دین کا علم حاصل کرنے کی وجہ سے اللہ میاں کی مدد اس علم والے کو ملتی ہے۔

آؤ تمہیں اس کے بارے میں ایک واقعہ سنائیں۔

ایک کافر سائنسدان تھا، جسے اپنی معلومات اور اپنی تحقیق پر بہت گھمنڈ تھا، اور وہ اپنی معلومات کا عالموں کے علم سے بھی زیادہ اونچی چیز سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ کسی دینی مدرسہ میں چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے سوچا کہ کسی طالب علم سے ایسا سوال کروں کہ جس کا وہ جواب نہ دے سکے، اور پھر میں اس سے کہوں کہ تمہیں تو کچھ بھی پتہ نہیں ہے،

اور تم مدرسہ میں پڑھ کر اپنا وقت خراب کر رہے ہو۔

یہ سوچ کر اس نے ایک طالب علم سے سوال کیا کہ:...... بتلاؤ آسمان میں کتنے ستارے ہیں؟

مدرسہ کے طالب علم نے اس کافر سائنسدان کے جواب میں کہا کہ:...... پہلے تم یہ بتلاؤ کہ سمندر میں کتنی مچھلیاں ہیں؟

اس کے جواب میں اس کافر نے کہا کہ:...... یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ سمندر میں کتنی مچھلیاں ہیں؟

پھر مدرسہ کے طالب علم نے کہا کہ:...... تمہیں ابھی تک زمین کی پوری چیزوں کا پتہ نہیں چلا، اور ہم سے ہزاروں میل دور آسمان کی چیزوں کی گنتی معلوم کرتے ہو؟ تم نے سائنس میں اتنی معلومات کی ہیں، پہلے تم کو زمین کے بارے میں ساری معلومات اکٹھی کرنی چاہئیں، تب ہم سے آکر آسمان کی باتوں کا معلوم کرنا...... اور پھر اس طالب علم نے کہا کہ ہم تو ان سب سے بڑی بات یہ کہتے ہیں کہ آسمان، اور اس میں سورج، چاند اور ستارے اور سمندر اور اس کی سب مچھلیوں کو اور سب انسانوں کو اللہ میاں نے پیدا کیا ہے، اس لئے سب کو اللہ میاں کی بات ماننی چاہئے۔ اور تم اللہ میاں کی بات مانتے نہیں ہو، اس لئے ہمارا علم تمہارے علم سے زیادہ ہے۔

یہ سُن کر وہ کافر سائنسدان تو بالکل چُپ رہ گیا، اور اسے اب پتہ چلا کہ میں تو مدرسہ کے طالب علموں کو ویسے ہی کم عقل اور بے وقوف سمجھتا تھا مگر یہ تو بڑے عقلمند انسان ہیں۔

پیارے بچو! جو کام اللہ میاں نے انسان کے لئے ضروری کئے ہیں، جیسا کہ مسلمان ہو کر نماز پڑھنا، روزے رکھنا اور زکاۃ دینا اور دوسرے بہت سے کام، ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری ہے اور عقل مندی یہی ہے اور انہیں چھوڑ کر فضول چیزوں کی معلومات اکٹھی کرنے میں لگ کر اپنا وقت اور زندگی خرچ کرنا کم عقلی اور بے وقوفی کی بات ہے۔

اور بچو! یہ بھی یاد رکھو کہ بعض دفعہ کسی کا کوئی سوال کرنا اور کچھ پوچھنا ہی ایسی چیز ہوتی ہے، جس کا جواب دینے کے لئے پوچھنے والے کے ذمہ ہی کسی سوال کا جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ایک اور مدرسہ کے طالب علم کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ کسی بادشاہ نے لوگوں کا امتحان لینے اور ان کی عقل مندی معلوم کرنے کے لئے کئی آدمیوں کو بلا کر پوچھا کہ بتلاؤ اس ٹینک میں کتنے

پیالے پانی ہوگا؟
کسی نے کوئی جواب دیا کہ ہزار پیالے پانی ہوگا، کسی نے کچھ اور جواب دیا کہ آٹھ سو پیالے پانی ہوگا، اور کسی نے پانچ سو پیالے پانی بتایا۔
جواب دینے والوں میں مدرسہ کا ایک طالب علم بھی تھا، جب اس سے معلوم کیا کہ بتلاؤ اس ٹینک میں کتنے پیالے پانی ہے؟
تو اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت آپ کا سوال ادھورا ہے، اور آپ کا سوال پورا نہیں، جب تک آپ کا سوال پورا نہیں ہوگا، اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔
بادشاہ نے کہا کہ میرا سوال پورا کس طرح نہیں ہے؟
تو اس طالب علم نے جواب دیا کہ آپ نے پیالہ کے بارے میں یہ نہیں بتلایا کہ جس پیالے کے ذریعے ناپ معلوم کرنا چاہتے ہو، وہ پیالہ کتنا بڑا ہے؟
اگر فرض کرو کہ کوئی پیالہ بہت بڑا ہو، اور اتنا بڑا ہو جتنا بڑا کہ یہ ٹینک ہے، تو پھر ایک پیالہ کے برابر پانی ہوگا۔ اور اگر وہ پیالہ اس ٹینک سے آدھا ہے تو اس میں دو پیالے پانی ہوگا، اور اگر اس سے بھی چھوٹا ہے تو اور زیادہ پیالے پانی ہوگا۔ یعنی پیالہ ٹینک سے جتنا بھی چھوٹا ہوتا چلا جائے گا، اس کے حساب سے ہی پیالوں کی تعداد بھی بڑھتی چلی جائے گی۔
طالب علم کا یہ جواب سن کر بادشاہ کی آنکھیں کھلیں، اور پتہ چلا کہ مدرسہ کے طالب علموں کی عقل بڑی تیز ہوتی ہے، اور یہ بڑے عقل مند ہوتے ہیں۔
پیارے بچو! اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کے علم سے انسان کی عقل زیادہ ہوتی ہے۔
اس لئے تم بھی دین کا علم پڑھ کر اپنی عقل کو زیادہ کر سکتے ہو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... کافر سائنسدان نے مدرسہ کے طالب علم سے کیا سوال کیا تھا؟
(۲)...... مدرسہ کے طالب علم نے کافر سائنسدان کو کیا جواب دیا تھا؟
(۳)...... دین کے علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے یا کم ہوتی ہے؟

پڑھنا لکھنا کیوں ضروری ہے؟

پیارے بچو! ہمارے بڑے اور ہمارے استاد ہمیں پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں اور طرح طرح سے محنت کر کے ہمیں پڑھا لکھا انسان بناتے ہیں جبکہ ہم پڑھنا لکھنا نہیں چاہتے۔

اور طرح طرح سے حیلے بہانے کر کے پڑھنے لکھنے سے بھاگتے اور جان چراتے ہیں۔

ہمارے بڑے اور ہمارے استاد ہمیں پڑھنے لکھنے پر اتنا زور کیوں دیتے ہیں؟

کیا کبھی اس پر غور کیا؟

اگر نہیں کیا تو تمہیں پتہ چل جانا چاہیئے کہ ہمیں اس زندگی کے لئے اور اس کے بعد فوت ہو کر آخرت میں آنے والی زندگی کے لئے پڑھنا لکھنا بہت ضروری ہے۔

کیونکہ اگر ہمیں پڑھنا لکھنا نہ آئے تو ہم جاہل رہ جائیں اور ہمیں کچھ بھی پتہ نہ چلے کہ کہاں کیا لکھا ہوا ہے، کسی کو خط لکھنا بھی نہ آئے۔

آج بھی ایسے جاہل اور ان پڑھ لوگ موجود ہیں جو اپنا نام تک بھی نہیں لکھ سکتے۔

کسی کو خط لکھنا ہو تو پریشان ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو خط لکھنے کے لئے ڈھونڈتے ہیں۔

اگر کسی جگہ سفر کرنا ہو تو بھی بہت پریشان ہوتے ہیں، اڈے اور اسٹیشن پر اور گاڑی پر لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے کہ فلاں جگہ گاڑی یا ریل کس وقت جائے گی اور کونسی جائے گی اور یہ گاڑی کہاں جائے گی۔

یہ لوگ دوسروں سے ہی پوچھ پوچھ کر اپنا کام چلاتے ہیں...... بعض دفعہ دوسرا شخص غلط بتا دیتا ہے تو اور زیادہ پریشانی بڑھ جاتی ہے اور کوئی بڑا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ایسے ان پڑھ اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو کسی کام سے کسی دفتر میں جانا پڑ جائے تو بھی انہیں پتہ نہیں چلتا کہ ہم کس سے کیا بات کریں، اور ہمارا کام کس طرح ہوگا۔

اگر بینک میں کسی ضرورت سے جانا پڑ جائے تو بھی انہیں بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

اسی طرح گھر میں بجلی کا، پانی کا یا گیس کا بل آ جائے تو وہ اس میں یہ بھی نہیں پڑھ پاتے کہ یہ کون سے مہینے کا بل ہے اور اس بل پر کتنے پیسے لکھے ہوئے ہیں اور ہمارا ہی بل ہے یا کسی اور کے نام کا

بل ہے، اور اس کو جمع کرانے کی آخری تاریخ کون سی ہے؟ کوئی چیز خریدنے لگیں تو اس کا نام نہیں پڑھ سکتے اور اس پر لکھی ہوئی قیمت نہیں پڑھ سکتے...... کوئی دوا خریدنی ہو تو دوا کا نام نہیں پڑھ سکتے۔

اور اس طرح کے سینکڑوں ہزاروں مسئلے ہوتے ہیں جو اَن پڑھ اور جاہل لوگوں کے لئے دنیا میں مشکل بنے رہتے ہیں...... اور ایک بات یہ ہے کہ بے پڑھے لکھے لوگوں کو کوئی اچھی ملازمت اور نوکری نہیں ملتی، کوئی اچھا کاروبار کرنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے اور ایسے بے پڑھے لکھے لوگ کچھ تو ریڑھے چلاتے ہیں، کچھ جوتے پالش کرتے ہیں، کچھ نالی صاف کرتے ہیں، کچھ راستوں پر جھاڑو دیتے ہیں، کچھ ریڑھی لگاتے ہیں، کچھ تانگہ چلاتے ہیں، کچھ جوتے گانٹھتے ہیں، کچھ باہر گلیوں نالیوں اور کوڑیوں سے کاغذات وغیرہ چنتے ہیں۔

یا اسی طرح کے دوسرے ایسے کام کرتے ہیں جو اچھے کام نہیں سمجھے جاتے اور ایسے کام کرنے والوں کی دنیا میں کوئی عزت نہیں ہوتی، اور ہمیشہ روپیہ پیسہ کی بھی تنگی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایسے لوگوں کے لئے کھانے پینے اور رہنے سہنے کی پریشانیاں کھڑی رہتی ہیں...... یہ سب باتیں تو دنیا کی ہوئیں۔

مگر ہمیں تو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے، یہاں سے فوت ہونے کے بعد ایک نہ ایک دن آگے جانا ہے، اور مرنے کے بعد والی زندگی جو دنیا سے فوت ہونے کے بعد ملے گی وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اس کے لئے بھی پڑھنا لکھنا ضروری ہے...... مگر یاد رکھنے کی بات ہے کہ آخرت کا پڑھنا لکھنا دنیا کی طرح کا نہیں ہے...... آخرت کا علم دنیا کے علم سے کچھ مختلف ہے۔

ہمارے پیارے نبی نے آخرت کے بارے میں جو باتیں بتلائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو باتیں ہم تک پہنچائی ہیں ان کا سیکھنا دین کا علم کہلاتا ہے۔

دین کا علم سیکھنا دنیا کا علم سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ دین کے علم کے بغیر انسان کو یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ کن باتوں اور کن چیزوں کی وجہ سے انسان مسلمان ہوتا ہے اور کن باتوں کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے اور انسان پر کتنے وقت کی نماز فرض ہے۔

دین کے علم کے بغیر نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ بھی پتہ نہیں چلتا، اور اسی طرح پاک ناپاک ہونے کا طریقہ بھی معلوم نہیں ہوتا، اور حلال وحرام چیزوں کا پتہ نہیں چلتا، جس کی وجہ سے انسان کو مرنے

کے بعد جنت میں جانے کا اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں آتا۔

اور اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرنے کے طریقے معلوم نہیں ہوتے، ان سب باتوں کی وجہ سے دین اور آخرت کا علم دنیا کے علم سے زیادہ ضروری ہے..... قرآن مجید پڑھنا سیکھنا اور کسی دینی مدرسہ میں جا کر علم پڑھنا یہ دین اور آخرت کا علم ہے، اور اس دین کے علم کی دنیا کے علم سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ دنیا کا علم تو صرف دنیا میں کام آتا ہے اور دنیا کے علم کی صرف دنیا میں ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن آخرت کا علم دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی کام آتا ہے اور دین کے علم کی آخرت میں بھی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا میں بھی..... مگر یہ یاد رکھیئے کہ شیطان کبھی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی انسان پڑھا لکھا بنے..... بلکہ شیطان تو انسان کو جاہل رکھنا چاہتا ہے۔

کیونکہ بغیر پڑھے لکھے انسان کو شیطان کا بہکانا اور پھسلانا آسان ہوتا ہے، پڑھے لکھے انسان کو بہکانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔

اس لئے شیطان چاہتا ہے کہ انسان ساری زندگی جاہل اور اَن پڑھ رہے تاکہ شیطان اس کو ساری زندگی اپنے اشاروں پر چلاتا رہے۔

اور اسی وجہ سے شیطان بچپن ہی سے بچوں کے دل اور دماغ میں پڑھنے لکھنے سے نفرت ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، عقلمند اور سمجھدار بچے شیطان کی بات نہیں مانتے، اور ناسمجھ بچے شیطان کے جال میں پھنس کر اپنا نقصان کر لیتے ہیں، اور پڑھائی سے جان چرا کر جاہل رہ جاتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

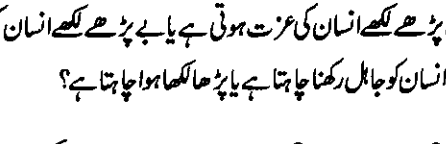
(۱)..... دنیا کا علم زیادہ ضروری ہے یا دین کا علم زیادہ ضروری ہے؟

(۲)..... پڑھے لکھے انسان کی دنیا میں عزت ہوتی ہے یا بے پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے؟

(۳)..... بے پڑھا لکھا انسان دنیا میں پریشان ہوتا ہے یا نہیں؟

(۴)..... دنیا میں پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے یا بے پڑھے لکھے انسان کی عزت ہوتی ہے؟

(۵)..... شیطان انسان کو جاہل رکھنا چاہتا ہے یا پڑھا لکھا ہوا چاہتا ہے؟



استاذ کا ادب واحترام کیوں اور کس طرح کیا جائے؟

پیارے بچو! پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کی ضرورت اور اس کی خوبیوں کا آپ کو بتایا جاچکا ہے اور پڑھنے لکھنے کی دولت استاذ صاحب سے ملتی ہے۔

اس لئے استاذ صاحب کا ادب اور احترام بھی ضروری ہوگیا۔

جو طالب علم اپنے استاذ کا جتنا ادب کرتا ہے اتنا ہی اس کے پڑھنے لکھنے میں برکت اور سہولت ہوتی ہے اور ایسے طالب علم اور شاگرد کو پڑھنا لکھنا جلدی آتا ہے، اور اس کا علم اس کو اتنا ہی فائدہ دیتا ہے، اور زندگی بھر کام آتا ہے۔

اس لئے ہمیشہ استاذ صاحب کا دل سے ادب کرو، ان کو اپنے سے اچھا اور بڑا سمجھو، جو بات وہ کہیں اسے غور سے سنو اور ان کی بتلائی ہوئی باتوں پر عمل کرو، ان کا کہنا مانو۔

ان کی غیر موجودگی میں ان کے بیٹھنے کی جگہ مت بیٹھو اور ان کی کوئی برائی نہ کرو، ان کی باتوں کا ہنسی مذاق نہ بناؤ۔

اور اگر استاذ صاحب کوئی بات تمہیں ایسی کہیں جو تمہیں اچھی نہ لگے یا تمہیں ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو اپنے فائدہ والی سمجھو اور اس کو غلط نہ سمجھو۔

اگر استاذ صاحب تمہیں کسی کام کا کہیں تو وہ کام کردیا کرو۔

اسی طرح پڑھنے لکھنے کا تمہیں جو کام استاذ صاحب کی طرف سے ملے اسے وقت پر پورا کرلیا کرو، اور جس طرح سے استاذ صاحب بتلائیں اسی طرح سے کیا کرو۔

جب استاذ صاحب سے ملو تو ان کو اچھے طریقہ پر سلام کیا کرو، استاذ صاحب جس جگہ تمہیں بیٹھنے کے لئے کہیں اسی جگہ بیٹھا کرو۔

استاذ صاحب کی باتوں پر غصہ نہ کیا کرو، اور استاذ صاحب کے سامنے بڑے ادب کے ساتھ بیٹھا کرو۔

اگر استاذ صاحب تمہیں کسی بات پر ڈانٹیں تو اپنی نظر کو نیچی رکھا کرو، استاذ صاحب کو غصہ سے اور گھور

کر مت دیکھا کرو۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو فوراً استاذ صاحب سے معافی مانگ لیا کرو۔

اگر تم ان ساری باتوں پر عمل کرو گے تو تم سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے اور تمہیں لکھنا پڑھنا بھی بہت جلدی آ جائے گا اور دنیا میں تمہاری عزت بڑھے گی اور تمہارا پڑھنا لکھنا تمہارے بہت کام آئے گا اور تمہیں امتحانوں میں کامیابی بھی ملے گی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ جو استاذ صاحب دین کا علم پڑھاتے ہیں ایسے استاذ صاحب کا ادب دنیا کا علم پڑھانے والے استاذ صاحب سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ دین کا علم پڑھانے والے استاذ کا دنیا کا علم پڑھانے والے استاذ صاحب سے زیادہ بڑا درجہ اور مرتبہ ہے۔

جو شاگرد اپنے استاذ صاحب کا ادب نہیں کرتے، استاد صاحب کی بات نہیں مانتے، اپنے استاذ صاحب پر غصہ کرتے ہیں، اپنے استاذ صاحب کی باتوں کو غلط سمجھتے ہیں، وہ اپنے استاذ صاحب کی خدمت نہیں کرتے، استاذ صاحب کے سامنے ادب سے نہیں بیٹھتے، اپنے استاذ صاحب کو کسی طرح کی بھی تکلیف پہنچاتے ہیں، یا اور کوئی ایسی بات یا ایسا کام کرتے ہیں جو شاگرد کو نہیں کرنا چاہیئے جن کا تمہیں پہلے بتلایا جا چکا تو!

ایسے طالب علموں کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا اور اگر کچھ لکھنا پڑھنا آ بھی جاتا ہے تو اس میں خیر اور برکت نہیں ہوتی، اور وہ پڑھنا لکھنا زندگی میں اتنا فائدہ نہیں پہنچاتا، اور ایسے طالب علموں کو امتحانوں میں کامیابی بھی نہیں ملتی، اور ایسے طالب علموں سے اللہ تعالیٰ بھی خوش نہیں ہوتے۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ استاذ صاحب کا ادب اور احترام کرو، اور جو باتیں بتلائی گئی ہیں ان پر عمل کرو

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... پڑھنے لکھنے کی دولت کس سے ملتی ہے؟

(۲)......استاذ صاحب پر غصہ کرنا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟



ایک سے دس تک گنتی کی نظم

پیارے بچو! گنتی کا یاد ہونا بہت ضروری ہے، انسان کو اگر پیسے گننے پڑیں تو اس کے لئے بھی گنتی کی ضرورت ہے، اور بہت سی چیزوں کا حساب کرنے کے لئے گنتی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم تمہیں ایک سے دس تک گنتی کرنے کی ایک نظم سناتے ہیں، اگر تم اس کو یاد کرلو گے تو تمہیں ایک سے دس تک گنتی اچھی طرح یاد ہوجائے گی۔

اور پھر تم کو اس کے بعد کی گنتی کو یاد کرنا بھی آسان ہوجائے گا۔

ایک سے دس تک کی گنتی کی نظم یہ ہے۔

ایک دو تین چار		آؤ مل کر بیٹھیں یار
پانچ چھ سات		سنو ہماری بات
آٹھ نو دس		بات ہماری بس

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اوپر ایک شعر کا حصہ یہ گزرا ہے: ایک دو تین چار

اس سے اگلا شعر کا حصہ سنایئے؟

(۲)......اوپر ایک شعر کا حصہ یہ گزرا ہے: آٹھ نو دس

اس سے اگلا شعر کا حصہ سنایئے؟



عید کیا ہے؟

پیارے بچو! ہر مذہب میں سال کے کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جن میں ہر مذہب والے خوشی مناتے ہیں اور مختلف طریقوں سے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

ہر انسان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کبھی کبھی سال کے کچھ دنوں میں خوشی کا سماں پیدا ہونا چاہئے، جس میں وہ خود تنہا نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی شریک ہوں، کیونکہ جب خوشی میں دوسرے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں تو اس سے خوشی کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

لیکن بچو! اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خوشی کے دن زیادہ نہیں ہونے چاہئیں بلکہ تھوڑے ہونے چاہئیں، کیونکہ جب خوشی کے موقعے کثرت سے پیش آتے ہیں تو خوشی کا سماں کمزور پڑ جاتا ہے اور اگر کبھی کبھی اور کم وقت کے لئے خوشی آتی ہے تو اس میں خوشی اور مزہ کا سماں خوب قائم ہوتا ہے، تو مسلمانوں کا مذہب ہی دنیا میں تنہا ایسا ہے جو خالص صحیح اور سچا مذہب ہے اور وہ انسانوں کی چھیڑ چھاڑ سے محفوظ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اسی حالت پر آج تک موجود ہے۔

بچو! انسان میں خوشی کا جذبہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، لیکن اس جذبہ کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک استعمال کیا جائے تو خیر ہی خیر ہوتی ہے۔

اور اگر اس جذبہ کا استعمال غلط طریقہ پر کیا جائے تو یہی جذبہ انسان کی دنیا اور آخرت کو خراب کر دیتا ہے، دنیا کے جتنے بھی مذہب ہیں ان میں خوشی کے جذبہ کے استعمال کا صحیح طریقہ موجود نہیں ہے، اس لیے ان کے یہاں خوشی کے جذبہ کے نام پر ایسے ایسے کام اور ایسی ایسی حرکتیں ہوتی ہیں جو انسانی تہذیب کے بالکل خلاف ہوتی ہیں بلکہ کئی مرتبہ وہ حرکتیں جانوروں اور حیوانوں والی بن جاتی ہیں۔

مگر ہمارے اسلامی مذہب میں خوشی کے جذبہ کے استعمال کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بتلایا ہے وہ صحیح انسانی تہذیب کے مطابق ہے اور جانوروں اور حیوانوں والی حرکتوں سے بالکل پاک اور صاف ہے۔

ہمارے مذہب میں سال بھر میں دو موقعوں پر خوشی کے جذبات پورے کرنے کے لئے تہوار رکھے گئے ہیں، یہ اسلامی تہوار ہیں جو دوسرے مذہب والوں کی گندی اور بُری حرکتوں سے پاک صاف ہیں، اور ان میں نشہ، شراب، موسیقی، گانے بجانے اور دوسرے گناہ کے کاموں کا کوئی تصور نہیں، جیسا کہ ہندوؤں کے یہاں ہولی کے تہوار میں خوب شراب پی جاتی ہے، اور ایک دوسرے پر رنگ ڈال کر گندا کیا جاتا ہے، عیسائیوں کے یہاں گانے بجانے اور بے حیائی وغیرہ جیسی سخت گندی حرکتیں ہوتی ہیں۔

مگر اسلامی تہوار میں ایسی کوئی گندی چیز نہیں ہے۔

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شہر سے جب ہجرت فرما کر مدینہ شہر تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام لا چکے تھے) دو تہوار منایا کرتے تھے، اور ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے۔

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی بنیاد کیا ہے؟)

انھوں نے جواب میں کہا کہ ہم اسلام لانے سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے)

یہ سن کر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو تہواروں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو تہوار دے دیئے ہیں، ایک عید الاضحیٰ یعنی بڑی عید کا دن، دوسرا عید الفطر یعنی چھوٹی عید کا دن۔

اس سے پتہ چلا کہ ہمارے مذہبی تہوار دوسرے مذہب والوں سے اچھے ہیں اور ہمارے مذہبی تہوار انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیئے ہیں۔

اس لئے ہمارے مذہبی تہواروں میں دوسرے مذہبوں کی طرح غلط کام نہیں ہوتے بلکہ سارے اچھے کام ہوتے ہیں۔

ہمارے مذہبی تہوار عید کے دن کہلاتے ہیں، اور یہ سال میں دو مرتبہ آتے ہیں، ایک کا نام

''عیدالفطر'' ہے، اور دوسرے کا نام ''عیدالاضحیٰ'' ہے۔

بچو! چھوٹی عید کا دن جس کا نام ''عیدالفطر'' ہے، یہ رمضان کا مبارک مہینہ ختم ہوتے ہی آجاتا ہے، شام کو جونہی عید کے چاند کا اعلان ہوتا ہے، تو سب مسلمانوں کے دلوں میں خوشی کا ایک عجیب سماں پیدا ہو جاتا ہے اور دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔

بچو! عید کا دن مسلمانوں کے لئے کئی طرح سے خوشی اور انعام کا دن ہوتا ہے۔

ایک تو اس طرح سے کہ پورے مہینہ روزے رکھتے رہنے کے بعد یہ پہلا دن ہوتا ہے جس میں روزے کی پابندی نہیں ہوتی اور کھانے پینے کی اجازت ہوتی ہے۔

دوسرے اس طرح سے کہ مسلمان رمضان کے پورے مہینے کے روزے رکھ کر جو نیکیاں جمع کرتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی اور رحمت اور بخشش کا انعام دیتے ہیں۔

تیسرے اس طرح سے کہ اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اور یہ بات مسلمانوں کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔

چوتھے اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا بابرکت مہینہ ہم کو اپنی زندگی میں نصیب فرمادیا، عید اس کے شکرانہ کا دن ہے۔

بچو! عید کے دن سب سے اہم اور ضروری چیز عید کی نماز ہے، جو مرد حضرات کو پڑھنا ضروری ہے، عورتوں پر ضروری نہیں، اسی طرح چھوٹے بچوں اور بیماروں پر بھی ضروری نہیں۔

عید کی نماز عام نمازوں سے مختلف طریقہ پر پڑھی جاتی ہے کیونکہ یہ ایسے دن کی نماز ہے جو دوسرے دنوں سے مختلف ہے۔

عید کی نماز بڑی مبارک نماز ہے جو عید کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں ملتی۔

اس لیے ہمیں چاہئے کہ عید کے دن عید کی نماز ضرور پڑھیں اور بڑے احترام سے پڑھیں، نماز کے دوران ہنسی مذاق اور کھیل کود سے بچیں اور نماز سے فارغ ہو کر عید کا خطبہ بھی سنیں کیونکہ اس کا سننا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

بچو! عید کے دن اچھے کپڑے پہننا بھی عبادت اور ثواب کا کام ہے کیونکہ جب اس دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمان اچھے کپڑوں میں بنیں۔

لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے کپڑے پہنیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے مہمان بننے کی وجہ سے اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں اور جو کپڑے اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوں ان کو پہن کر اللہ کا مہمان بننا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ کا ذریعہ ہے۔

اس لیے ہمیں چاہئے کہ ہم عید کے دن اچھے اور ایسے کپڑے پہنیں جو اسلامی شان اور اسلامی طرز کے ہوں، کافروں کے طرز کے نہ ہوں، جو بچے عید کے دن شلوار قمیض کے بجائے پینٹ، شرٹ وغیرہ پہنتے ہیں وہ اس دن کا صحیح حق ادا نہیں کرتے۔

بچو! عید کا دن بے شک کھانے پینے کا دن ہوتا ہے لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ کھانے پینے سے بھی اسی وقت تک فائدہ ہوتا ہے جب تک کھانا پینا ایک حد تک ہو، اگر حد سے زیادہ کھانا پینا کیا جائے تو اس سے فائدہ نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہو جاتا ہے، پیٹ خراب ہو جاتا ہے، صحت بگڑ جاتی ہے اور ضروری نہیں کہ اس کا نقصان فوراً عید کے دن ہی ظاہر ہو بلکہ کئی چیزوں کا نقصان بعد میں محسوس ہوا کرتا ہے، اس کے علاوہ بازار کی اول فول چیزیں ویسے ہی صحت کے لئے سخت خطرناک اور نقصان دہ ہیں۔ مگر بچے عید کے دن بازار کی یہ چیزیں بہت زیادہ کھاتے ہیں اور ان چیزوں میں بہت زیادہ پیسے برباد کر دیتے ہیں یعنی صحت بھی برباد ہوتی ہے اور پیسے بھی برباد ہوتے ہیں، اگر بچے ان پیسوں کو اپنے ماں باپ کے پاس یا کسی بھی بڑے کے پاس محفوظ رکھوا دیں اور ضرورت پڑنے پر اچھے اچھے کاموں میں خرچ کریں تو کتنا اچھا ہو؟

بچو! عید کے دن تو تقریباً ہر مسلمان کے گھر میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کھانے تیار ہوتے ہی ہیں، اگر تم بھی بازاری چیزوں کے بجائے ان ہی کھانوں کو کھا لو تو تمہارے پیسے بھی بچ جائیں اور صحت کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ مگر بہت سے بچے اُلٹے ہی چلتے ہیں، گھر میں تیار کئے ہوئے اچھے اور صاف ستھرے کھانے تو کھاتے نہیں اور بازار کی اول فول چیزیں کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے گھر کے کھانے کھانے کی پیٹ میں جگہ ہی باقی نہیں رہتی۔

یہ حرکت اچھی نہیں، اس لیے تم عید کے دن ایسی حرکت کرنے سے بچو۔

بچو! اگر عید کے دن کوئی تمہیں عیدی کے نام سے پیسے دے تو اس کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے، عیدی لینا دینا کوئی ضروری چیز نہیں بلکہ یہ تو بڑوں کی طرف سے چھوٹوں کا دل خوش کرنے کا ایک بہانہ ہوتا ہے۔

اس لیے اگر تمہیں کوئی عیدی نہ دے تو تم اس کا برا نہ مناؤ اور نہ ہی دوسرے سے عیدی کے نام سے پیسے مانگو۔

پیسے مانگنے کی عادت ویسے بھی اچھی نہیں، اچھے بچے پیسے نہیں مانگا کرتے، بلکہ اگر دوسرے پیسے دیتے ہیں تو ان کو لینے سے بھی منع کر دیتے ہیں، مگر جب دوسرا دینے پر زور دے رہا ہو یا بڑے کہہ رہے ہوں تو لے لیتے ہیں۔

بچو! عید کے دن غلط، برے اور گناہ کے کاموں سے بچنے کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مہمان بننے کا دن ہے، اس لئے جس دن بندے اللہ کے مہمان ہوں اس دن اللہ تعالیٰ کا مہمان بن کر کوئی غلط اور برا کام کرنا یا کسی گناہ کے کام کو کرنا ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

بچو! اگر تم سمجھدار ہو گئے ہو تو عید کے دن پانچ وقت کی نماز کی بھی پابندی کرنی چاہئے، کیونکہ نماز سے برکت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا مہمان بن کر نماز پڑھنے سے مہمانی کا حق اچھی طرح ادا ہوتا ہے۔

بچو! تمہیں ایک چیز کی طرف اور توجہ دلانی ہے، وہ یہ ہے کہ آج کل عید کارڈ ایک دوسرے کی طرف بھیجنے کا سلسلہ بھی بچوں میں بہت بڑھ گیا ہے، جس میں شعروشاعری بھی ہوتی ہے۔

یہ عید کارڈ ہمارے مذہب کے مطابق نہیں ہیں بلکہ یہ ہمارے مذہب کے خلاف ہیں، دوسرے مذہب سے ہمارے لوگوں میں یہ رسم آ گئی ہے۔

ایک تو اس میں پیسہ کو فضول برباد کرنا ہے۔

دوسرے بعض کارڈوں میں انسانوں یا جانوروں کی تصویریں بھی ہوتی ہیں جو کہ گناہ ہیں۔

تیسرے غلط انداز کے شعر لکھے جاتے ہیں، اور بھی اس طرح کی کئی برائیاں اور خرابیاں عید کارڈ میں موجود ہیں، اس لئے عید کارڈ کی رسم سے بچنا چاہئے۔

عید کی مناسبت سے جناب وفا ملک پوری صاحب کی ایک نظم پیش ہے۔

جس نے دنیا میں کیا ہو آخرت کا بندوبست		جو نہ بھولا ہو غمِ ہستی میں اقرارِ اَلَسْت
کر دیا ہو اپنی بیجا خواہشوں کو جس نے پست		جس نے اپنے نفسِ امارہ کو دیدی ہو شکست
فرق کچھ آئے نہ جس کے عزم واستقلال میں		راہِ حق پر جو رہے ثابت قدم ہر حال میں
جس کے ایماں کی حرارت قلب کو دے سوز وساز		جو سمجھتا ہو خدائے پاک کی طاعت کا راز
آنکھ کی ٹھنڈک ہو جس کے واسطے ذوقِ نماز		سر جھکا کر سجدۂ خالق میں جو ہو سرفراز
کامراں جس کی وفا ہو ہر جفا کے سامنے		جس کی پیشانی جھکی ہو بس خدا کے سامنے
بھول کر بھی امرِ حق سے ہو نہ جس کو اختلاف		کعبۂ دل کی حفاظت جو سمجھتا ہو طواف
جس کے دل کا آئینہ گردِ کدورت سے ہو صاف		جس کے حسنِ خلق کا دشمن کو بھی ہو اعتراف
جو غم واندوہ میں بھی مسکراتا ہی رہے		زیرِ خنجر بھی پیامِ حق سناتا ہی رہے
عید اس کی ہے مے وحدت سے سرشار ہو		عید اس کی ہے جو اہلِ درد کا غم خوار ہو
خلق میں امن وصداقت کا علمبردار ہو		خوگر دردِ محبت ، پیکرِ ایثار ہو
عید اس کی ہے جو احساسِ وفا سے کام لے		عید اس کی ہے جو گرتے ہوؤں کو تھام لے

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اسلامی دونوں عیدوں کے نام بتلایئے؟

(۲)......عید الفطر رمضان کا مہینہ ختم ہوتے ہی آتی ہے یا کچھ دنوں کے بعد آتی ہے؟

(۳)......عید کے دن کسی سے عیدی مانگنا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟



عیدِ قربان

پیارے بچو! تم سب نے عید الفطر جسے چھوٹی عید بھی کہا جاتا ہے گزار لی ہے، مگر عید الاضحیٰ جسے بڑی عید کہا جاتا ہے وہ ابھی آنے والی ہے، بڑی عید چھوٹی عید کے تقریباً دو مہینے اور آٹھ دن کے بعد آتی ہے، چھوٹی عید تو شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ میں آتی ہے اور بڑی عید شوال کا مہینہ گزر کر اور اس کے بعد ذیقعدہ کا پورا مہینہ ختم ہونے کے بعد ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد دس تاریخ کو آتی ہے۔

عید الفطر کو چھوٹی عید اور عید الاضحیٰ یعنی بقرعید کو بڑی عید اس لئے کہا جاتا ہے کہ چھوٹی عید کا صرف ایک دن ہوتا ہے اور بڑی عید کے تین دن ہوتے ہیں، اسی لئے بڑی عید کے تین دن تک قربانی کرنے کی اجازت ہوتی ہے، اور جس عید کے تین دن ہوں ظاہر ہے کہ وہ اس عید سے بڑی ہوئی جس کا صرف ایک دن ہو، اس کے علاوہ چھوٹی عید کے موقعہ پر صرف عید کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

لیکن بڑی عید کے موقعہ پر عید کی نماز کے علاوہ قربانی بھی ہوتی ہے اور جس عید پر دو کام ہوں وہ اس عید سے بڑی ہوگی جس میں صرف ایک کام ہو، پھر چھوٹی عید کے صرف ایک دن روزہ رکھنا منع ہوتا ہے اور بڑی عید کے موقعہ پر چار دن تک روزہ رکھنا منع ہوتا ہے، ان سب باتوں کی وجہ سے بقرعید کی عید کو بڑی عید کہا جاتا ہے۔

پیارے بچو! بڑی عید ہو یا چھوٹی عید، ہو دونوں عیدیں پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خوشی منانے کے دن ہیں۔

عید کے دنوں میں سب مسلمان اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، اور مہمان کے لئے اچھے کپڑے پہننا اور خوشی منانا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ عید کے دنوں میں وہ اچھے کپڑے جو اپنے پاس ہوں وہ پہنیں، اور خوشی منائیں، اور بڑی عید کے موقعہ پر اگر اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہے تو جانور کی قربانی بھی ضرور کریں۔

بڑی عید کے موقعہ پر جانور کی قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، ویسے تو سال بھر کے سب دنوں

میں ہی جانور ذبح ہوتے رہتے ہیں اور مسلمان ذبح ہوئے جانوروں کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں۔

لیکن بڑی عید کے موقعہ پر جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں وہ سال بھر کے عام دنوں میں ذبح ہونے والے جانوروں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ عید کے موقعہ پر اس عمل کو قربانی کہا جاتا ہے اور سال بھر ذبح ہونے والے جانوروں کو قربانی نہیں کہا جاتا۔

قربانی بڑی عید کے تین دنوں کے ساتھ خاص ہے، ان تین دنوں کے علاوہ جو جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے انہیں قربانی نہیں کہا جا سکتا، یہاں تک کہ اگر کسی نے بڑی عید کے دنوں میں قربانی کرنے کے لئے جانور خرید لیا لیکن عید کے تین دنوں میں اس جانور کی قربانی نہیں کی جا سکی تو پھر اس جانور کی قربانی نہیں کی جا سکتی، کیونکہ قربانی کے دن ختم ہو گئے۔

بچو! قربانی کے جانور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور پیارے جانور ہوتے ہیں، اور یہ جانور انسانوں کے پاس چند دن کے مہمان ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کے ان پیارے جانوروں اور مہمانوں کو اچھی طرح سے رکھنا چاہئے، اور ان کی خوب خاطر تواضع کرنی چاہئے، ان جانوروں کو مارنا پیٹنا اور ان جانوروں کو کسی طرح سے تکلیف پہنچانا بہت بری بات ہے، ان کے کھانے پینے کا خیال رکھنا چاہئے اور موسم کے مطابق ان کو گرم یا ٹھنڈی جگہ رکھنا چاہئے، ان کے اوپر چڑھ کر بیٹھنا یا ان پر سواری کرنا یا ان کی رسی پکڑ کا اس طرح کھینچنا کہ ان کا گلا گھونٹ دیا جائے بہت بری بات ہے، اسی طرح ان کے آرام میں خلل ڈالنا اور ان جانوروں کو آرام نہ کرنے دینا، یا ان کو برا بھلا کہنا ان سب باتوں سے ہمیں بچنا چاہئے، ورنہ یہ بے زبان جانور اللہ تعالیٰ سے بددعا کرتے ہیں اور ان کی بددعا لگ جاتی ہے، اور اس کا ہمیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

بچو! جانور انسانوں کی طرح زبان سے بول تو نہیں سکتے لیکن ظاہر ہے کہ وہ بھی تو جان رکھتے ہیں اور ان کو بھی غمی خوشی کی باتوں سے غمی اور خوشی ہوتی ہے، اس لئے انہیں جب کوئی آرام پہنچاتا ہے ان کی بھوک پیاس کا خیال رکھتا ہے اور ان کو پیار کرتا ہے تو یہ جانور خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسا کرنے والے بندوں سے خوش ہوتے ہیں اور یہ جانور ان بندوں کو اچھی اچھی دعائیں دیتے

ہیں۔

اور جو بندے ان جانوروں کو غم اور رنج پہنچاتے ہیں تو یہ جانور ان بندوں سے ناراض ہوتے ہیں اور ان پر غصہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے بندوں سے ناراض ہوتے ہیں، پھر بعض دفعہ یہ جانور غصہ میں آ کر حملہ بھی کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت بڑا نقصان ہو جاتا ہے بعض بندے تو اس حملہ سے فوت بھی ہو جاتے ہیں اور جو فوت نہ ہوں وہ زخمی ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ جانور غصہ میں آ کر انسان کے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں، اور چھوٹ کر بھاگ جاتے ہیں اور پھر ہاتھ نہیں آتے، اس طرح ان کی قربانی بھی نہیں ہو پاتی۔

اس سے تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ قربانی کے جانوروں کو تکلیف پہنچانا کتنا برا ہے اور اس میں کیسے کیسے نقصان اور خرابیاں ہیں، اور یہ بھی پتہ چل گیا ہو گا کہ قربانی کے جانوروں کی خدمت کرنا اور ان سے محبت پیار کرنا کتنے فائدہ کی اور اچھی بات ہے۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ جب تمہارے یہاں قربانی کے جانور آئیں تو ان سے پیار کرو، انہیں اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ، اور انہیں کسی بھی طرح تکلیف نہ پہنچاؤ۔

اور جب جانور کی قربانی ہو جائے تو قربانی کے جانور کا گوشت کھانا بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، قربانی کے جانور کا گوشت عام دوسرے گوشت کی طرح نہیں ہوتا، قربانی کے جانوروں کا گوشت کھانا ثواب کا کام ہے، اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو قربانی کا گوشت ثواب سمجھ کر کھانا چاہیئے، اور اپنے دوسرے دوستوں، رشتہ داروں اور غریبوں کو بھی قربانی کا گوشت دینا چاہیئے، یہ بھی ثواب کا کام ہے۔

لیکن بڑی عید کے موقعہ پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اپنے حساب سے گوشت کھانا چاہیئے، اتنا نہیں کھانا چاہیئے کہ پیٹ ہی خراب ہو جائے اور ہضم ہی نہ ہو۔

پیارے بچو! جس جگہ قربانی کے جانور کو ذبح کیا جا رہا ہوں وہاں سے فاصلہ پر اور محفوظ جگہ رہنا چاہیئے، کیونکہ بعض دفعہ قربانی کا جانور، ذبح کرنے اور پکڑنے والوں سے بے قابو ہو کر بھاگنے لگتا ہے اور غصہ میں آ کر جو بھی سامنے آئے اس کو مارنے لگتا ہے یا بھاگتے ہوئے وہاں پر موجود

بندوں کے اوپر چڑھ جاتا ہے اور ان کو کچل دیتا ہے، ہر سال بڑی عید کے موقعہ پر ایسے کئی واقعات ہوتے ہیں، کئی بندے فوت ہو جاتے ہیں اور کئی بندے زخمی ہو جاتے ہیں۔

بچو! یہ کچھ باتیں تمہیں بڑی عید کے بارے میں بتلائی گئی ہیں، ان سب کا مقصد یہ ہے کہ تم ان باتوں پر عمل کرو، اچھے کام کرو اور غلط کاموں سے بچو، کیونکہ اچھے بچوں کی نشانی یہی ہوتی ہے کہ جب انہیں اچھی باتیں بتلائی جاتی ہیں تو وہ ان پر عمل کرتے ہیں اور جب غلط اور بری باتوں سے منع کیا جاتا ہے، تو وہ ان سے بچتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو چھوٹی عید کے بعد بڑی عید بھی خوشیوں کے ساتھ نصیب فرمائیں، اور ہمیں پسند والے کاموں کو کرنے کی توفیق دیں اور ناراض کرنے والوں کاموں سے ہم سب کو بچائیں، اور عید کے دنوں میں ہم سب کو اپنا اچھا اور خوش نصیب مہمان بننے والا انسان بنائیں۔

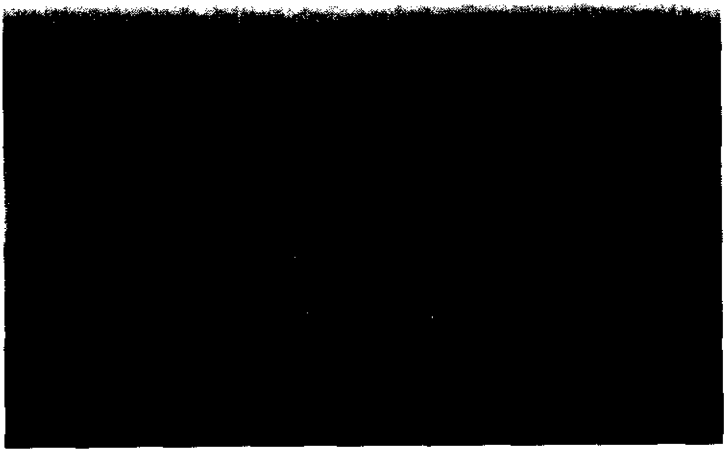
ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بڑی عید کے کتنے دن ہوتے ہیں؟

(۲)...... بڑی عید پر دو کام کون سے کرنے ہوتے ہیں؟

(۳)......قربانی کے جانور کی خدمت کرنا اچھا کام ہے یا برا؟

(۴)...... بڑی عید کس مہینے اور تاریخ میں ہوتی ہے؟



ہمارے ماں باپ کون اور کیا ہیں؟

ہم سب کے ماں باپ جن کو والدین اور امی ابو بھی کہا جاتا ہے، ان کا بہت بڑا درجہ اور مرتبہ ہے، بلکہ اللہ میاں کے بعد والدین ہی کا درجہ اور مرتبہ ہے، اس لئے ہمیشہ ماں باپ کا کہنا ماننا چاہئے اور ان کی خدمت کرنی چاہئے، اور ان کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہنچانی چاہئے، ماں باپ کو برا بھلا کہنا، ان کو برے الفاظ کہنا اور ان کو بد دعا دینا بہت بری بات ہے۔

ماں باپ کی بات کو ٹھکرانا نہیں چاہئے، اور ان کے سامنے اونچی آواز سے بات بھی نہیں کرنی چاہئے۔

کیونکہ ہمارے ماں باپ ہی نے ہمیں کھلا پلا کر اور پال کر بڑا کیا ہے، جب ہمیں خود کھانا نہیں آتا تھا، پینا نہیں آتا تھا، ہمیں ہمارے ماں باپ ہی کھلاتے پلاتے تھے، اگر وہ ہمیں اس وقت نہ کھلاتے اور نہ پلاتے تو آج ہم بڑے ہو کر خود کھانے پینے والے نہ ہوتے، پتہ نہیں کس طرح بھوکے پیاسے اب تک مر چکے ہوتے۔

ہم آج تک جو زندہ ہیں یہ سب ہمارے ماں باپ کی محنت اور قربانی کی برکت ہے۔

ہم جب بہت چھوٹے تھے تو پیشاب پاخانہ بھی ہم کو کرنا نہیں آتا تھا، ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیشاب پاخانہ کرنا سکھایا اور پیشاب پاخانہ جیسی گندی چیز سے ہمیں پاک اور صاف رکھا۔

جب ہمیں نہانا دھونا نہیں آتا تھا، اس وقت ہمارے ماں باپ ہمیں نہلاتے تھے، جس کی وجہ سے آج ہم صاف ستھرے اور صحت مند نظر آتے ہیں، ورنہ معلوم نہیں آج ہمارا کیا حال ہوتا، ہوسکتا ہے کہ ہم پیشاب پاخانہ کی گندگی اور بدبو ہی میں سڑ کر مر جاتے اور ہمارے بدن میں کیڑے پڑ جاتے، یہ ہمارے ماں باپ کا ہمارے اوپر کتنا بڑا احسان ہے، جس کا ہم پوری زندگی حق ادا نہیں کر سکتے۔

اسی طرح جب ہم چھوٹے تھے اور کپڑے پہننا بھی ہمیں نہیں آتا تھا، اس وقت ہمارے ماں باپ ہی ہمیں کپڑے پہناتے تھے، سردی کے موسم میں گرم کپڑے پہنا کر اور اوڑھا کر ہماری سردی سے

حفاظت کرتے تھے، اگر ہمارے ماں باپ ایسا نہ کرتے تو شاید ہم آج زندہ بھی نہ ہوتے، کبھی کے مر چکے ہوتے۔

اسی طرح ہمیں کسی بھی نقصان اور فائدہ پہنچانے والی چیز کا پتہ نہیں تھا کہ کس چیز سے کیا فائدہ اور کیا نقصان ہوتا ہے، اگر ہمارے ماں باپ ہمیں نقصان کی چیزوں کا پتہ نہ بتاتے اور ہمیں نقصان کی چیزوں سے نہ بچاتے تو آج نہ جانے ہماری کیا حالت ہوتی۔

ہمیں پتہ نہیں تھا کہ آگ سے انسان جل جاتا ہے، اس سے اپنے آپ کو بچانا اور دور رکھنا چاہئے، ہمارے ماں باپ نے ہمیں آگ سے بچا کر رکھا اور آگ کا نقصان ہمیں پتہ بتلایا، ورنہ ہم ہوسکتا ہے کہ آگ سے جل چکے ہوتے۔

ہمیں پتہ نہیں تھا کہ بجلی سے کرنٹ لگ جاتا ہے اور انسان فوت ہو جاتا ہے، ہمارے ماں باپ نے ہمیں بار بار بجلی سے بچا کر رکھا اور ہمیں بتلایا اور سکھلایا کہ بجلی کے کرنٹ سے بچ کر رہنا چاہئے۔ اگر ہمارے ماں باپ ہم پر یہ احسان نہ کرتے تو ہوسکتا ہے کہ ہم بجلی کا کرنٹ لگنے سے اب تک مر چکے ہوتے۔

جب ہم چھوٹے تھے ہمیں اپنے گھر کا پتہ نہیں تھا، اگر ہمارے ماں باپ ہمیں اپنے ساتھ نہ رکھتے تو ہوسکتا ہے کہ ہم کہیں گم ہو جاتے اور کوئی ہمیں پکڑ کر نہ جانے ہمارے ساتھ کیا کرتا، ہوسکتا ہے کہ ہمارے ہاتھ پاؤں توڑ دیتا، ہماری آنکھیں پھوڑ دیتا اور ہمیں اپاہج بنا کر ہمارے سے بھیک منگوانے کا کام لیتا، یا کوئی ہمیں پکڑ کر کسی کے ہاتھ بیچ دیتا اور نہ جانے ہمیں کیا کیا تکلیفیں اور اذیتیں دی جاتیں۔

اسی طرح ہمیں بولنا اور چلنا پھرنا نہیں آتا تھا، ہمارے ماں باپ نے ہمیں بولنا اور چلنا پھرنا سکھایا، جس کی وجہ سے آج ہم دوسروں سے بات چیت کر سکتے ہیں۔

آج ہم اپنے پاؤں سے چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتے ہیں، اور چل پھر کر اپنے کام کاج کر سکتے ہیں۔

اگر چھوٹے ہونے کے وقت ہم بیمار ہو جاتے تھے یا کوئی تکلیف پہنچتی تھی اور اپنی زبان بھی نہیں

ہلا سکتے تھے کہ ہمیں کیا تکلیف پہنچی ہے اور ہمارے ساتھ کیا مسئلہ اور پرابلم ہے، اس وقت بھی ہمارے ماں باپ ہی ہمیں حکیم اور ڈاکٹر کے پاس لے جا کر ہمارا علاج کرواتے تھے، ہمیں وقت پر دوا کھلاتے تھے، اور جس چیز کے کھانے پینے سے حکیم اور ڈاکٹر نے منع کیا ہوتا تھا وہ چیز ہمیں کھانے نہیں دیتے تھے، اور بیماری کے وقت فائدہ والی چیزیں لا لا کر ہمیں کھلاتے تھے، جس کی وجہ سے آج ہم تندرست اور صحیح سلامت ہیں، اگر ہمارے ماں باپ ہمارے ساتھ یہ محبت والا معاملہ نہ کرتے تو شاید ہم بیماری اور تکلیف میں پڑے پڑے روتے پیٹتے گل سڑ جاتے۔

جب ہم چھوٹے تھے ہمیں لکھنا پڑھنا کچھ بھی نہیں آتا تھا، ہمارے ماں باپ نے ہمیں لکھنے اور پڑھنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کیں، ہمیں پڑھانے کے لئے پیسے خرچ کئے، کتابیں لا کر دیں، ہمیں مدرسہ اور سکول تک پہنچانے میں محنت کی، ہمیں شیطان پڑھنے لکھنے سے روکتا تھا اور ہمیں ان پڑھ اور جاہل رکھوانا چاہتا تھا، ہمارے ماں باپ نے ہمیں شیطان سے بچایا، اسی طرح ہمارے ماں باپ نے ہمیں نہ جانے کتنی نقصان کی چیزوں سے بچایا۔

اس طرح کی وہ سب چیزیں اور وہ سب کام جو ہمیں چھوٹا ہونے کے وقت بالکل بھی نہیں آتے تھے وہ سب ہمارے ماں باپ نے ہم کو سکھلا دیئے اور بتلا دیئے۔

ان سب باتوں سے پتہ چلا کہ ہمارے ماں باپ کے ہم پر بہت بڑے بڑے احسان ہیں، اور ہم آج جو کچھ بھی ہیں وہ سب اپنے ماں باپ کی محنتوں کی وجہ سے ہیں۔

اس لئے ہمیں اپنے باپ کی جتنی بھی ہو سکے خدمت کرنی چاہیے، ان کے آرام وسکون کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے، اور ان کو کسی بھی قسم کی اور کبھی بھی تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ جتنی بھی نیکی کر لیں اور ان کی جتنی بھی خدمت کر لیں کبھی بھی ہم ان کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

اس لئے ہمیں اپنے ماں باپ کی خدمت کرنے کے بعد کبھی بھی یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم نے ان پر کوئی احسان کیا ہے۔

ماں باپ جب بیمار یا بوڑھے ہو جائیں، اس وقت ان کی خدمت کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی

ہے۔

اگر آج ہم اپنے بیمار یا بوڑھے ماں باپ کی خدمت کریں گے تو اس کی برکت سے کل جب ہم بیمار یا بوڑھے ہونگے تو ہمیں بھی اپنے بڑھاپے میں ایسی اولاد ملے گی جو ہماری خدمت کرے گی اور ہمیں فائدہ پہنچائے گی، ورنہ اگر آج ہم اپنے بوڑھے ماں باپ کو تکلیف پہنچائیں گے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آگے ایسی اولاد دیں گے جو ہماری خدمت نہ کرے گی اور ہمیں تکلیف اور نقصان پہنچائے گی۔

مگر بچو! ہم نے آج اپنے ماں باپ کی ان سب محنتوں کو بھلا دیا ہے اور انہوں نے جو جو ہماری خدمت کی ہے وہ سب ہمارے ذہنوں سے نکل چکی ہے، ہم آج اپنے آپ کو ماں باپ سے بڑا اور اچھا سمجھتے ہیں، اور اپنے ماں باپ کو اپنے سے گھٹیا اور برا سمجھتے ہیں، ہمارے ماں باپ ذرا سی بات ہمیں کہہ دیں تو ہمیں برداشت نہیں ہوتی، جبکہ ہمارے ماں باپ نے بچپن میں ہماری خاطر نہ جانے کیا کیا باتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔

ہم آج اپنے ماں باپ کا کہنا نہیں مانتے اور ان پر غصہ کرتے ہیں، جبکہ ہمارے ماں باپ نے ہماری سب چیزوں اور ضرورتوں کو پورا کیا اور محبت سے ہمیں پال کر بڑا کیا۔

آج ہم اپنے ماں باپ کو اپنی اسی زبان سے برا بھلا کہتے ہیں جو زبان بولنا بھی نہیں جانتی تھی اور ہمارے ماں باپ نے ہی ہمیں اس زبان سے بولنا سکھلایا۔

آج ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتے، جبکہ ہمارے ماں باپ نے ہماری خدمت ایسے وقت میں کی تھی جب ہمیں اپنے ہاتھوں سے کام بھی نہیں کرنا آتا تھا اور ہمیں ہاتھ پاؤں ہلانا بھی مشکل تھا۔

آج ہمارے ماں باپ ہمیں کوئی کام کرنے کے لئے کہہ دیں تو ہم نخرے کرتے ہیں اور کام نہیں کرتے، جبکہ ہمارے ماں باپ نے اس وقت ہمارے سارے کام کاج کئے، جب ہمیں چلنا بھی نہیں آتا تھا۔

آج ہم اپنے ماں باپ کو ایک روپیہ دینا پسند نہیں کرتے جبکہ ہمارے ماں باپ نے اپنے مال

اور اپنے روپیہ پیسہ سے ہمیں کھلا کر پلا کر اور پہنا کر بڑا کیا اور ہمارے اوپر لاکھوں روپیہ خرچ کیا۔

آج ہمارے ماں باپ ہم سے کوئی بات ایک دو مرتبہ بھی معلوم کرلیں تو ہم ان پر غصہ کرتے ہیں اور ان سے بات نہیں کرتے، جبکہ چھوٹا ہونے کے زمانے میں ہم اپنے ماں باپ سے ایک بات کوئی کئی مرتبہ پوچھتے اور معلوم کرتے تھے اور ہمارے ماں باپ ہمیں بار بار پیار سے اس کو بتا دیتے تھے۔

ہماری یہ ساری حرکتیں ہمارے ماں باپ کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی اور ظلم ہیں، اور ظلم و ناانصافی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو دوسروں کے ہاتھوں سے ناانصافی اور ظلم کا بدلہ دلواتے ہیں۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا اور ان کا کہنا ماننے والا اور ان کا ادب کرنے والا اور ان کے ساتھ محبت کرنے والا بنائے۔

اور ان کو تکلیف پہنچانے والا اور ان پر غصہ کرنے والا اور ان کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والا نہ بنائے۔ آمین۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......ہمیں بولنا اور بات کرنا کس نے سکھایا؟

(۲)......ہمیں چلنا پھرنا کس نے سکھایا؟

(۳)......ہمیں ماں باپ کی خدمت کرنی چاہیے یا نہیں؟

(۴)......ہمیں اپنے ماں باپ کا کہنا ماننا چاہیے یا نہیں؟

(۵)......اللہ تعالیٰ کے بعد کس کا درجہ اور مرتبہ ہے؟



رحمت کی برسات ماں

پیارے بچو! بچوں کے لئے اُن کے ماں باپ بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہیں، اور بچوں کی تربیت اور پرورش میں وہ بہت تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کرتے ہیں، لیکن جب بچے سمجھدار اور بڑے ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ شادی بیاہ بھی ہو جاتا ہے تو پھر یہی بچے اپنے ماں باپ کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیتے ہیں، اور ایک دن پھر وہ ماں باپ کی نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

جو اشعار آگے آ رہے ہیں اُن میں ماں باپ اور اولاد کے شروع سے اخیر تک کے اسی طرح کے کردار کو بیان کیا گیا ہے۔

تمہیں چاہیے کہ تم ان شعروں کو اچھی طرح پڑھو، اور سمجھو؛ اور ہو سکے تو یاد کر لو۔

جب تُو پیدا ہوا کتنا مجبور تھا		یہ جہاں تیری سوچوں سے بھی دُور تھا
ہاتھ پاؤں بھی تب تیرے اپنے نہ تھے		تیری آنکھوں میں دنیا کے سپنے نہ تھے
تجھ کو آتا تھا جو صِرف رونا ہی تھا		دودھ پی کے تیرا کام سونا ہی تھا
تجھ کو چلنا سکھایا تھا ماں نے تیری		تجھ کو دل میں بسایا تھا ماں نے تیری
ماں کے سائے میں پروان چڑھنے لگا		وقت کے ساتھ قد تیرا بڑھنے لگا
دھیرے دھیرے تو کڑیل جواں ہو گیا		تجھ پہ سارا جہاں مہرباں ہو گیا
زورِ بازو پہ تُو بات کرنے لگا		خود ہی سجنے لگا خود سنورنے لگا
اک دن ایک حسینہ تجھے بھا گئی		بن کے دُلہن وہ پھر تیرے گھر آ گئی
فرض اپنے سے تو دُور ہونے لگا		بیج نفرت کا خود ہی تُو بونے لگا
پھر تو ماں باپ کو بھی بُھلانے لگا		تیر باتوں کے پھر تُو چلانے لگا
بات بے بات تُو اُن سے لڑنے لگا		قاعدہ اِک نیا پھر تُو پڑھنے لگا

یاد کر تجھ سے ماں نے کہا ایک دن　　اب ہمارا گزارا نہیں تیرے دن
سُن کے یہ بات تو طیش میں آ گیا　　تیرا غصہ تیری عقل کو کھا گیا
جوش میں آ کے تُو نے یہ ماں سے کہا　　میں تھا خاموش سب دیکھتا ہی رہا
آج کہتا ہوں پیچھا میرا چھوڑ دو　　جو رشتہ میرا تم سے ہے وہ توڑ دو
جاؤ جا کے کہیں کام دھندا کرو　　لوگ مرتے ہیں تم بھی کہیں جا مَرو
بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے وہ رات بھر　　اُن کی آہوں کا تُجھ پر ہوا نہ اَثر
ایک دن باپ تیرا چلا رُوٹھ کر　　کیسے بکھری تھی پھر تیری ماں ٹوٹ کر
پھر وہ بے بس اَجَل کو بلاتی رہی　　زندگی اُس کو ہر روز ستاتی رہی
ایک دن موت کو ترس آ گیا　　اس کا رونا بھی تقدیر کو بھا گیا
اشک آنکھوں میں تھے وہ روانہ ہوئی　　موت کی ایک ہچکی، بہانہ ہوئی
اِک سکوں اس کے چہرے پہ چھانے لگا　　پھر تو میت اُس کی سجانے لگا
مدّتیں ہوگئیں آج بوڑھا ہے تُو　　جو پڑا ٹوٹی کھٹیا پر کوڑا ہے تُو
تیرے بچے بھی اب تجھ سے ڈرتے نہیں　　نفرتیں ہیں محبت وہ کرتے نہیں
دَرد میں تو پکارے کہ او میری ماں　　تیرے دَم سے روشن تھے دونوں جہاں
وقت چلتا رہے وقت رُکتا نہیں　　ٹوٹ جاتا ہے وہ جو کہ جھکتا نہیں
بن کے عبرت کا تو اَب نشاں رہ گیا　　ڈھونڈ لے زور تیرا کہاں رہ گیا
تُو احکامِ ربّی بُھلاتا رہا　　اپنے ماں باپ کو تُو ستاتا رہا
کاٹ لے تو وہی تُو نے بویا تھا جو　　تجھ کو کیسے ملے تو نے کھویا تھا جو
یاد کر کے گیا دَور، تُو رونے لگا　　کل جو تُو نے کیا آج ہونے لگا
موت مانگے تجھے موت آتی نہیں　　ماں کی صورت نگاہوں سے جاتی نہیں
تُو جو کھانسے تو اولاد ڈانٹے تجھے　　تو ہے ناسُور سُکھ کون بانٹے تجھے

موت آئے گی تجھ کو مگر وقت پر		بَن ہی جائے گی تیری قبر وقت پر
قدر ماں باپ کی گر کوئی جان لے		اپنی جنّت کو دنیا میں پہچان لے
اور لیتا رہے وہ بڑوں کی دعا		اس کے دونوں جہاں اس کا حامی خدا
یاد رکھنا تُو بادشاہ کی اِس بات کو		بھُول جانا نہ رحمت کی برسات کو

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اوپر ایک شعر یہ گزرا ہے کہ:

تجھ کو چلنا سکھایا تھا ماں نے تیری

اس سے اگلا شعر سنایئے؟

(۲)......اوپر ایک شعر یہ گزرا ہے کہ:

قدر ماں باپ کی گر کوئی جان لے

اس سے اگلا شعر سنایئے؟



کھانا کس طرح کھانا چاہئے

پیارے بچو! کھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ نعمت اگر ہمیں نہ ملے تو ہمارا زندہ رہنا مشکل ہے، ہمارے جسم کے لئے کھانے پینے کی خوراک ایسی ہے جیسا کہ گاڑی کے لئے پٹرول اور گیس ہے کہ جس طرح گاڑی میں پٹرول یا گیس ہوتا ہے تو گاڑی چلتی ہے ورنہ نہیں۔

اسی طرح ہماری زندگی کی گاڑی چلنے کیلئے اس کو خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ خوراک ہمیں کھانے پینے کی شکل میں حاصل ہوتی ہے۔

کھانا پینا اگر صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک طرح سے ہوتا ہے تو زندگی کی گاڑی بھی ٹھیک ٹھاک طرح سے یعنی صحت اور تندرستی کے ساتھ چلتی ہے اور اگر کھانے پینے میں گڑ بڑ ہوتی ہے تو زندگی کی گاڑی چلنے میں بھی گڑ بڑ ہوتی ہے یعنی انسان بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔

اس لئے ہمیں جہاں کھانے پینے کی شکل میں خوراک کی ضرورت ہے اسی طرح اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اس خوراک کو ٹھیک ٹھیک طرح سے استعمال کریں۔

اب ہم تمہیں خوراک کو ٹھیک ٹھیک طرح سے استعمال کرنے کے بارے میں کچھ باتیں بتلاتے ہیں، کھانا پینا اس وقت کھانا چاہئے جب بھوک اور پیاس لگی ہوئی ہو بغیر بھوک اور پیاس کے کھانا پینا فائدہ نہیں دیتا بلکہ الٹا نقصان دیتا ہے۔

پھر ایک بھوک تو سچی ہوتی ہے اور ایک بھوک جھوٹی ہوتی ہے، جھوٹی بھوک میں بھی کھانا کھانے سے نقصان ہوتا ہے، جھوٹی بھوک اور سچی بھوک کی نشانی یہ ہے کہ سچی بھوک میں جو چیز بھی مل جائے چاہے سالن کے بغیر ہی روٹی ہو، انسان اس کو کھا کر بھی اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے اور ناز نخرے نہیں کرتا کہ یہ ہونا چاہئے تھا۔

بس جو کچھ بھی ملتا ہے نخرے اور ضد کے بغیر اس کو کھا کر اپنی بھوک مٹا لیتا ہے اور جھوٹی بھوک میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ جھوٹی بھوک میں انسان نہ جانے کیا کیا نخرے اور بہانے کرتا ہے کہ میں یہ چیز نہیں کھاتا اور وہ چیز نہیں کھاتا، مطلب یہ ہے کہ جھوٹی بھوک میں جو چیز کھانے کی موجود ہو اس کو کھانے

سے بچتا ہے اور اپنی پسند کی چیزوں کو تلاش کرتا ہے، اس سے تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ جھوٹی اور سچی بھوک میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمہیں سچی اور جھوٹی بھوک میں فرق کا پتہ چل جائے اور اس کے بعد تم ہمیشہ سچی بھوک میں کھایا پیا کرو، جھوٹی بھوک میں نہ کھایا پیا کرو۔

اسی طرح بازار میں بکنے والی اول فول چیزیں، جیسے چیونگم ، ٹافیاں وغیرہ بھی صحت کو نقصان دیتی ہیں، ان کو بھی نہیں کھانا چاہئے۔

کھانے میں ناز نخرے کرنا اور کھانے کی چیزوں کو برا بھلا کہنا بہت بری بات ہے، دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس طرح عزت کے ساتھ سوکھی روٹی بھی کھانے کو نہیں ملتی، جتنی عزت سے ہمیں وقت پر روزانہ تازہ کھانا مل جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں وقت پر جو کچھ ملے اس پر اللہ کا شکر کرنا چاہئے...... کھانا کھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھو لینا چاہئے، ہمارے ہاتھ ادھر ادھر کی چیزوں میں لگتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں میں طرح طرح کے جراثیم اور گندگی لگ جاتی ہے، اگر کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ نہ دھوئے جائیں تو کھانے کے ساتھ جراثیم اور گندگی بھی ہمارے پیٹ میں چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے انسان بیمار پڑ جاتا ہے۔ اس لئے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے سے انسان کئی بیماریوں سے بچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ کھانے میں برکت ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتے ہیں کیونکہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا طریقہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا ہے، اس لئے ہمیں اپنے پیارے نبی کے طریقہ پر چلنا چاہئے۔

کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو، اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا یاد نہ رہے تو کھانے کے دوران جب بھی یاد آ جائے تو ''بِسْمِ اللهِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ '' پڑھ لیا کرو، یہ الفاظ یاد کرلو، بہت چھوٹے اور آسان ہیں۔

کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنے کے بہت سے فائدے ہیں، ایک فائدہ یہ ہے کہ شیطان کھانے میں ساتھ شریک نہیں رہتا، ورنہ شیطان بھی شریک ہو جاتا ہے اور وہ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں

کے کھانے کو بھی خراب کرتا ہے۔

جب کھانا کھایا کرو تو سکون سے ایک جگہ بیٹھ کر کھایا کرو، چلتے پھرتے کھانا کھانا، یا مختلف جگہ بدل بدل کر کھانا کھانا بھی شریف اور اچھے لوگوں کا طریقہ نہیں۔

جب کھانا کھانے کیلئے بیٹھا کرو تو دستر خوان بچھا لیا کرو، دستر خوان بچھا کر کھانا کھانے کے بہت سارے فائدے ہیں اور یہ بھی ہمارے پیارے نبی ﷺ کا طریقہ ہے۔

کھانا کھانے کے لئے اتنا سالن لینا چاہئے جتنا تم کھا سکو، زیادہ سالن لے کر بعد میں چھوڑ دینا بھی اچھی بات نہیں، جو سالن بچا کر چھوڑ دیا جاتا ہے وہ ضائع چلا جاتا ہے اور اللہ کے رزق کو ضائع کرنا گناہ کی بات ہے، جو سالن آپ نے بچا کر چھوڑ دیا ہے اگر وہ نکالا ہی نہ جاتا تو دوسرے کے کام میں آ جاتا، تمہاری امی، ابو، بہن، بھائی یا کوئی اور کھا لیتا، اس لئے سالن اتنا لیا کرو جتنی تمہیں ضرورت ہے۔ اسی طرح روٹی بھی اتنی لیا کرو جتنی تم کھا سکتے ہو، روٹی کا لقمہ بناتے وقت بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ روٹی کو اس طرح توڑنا چاہئے کہ باقی روٹی صحیح سالم بچ جائے، روٹی کے ایک طرف سے لقمہ توڑ توڑ کر کھانا چاہئے۔ روٹی کے کئی ٹکڑے کر کے چھوڑ دینے سے بھی وہ روٹی ضائع ہو جاتی ہے...... اسی طرح جو روٹی کا حصہ ابھی کھایا نہیں ہے، اسے سالن کے ہاتھ لگا کر خراب نہیں کرنا چاہئے، اور روٹی سے جو ٹکڑا توڑ کر کھانا ہے وہ بہت بڑا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ چھوٹا ہونا چاہئے، بڑے بڑے لقمے بنا کر کھانے سے صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

اسی طرح چاول یا کسی دوسری چیز کو کھائیں تو منہ میں نوالہ بڑا نہیں رکھنا چاہئے، اور جو چیز بھی کھائیں اسے دانتوں سے خوب چبا کر اور باریک کر کے کھانا چاہئے۔

کھانا اس طرح کھانا چاہئے کہ سالن وغیرہ کپڑوں کے اوپر نہ گرے، اور اپنے سامنے سے کھانے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر دوسرے لوگ بھی ساتھ کھا رہے ہوں تو اچھی چیز پر پہلے ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے، ورنہ تو دوسرے لوگ سمجھیں گے کہ تمہاری نیت خراب ہے اور تمہیں شاید اچھی چیز کھانے کو نہیں ملتی...... کھانا کھاتے وقت ادھر ادھر اور دائیں بائیں دیکھنا یا دوسرے لوگوں کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھتے رہنا بری بات ہے...... کھانا کھاتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھو کہ کھانا

کسی طرح بھی ضائع نہ ہو، دسترخوان پر یا نیچے کوئی کھانے کا ذرہ نہ گرنے دو، اگر گر جائے تو اسے اٹھا کر کھالو، ہاں اگر گندہ ہوگیا ہو اور کھانے کے قابل نہ رہا ہو تو رہنے دو۔

کھانا بہت زیادہ نہ کھاؤ، بس اتنا کھاؤ کہ پیٹ بھر جائے اور کچھ تھوڑا بہت کھانے کو اور دل چاہ رہا ہو، زیادہ کھانے سے پیٹ خراب ہوجاتا ہے، کھانا صحیح ہضم نہیں ہوتا، اور کئی بیماریاں ہوجاتی ہیں

کھانا کھاتے وقت بلاضرورت چک چک زبان نہ چلاؤ اور کھانے کی آواز نہ نکالو۔

اسی طرح کھانا کھاتے وقت بہت زیادہ باتیں بھی نہ کرو۔

جب کھانا کھاچکنے لگو تو برتن اچھی طرح صاف کردیا کرو، اور ہاتھوں یا انگلیوں پر کچھ کھانے کا حصہ لگا ہو تو زبان سے چاٹ کر صاف کرلیا کرو، اور بعد میں ہاتھ بھی دھولیا کرو، ہاتھ دھوئے بغیر اسی طرح چھوڑ دینا اور پھر ہاتھوں کو پردے یا دوسری چیزوں پر لگانا بری بات ہے، اگر کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے نہ جائیں تو ہاتھ کپڑوں پر یا جس چیز پر بھی لگیں گے، خواہ وہ کپڑے ہوں یا دیوار اور پردہ ہو، وہ چیز یقیناً خراب ہوگی، اور ہاتھوں میں کھانا لگا رہنے سے وہ سڑ جائے گا، اور جراثیم پیدا ہونگے، جس سے بیماری آئے گی۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا کوئی ایک فائدہ بتلایئے؟

(۲)......کھانا کب کھانا چاہئے؟

(۳)......کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھوئے جائیں تو اس سے کیا نقصان ہوتا ہے؟



ملنے جلنے اور بات چیت کرنے کے اچھے طریقے

پیارے بچو! جب کسی سے ملو تو اچھے طریقہ سے ملو، اس سے ملنے پر اپنے چہرہ سے خوشی کو ظاہر کرو، کسی سے منہ چڑھا کر اور ماتھے پر بل ڈال کر ملنا بُری بات ہے۔

جب کسی مسلمان سے ملو تو ملتے ہی سب سے پہلے اس کو اسلامی طریقہ پر سلام کرو۔

اسلامی طریقہ پر سلام کے الفاظ یہ ہیں۔

"اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ"

اور اگر اس سے بھی زیادہ اچھے طریقہ پر سلام کرنا چاہو تو اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی ملا لو۔

"وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ"

اور ان الفاظ کو ملا کر اس طرح سے سلام کرو۔

"اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ"

پیارے بچو! مسلمان سے ملنے پر سلام کرنا اور اگر دوسرا مسلمان سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا یہ دونوں چیزیں اللہ میاں کو بہت پسند ہیں اور اللہ میاں ان چیزوں سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! ویسے تو سلام کرنے والے اور سلام کا جواب دینے والے دونوں طرح کے مسلمانوں سے ہی اللہ میاں خوش ہوتے ہیں اور ان کو بہت بڑے بڑے انعام دیتے ہیں، لیکن جو مسلمان سلام کرتا ہے، اس کو سلام کا جواب دینے والے سے زیادہ انعام ملتا ہے، اور اس سے اللہ میاں زیادہ خوش ہوتے ہیں۔

پیارے بچو! زبان سے سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے فوراً بعد ہاتھ ملانے سے بھی اللہ میاں خوش ہوتے ہیں۔

لیکن زبان سے سلام کئے بغیر خالی ہاتھ ملانا اچھی بات نہیں۔

پیارے بچو! جب تمہیں یہ بات پتہ چل گئی کہ کسی مسلمان کو سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا دونوں

بہت اچھے کام ہیں کیونکہ دونوں کاموں سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں۔

تو اب تمہیں چاہئے کہ جب بھی تم کسی مسلمان بھائی سے ملا کرو تو سلام کیا کرو اور اگر کوئی مسلمان تمہیں سلام کرے تو اس کا جواب بھی دیا کرو۔

پیارے بچو! سلام کے بعد مسلمان کی خیریت اور حال احوال معلوم کرنا بھی اچھا کام ہے، اس لئے تمہیں چاہئے کہ خیریت بھی معلوم کیا کرو۔ اور یہ کہا کرو کہ خیریت ہے۔

اور جب تم سے کوئی خیریت معلوم کیا کرے تو تم یہ کہا کرو کہ الحمدللہ خیریت ہے۔

پیارے بچو! جب کسی سے بات کیا کرو تو بات صاف الفاظ میں جلد بازی کئے بغیر کیا کرو، تا کہ تمہاری بات دوسرے کو اچھی طرح سمجھ میں آئے۔

اور پوری بات کیا کرو، آدھی بات نہ کیا کرو۔

اور نہ تو بہت اونچی آواز سے بولا کرو، اور نہ ہی اتنی آہستہ آواز سے کہ دوسرے کو تمہاری بات سمجھ ہی نہ آئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... سلام کس طرح کرنا چاہئے؟

(۲)......سلام کا جواب کس طرح دینا چاہئے؟

(۳)......بات کس طرح کرنی چاہئے؟



اللہ کے دشمنوں کے کاموں سے بچو

پیارے بچو! تمہیں پتہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں، اور مسلمان ہی دنیا کے سب سے اچھے اور اللہ میاں کے پسندیدہ انسان ہیں۔

جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ کافر کہلاتے ہیں، اور دنیا میں بہت سی طرح کے کافر ہیں، ان میں ہندو بھی ہیں، اور عیسائی بھی ہیں، اور یہودی بھی ہیں۔

یہ سارے کافر اللہ میاں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں کے بھی دشمن ہیں، اور شیطان کے دوست ہیں، اور شیطان اپنے دوستوں سے ایسے کام کراتا ہے، جن سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔

اور ان کاموں کے کرنے کے بعد انسان کو مرنے کے بعد اللہ میاں آگ میں پھینک دیتے ہیں۔

اور جب کافر اللہ میاں اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور شیطان کے دوست ہیں تو کس مسلمان کا کافروں والے کام کرنا اور ان کی کسی بھی چیز میں نقل اتارنا اور ان کو پسند کرنا، یا ان سے دوستی کرنا ان سب چیزوں سے بھی اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔

اس لئے تمہیں چاہئے کہ تم کافروں والے لباس اور ان کی طرح کے کپڑوں کے پہننے سے، اور ان کی طرح کے بالوں کی کٹنگ سے اور ان کی طرح کی زبان بولنے سے اور جو جو بھی کام ان کی طرح کے ہیں، ان سب سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

تم نہ تو کافروں کی طرح کے کپڑے پہنو، جیسا کہ پینٹ، شرٹ اور ٹائی، اور نہ ان کی زبان بولو، جیسا کہ انگریزی زبان، اور نہ ہی کوئی دوسرا ان کی طرح کا کام کرو۔

پیارے بچو! انگریزی زبان صرف ضرورت کی وجہ سے تو سیکھ لینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن بلا ضرورت اپنی زبان چھوڑ کر انگریزی بولنے کا شوق رکھنا اچھی بات نہیں۔

پیارے بچو! ہم نے تو کافروں کی تھوڑی سی چیزیں تمہیں بتلائی ہیں، جب تم سمجھدار ہو جاؤ گے اور ان کے بارے میں اور معلومات کرو گے تو تمہیں اور بھی بہت سی چیزوں کا پتہ چل جائے گا۔

پیارے بچو! یہ سب باتیں، جن سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں دین کا علم پڑھ کر پتہ چلتی ہیں، اگر

تم یہ باتیں اور دوسری اسلامی باتوں کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو دین کا علم پڑھو۔ اس سے تمہیں اسلام کی باتوں کا بھی پتہ چل جائے گا اور کافروں کی باتوں کا بھی۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... کافر مسلمانوں کے دوست ہیں یا دشمن؟

(۲)...... کافر شیطان کے دوست ہیں یا دشمن؟

(۳)...... کافروں جیسے کام کرنے سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں یا نہیں؟





صبح اور شام کا مبارک وقت

پیارے بچو! اللہ میاں نے دن کو کام کاج کے لئے اور رات کو سونے اور آرام کرنے کے لئے بنایا ہے۔

انسان دن بھر کام کاج کرتے ہیں، تو شام تک کام کاج کر کے تھکن ہو جاتی ہے، اس لئے رات کو سونے اور آرام کرنے کا تقاضا اور ضرورت ہوتی ہے۔

نیند سے جسم کو پوری طرح آرام مل جاتا ہے، دن بھر کام کاج کرتے رہنے کی وجہ سے، آنکھیں، زبان، ہاتھ پاؤں اور دماغ ساری چیزیں تھک جاتی ہیں۔

لیکن جب رات کو نیند آتی ہے تو نیند سے جاگ کر ان ساری چیزوں کی تھکن دور ہو جاتی ہے۔

اور نیند کا سب سے اچھا وقت رات کا ہے، اور رات کا وقت ہی اللہ تعالیٰ نے آرام کرنے کے لئے بنایا ہے، رات ہونے سے پہلے شام آتی ہے، اور شام ہوتے ہی ہر چیز پر آرام اور سکون کے اثرات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

جانور بھی اپنے گھروں کی طرف جانا شروع کر دیتے ہیں، اور بول چال بند کر دیتے ہیں، اور درختوں پر بھی عجیب سا سناٹا پیدا ہو جاتا ہے۔

آؤ تمہیں شام اور رات کے وقت کے بارے میں ایک نظم سنائیں۔

جھٹ پٹا سا ہو گیا ہے شام کا	صاحبو! یہ وقت ہے آرام کا
قصد چڑیوں نے بسیرے کا کیا	ڈھونڈھتی ہیں اپنا اپنا گھونسلا
دیکھنا سورج ہے چھپنے کے قریب	تھم گئے چلتے مسافر بھی غریب
لو! کبوتر بھی گرے پر جوڑ کر!	لیں گے اپنے چھوٹے بچوں کی خبر
شام کو بستی سے جنگلوں کی طرف	اڑ چلے کوّے بھی ملکر صف بہ صف
دن میں جو آواز تھی مدھم پڑی	بھنبھناہٹ مکھیوں کی کم پڑی

جانور دن بھر قلانچیں بھر چکے	اپنا اپنا کام پُورا کر چکے
وہ جو کُٹ کُٹ کر رہی تھیں مرغیاں	ڈھونڈتی ہیں اپنے ڈربے کا نشاں
بھیڑ، بکری، اونٹ گھوڑا گاؤ خر	آن پہنچے اپنے اپنے تھان پر
اب ہَوا کے تیز جھونکے رُک گئے	سو گئے پیڑ اور پتے جھک گئے
لو سویرے تک ہمارا بھی سَلام	وقت ہے ناوقت کیا کیجئے کلام
اب کہاں باقی ہے موقع کام کا	صاحبو! یہ وقت ہے آرام کا

پھر جب صبح ہوتی ہے تو دن کے آنے کے اثرات شروع ہوجاتے ہیں، اور صبح سونے والوں کو اٹھانے کے لئے اس طرح آتی ہے کہ ہر چیز پر جاگنے کے اثرات شروع ہوجاتے ہیں۔

صبح کیا کہتی ہے؟ آؤ تمہیں اس بارے میں ایک نظم سنائیں:

اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
خبر دن کے آنے کی میں لا رہی ہوں	بہار اپنی مشرق سے دکھلا رہی ہوں
اذاں پر اذاں مرغ دینے لگا ہے	سہانا ہے وقت اور ٹھنڈی ہوا ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
ہر اِک باغ کو میں نے مہکا دیا ہے	نسیم اور صبا کو بھی لہکا دیا ہے
چمن سرخ پھولوں سے دہکا دیا ہے	مگر نیند نے تم کو بہکا دیا ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
کھلاتی ہوئی پھول آئی چمن میں	بجھاتی چلی شمع کو انجمن میں
عجب یہ سماں ہے عجب یہ گھڑی ہے	کہ کلیوں سے پھولوں کی اِک پو پھٹی ہے
اٹھو سونے والو! کہ میں آرہی ہوں	
مؤذن کو مسجد کے میں نے اٹھایا	نمازی کو مسجد کے میں نے جگایا
بھٹکتے مسافر کو رستہ بتایا	اندھیرا گھٹایا اجالا بڑھایا

اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں	
ہشیار ہو جاؤ اور آنکھ کھولو	نہ لو کروٹیں اور نہ بستر ٹٹولو
خدا کو کرو یاد اور منہ سے بولو	پس اب تم اٹھ کے منہ ہاتھ دھولو
اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں	
مجھے پاؤ گے دیکھتے ہو جہاں تک	کرو گے بھلا کاہلی تم کہاں تک
بڑی دھوم سے ہے آئی میری سواری	جہاں میں ہوا اب مرا حکم جاری
اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں	
ستارے چھپے رات اندھیری سدھاری	دکھائی دیئے باغ اور کھیت کیاری
میں مشرق سے مغرب پہ کرتی ہوں دھاوا	نہیں کہتی کچھ تم سے اس کے علاوہ
اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں خبر دن کے آنے کی میں لا رہی ہوں	

پیارے بچو! دن اور رات اور صبح و شام کے یہ سارے وقت اللہ میاں کے حکم سے آتے اور جاتے ہیں، ان کے لانے اور لے جانے کی اللہ میاں کے علاوہ کسی اور میں طاقت نہیں ہے، اور سورج اور چاند اور ستارے سب کو اللہ میاں نے ہی پیدا کیا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اللہ میاں نے دن کو کس چیز کے لئے اور رات کو کس چیز کے لئے بنایا ہے؟

(۲)......آخر میں ایک شعر کا حصہ یہ گزرا ہے:

اٹھو سونے والو! کہ میں آ رہی ہوں

اس سے آگے والا شعر کا حصہ سنایئے۔

(۳)......دن رات اور صبح شام کس کے حکم سے آتے اور جاتے ہیں؟

[redacted]

جاہل بزرگ

پیارے بچو! تعلیم کے بغیر کوئی انسان بھی کامیاب نہیں ہوتا، جہالت ایسی بُری بلا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی محنت بھی ضائع چلی جاتی ہے۔

آج ہم تمہیں اسی طرح کے ایک جاہل بزرگ کا واقعہ سناتے ہیں۔

ایک بزرگ بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے، ہر وقت نماز اور ذکر میں لگے رہتے تھے، اور رات کو بھی نمازیں پڑھتے رہتے تھے...... علاقہ کے لوگ بھی ان کو بہت بڑا بزرگ سمجھتے تھے، مگر یہ بزرگ اَن پڑھ اور جاہل تھے، انہیں اسلام اور شریعت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں۔

ان بزرگ کے محلہ میں ایک آدمی اور بھی رہتا تھا، جو اِن کو بزرگ نہیں سمجھتا تھا، اور وہ کہتا تھا کہ جاہل آدمی کیا بزرگ ہوگا؟ اسے تو اسلام کی باتوں کا کچھ پتہ ہی نہیں، اور جب تک علم نہ ہو، آدمی صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک عمل بھی نہیں کرسکتا۔

بات تو اس کی ٹھیک تھی مگر دوسرے لوگ اس آدمی کی بات کو سمجھتے نہیں تھے اور اوپر سے اس کو بُرا بھلا کہتے تھے، اور وہ سب انہیں بزرگ ہی مانتے تھے۔

اس آدمی نے ایک مرتبہ ان بزرگ کی بزرگیت کا ڈھونگ اور جھوٹ لوگوں کے سامنے کھولنے کا ایک طریقہ نکالا...... اور وہ اس طرح کہ یہ آدمی رات کے وقت ان بزرگ کے گھر کی چھت پر چڑھ کر بیٹھ گیا...... اور وہ بزرگ رات کو نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے تو اس چھت پر چڑھے ہوئے آدمی نے باریک سی آواز نکال کر ان بزرگ کا نام لے کر انہیں پکارا۔

ان بزرگ نے کہا کہ کون ہے؟

اس آدمی نے جواب دیا کہ میں ہوں، اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ''حضرت جبریل'' میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے ایک پیغام لایا ہوں کہ اب تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو، اور موسم بھی سردی کا ہے، اُٹھ کر وضو کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کو تمہارے اوپر رحم اور ترس آتا ہے، اس لیے اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ سے نماز کو معاف کردیا ہے۔

یہ سُن کر وہ جاہل اور اَن پڑھ بزرگ بڑے خوش ہوئے اور خوب پیر پھیلا کر سوئے، اور نماز کے لیے مسجد میں بھی نہیں آئے۔

ان کے ماننے والے اور عقیدت مند لوگوں نے سمجھا کہ شاید کچھ طبیعت خراب ہوگئی ہوگی۔

جب وہ دوسرے وقت بھی نماز کے لیے نہیں آئے، اور کئی وقت نماز کے گزر گئے تو لوگوں کو فکر ہوئی اور ان کی خیریت اور حال احوال معلوم کرنے کے لیے گئے، تو جا کر دیکھا کہ بڑے خوش اور صحیح سلامت چارپائی پر لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ بزرگو! کیسا مزاج ہے؟ کہنے لگے کہ بہت اچھا ہوں۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ نماز کے لیے کیوں نہیں آتے؟

تو بہت اینٹھ کر اور تکبر کے انداز میں بولے کہ بھائیو! بہت نماز پڑھ لی، اب میرے پاس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتہ بھیجا تھا...... وہ پیغام لایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز معاف کر دی ہے۔

لوگوں کے ساتھ پیچھے وہ آدمی بھی بیٹھا تھا، جس نے فرشتہ کے نام سے آواز دی تھی۔

اس نے کہا کہ وہ فرشتہ میں تھا...... تب لوگوں کو ان کی بزرگی کی حقیقت معلوم ہوئی، اور وہ آدمی جو بات کہتا تھا کہ جاہل بزرگ نہیں ہوا کرتے، اب یہ بات لوگوں کو سمجھ میں آئی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ وہ جاہل بزرگ کس طرح گمراہ ہوا، اور کس طرح اس نے ایک آدمی سے دھوکہ کھالیا، اور اس کو فرشتہ سمجھ کر نماز چھوڑ بیٹھے۔

اگر وہ دین کی باتیں پڑھے ہوئے ہوتے، تو ایسی غلطی ہرگز نہ کرتے، کیونکہ اس طرح انسانوں کے پاس فرشتہ نہیں آیا کرتا، وہ تو نبیوں کے پاس ہی آیا کرتا ہے، اور نماز بھی مرتے دم تک معاف نہیں ہوتی واقعی دین کے علم کے بغیر بزرگیت حاصل ہونا مشکل ہے۔

ہاں ویسے ہی عمر زیادہ ہونے کے اعتبار سے کوئی بزرگ ہوجائے تو الگ بات ہے۔

مگر دین کے اعتبار سے بزرگ ہونے کے لیے دین کا علم بھی ضروری ہے۔

جاہل آدمی کو شیطان بہت جلدی بہکا لیتا ہے۔

اس لیے پیارے بچو! اگر تم بزرگ اور اللہ والا بننا چاہتے ہو تو اس کے لیے دین کا علم حاصل کرنا

ضروری ہوگا۔

آؤ تمہیں اس طرح کا ایک اور واقعہ سنائیں:

ایک مرتبہ شیطان سے کسی آدمی کی ملاقات ہوئی، اور اس نے شیطان سے معلوم کیا کہ تم کس چیز کی زیادہ کوشش کرتے ہو؟

شیطان نے کہا کہ ہم سب سے زیادہ دین کا علم پڑھنے والے کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ اس پر ہمارا بڑا شیطان بہت خوش ہوتا ہے، اور ہمیں اس پر شاباش دیتا ہے۔

اس آدمی نے کہا کہ شیطان اس کام سے زیادہ خوش کیوں ہوتا ہے؟

شیطان نے کہا کہ جب کوئی بچہ دین کا علم پڑھ کر عالم اور مولوی بن جاتا ہے، تو پھر ہمارے لئے اس کو بہکانا بہت مشکل ہو جاتا ہے، اور جاہل آدمی کو بہکانا ہمارے لئے بہت آسان ہوتا ہے۔

اس آدمی نے شیطان سے کہا ہمیں تم عالم اور جاہل دونوں کو بہکا کر دکھلاؤ، تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ واقعی تمہاری بات صحیح ہے یا غلط؟

شیطان نے کہا چلو آج رات میں تمہیں یہ دکھلا کر بتلاؤں گا۔

رات کے وقت شیطان اس آدمی کے پاس آ گیا اور اس آدمی کو پہلے ایک جاہل بزرگ کے پاس لے کر گیا، جو رات کو نماز پڑھ رہے تھے، اور اس آدمی کو کہا کہ تم کھڑے ہو کر تماشہ دیکھو، شیطان اپنے ساتھ ایک گدھا بھی لے کر گیا تھا، اور اپنی شکل بزرگوں والی بنا کر اس جاہل بزرگ کے دروازہ پر جا کر کھڑا ہو گیا، اور دروازہ کھٹکھٹا کر شیطان نے ان بزرگ کو آواز دی، جاہل بزرگ نے کہا کہ کون ہے؟

شیطان نے کہا کہ میں ہوں، اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ''جبریل''

جاہل بزرگ نے کہا کہ کس لئے آئے ہو؟

شیطان نے کہا کہ اللہ میاں نے تمہیں اپنے پاس معراج کرانے کے لئے بلایا ہے۔

جاہل بزرگ اس بات سے بہت خوش ہوا، اور کہا کہ میں ابھی آتا ہوں، اس نے جلدی جلدی کنگھا کیا اور صاف ستھرے کپڑے پہنے اور خوشبو لگا کر باہر آ کر شیطان کو سلام کیا، اور کہا کہ بھائی جبریل

تم نے بڑی تکلیف کی۔

شیطان نے کہا کہ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے؟ ہم تو اللہ میاں کا حکم پورا کرتے ہیں۔

شیطان نے جاہل بزرگ کو گدھے پر بٹھا دیا اور کہا کہ یہ اللہ میاں نے آپ کے لئے خاص سواری بھیجی ہے، اور اس کا نام ''بُراق'' ہے۔

جاہل بزرگ خوشی خوشی گدھے پر بیٹھ گئے، اور شیطان نے گدھے کو لے کر چلنا شروع کیا، اور ایک پہاڑی پر چڑھانا شروع کیا، جاہل بزرگ نے معلوم کیا کہ بھائی جبریل اب ہم کس جگہ ہیں؟

شیطان نے کہا کہ اس وقت پہلے آسمان پر ہیں، رات تو اندھیری تھی ہے، صاف نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔

جاہل بزرگ نے شیطان کی بات پر یقین کر لیا، پھر جب اور کچھ اوپر چڑھ گئے تو شیطان نے کہا کہ اب ہم دوسرے آسمان پر پہنچ گئے ہیں، پھر آگے چل کر کہا کہ اب تیسرے آسمان پر پہنچ گئے ہیں۔

شیطان اسی طرح کہتا رہا، یہاں تک پہاڑ کی اوپر والی چوٹی پر پہنچا دیا، اور اس کے دوسری طرف بہت گہرائی میں گندے پانی کا نالہ تھا۔

جب پہاڑ کے آخری کنارہ پر پہنچ گئے تو شیطان نے کہا کہ اب ساتواں آسمان بھی ختم ہو گیا، اور اب اللہ تعالیٰ کا عرش آنے والا ہے، اور وہاں صرف آپ ہی جا سکتے ہیں، میں وہاں نہیں جا سکتا۔

جاہل بزرگ نے کہا کہ مگر جبریل بھائی میں آگے کس طرح جاؤں گا؟

شیطان نے کہا کہ آپ نیچے اتر جاؤ اور آنکھیں بند کر لو، اور پھر کھڑے ہو کر آگے زور سے بسم اللہ کر کے چھلانگ لگاؤ، تو آپ فوراً اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہونگے۔

جاہل بزرگ نے ایسا ہی کیا، اور جب چھلانگ لگائی تو سیدھے نیچے گندے نالے میں جا کر گرے اور وہیں پاخانہ اور گندگی میں فوت ہو گئے۔

شیطان نے اس آدمی سے کہا کہ دیکھو کہ اس جاہل بزرگ کو میں نے کتنی آسانی سے جہنم میں پہنچا دیا۔

پھر شیطان اس آدمی کو لے کر ایک عالم اور مولوی صاحب کے پاس پہنچا، مولوی صاحب اگرچہ اس

وقت نیک کام نہیں کررہے تھے، شیطان نے جا کر ان مولوی صاحب کا نام لے کر دروازہ کھٹکھٹایا، مولوی صاحب نے معلوم کیا کہ کون ہے؟

شیطان نے کہا کہ میں ہو تمہارا بھائی جبریل، اللہ میاں کے پاس سے آیا ہوں، اور اللہ میاں نے آپ کو آسمان کی سیر کے لئے اپنے پاس بلایا ہے۔

مولوی صاحب نے فوراً کہا کمبخت تُو شیطان ہے اور مجھے دھوکہ دیتا ہے، جبریل تو اس کام کے لئے نبی کے پاس آتے ہیں، اور میں کوئی اللہ کا نبی ہوں؟

چل کمبخت یہاں سے دفع ہو جا، اور یہ کہہ کر مولوی صاحب نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لاحول پڑھی، جس سے شیطان وہاں سے پریشان ہو کر بھاگا۔

تب اس آدمی کو یہ بات سمجھ آئی کہ واقعی شیطان کا عالم کو بہکانا مشکل ہے، اور جاہل کو بہکانا بہت آسان ہے۔

اس آدمی نے اس کے بعد عالم بننے کا ارادہ کیا اور عالم بن کر بہت بڑا بزرگ بنا۔

پیارے بچو! عالم بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو مال کمانے اور حلوا کھانے کے لئے عالم بنتے ہیں، ان کو شیطان کا بہکانا مشکل نہیں ہوتا، اور دوسرے عالم وہ ہوتے ہیں جو اللہ کو راضی کرنے کے لئے عالم بنتے ہیں، اصل، صحیح اور سچے عالم تو بس یہی ہوتے ہیں، ان کو شیطان کا بہکانا مشکل ہوتا ہے۔

اس لئے تم بھی سچے عالم بننے کا ارادہ کرلو، اور دین کا علم خوب محنت سے پڑھو، تاکہ شیطان تمہیں بہکا کر جہنم کی آگ تک نہ پہنچا سکے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......شیطان کا کس کو بہکانا آسان ہوتا ہے؟

(۲)......شیطان کا کس کو بہکانا مشکل ہوتا ہے؟

اچھا بچہ بننے کے طریقے

پیارے بچو!......آپ نے بہت دفعہ اپنے بڑوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہوگا کہ تمہیں اچھا بچہ بننا ہے، گندا بچہ نہیں بننا۔

اس لیے آج ہم آپ کو اچھا بچہ بننے کے گُر اور طریقے بتائیں گے......یعنی وہ باتیں جن پر عمل کر کے آپ اچھے بچے بن جائیں گے اور جب آپ سچ مُچ میں اچھے بچے بن جائیں گے تو سب لوگ آپ سے پیار کریں گے۔

اور آپ کو پتہ ہے کہ دنیا میں دعا کے بعد سب سے قیمتی چیز جو کوئی کسی دوسرے کو دے سکتا ہے وہ پیار ہی تو ہے بلکہ دعا جیسی قیمتی ترین چیز بھی انہی کو دی جاتی ہے جن سے کسی درجے میں بھی پیار ہو۔

تو جب آپ ہمارے بتائے ہوئے طریقوں اور ان اصولوں پر عمل کر کے اچھے بچے بن جائیں گے تو سب لوگ نہ صرف آپ کو اچھا جانیں گے بلکہ دوسرے بچوں کو بھی آپ کی مثال دیں گے کہ دیکھو ایسے بچے بنو جیسا وہ بچہ ہے۔

اچھا بچہ بننے کے لئے سب سے پہلا کام جو آپ کو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ......اپنا کام خود کرنے کی عادت ڈالیے......یاد رکھئے کہ جو لوگ اپنے کام دوسروں سے کروانے کے عادی ہوتے ہیں لوگ انہیں اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

اب اگر آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ ہم تو اپنے کام دوسروں سے نہیں کرواتے......تو میں پہلے تو تمہیں یہ بتا دیتا ہوں کہ دوسرے چاہے تمہارے گھر والے ہوں یا اور کوئی وہ سب دوسرے ہی ہوتے ہیں ......چاہے وہ آپ کی امی ہوں یا بہن بھائی۔

آیئے اب ہم آپ کو کچھ ایسے کاموں کی مثالیں دیتے ہیں جو بہت سارے بچے خود نہیں کرتے مگر آپ اگر اچھا بچہ بننا چاہتے ہیں تو آپ کو اچھا بچہ بننے کے لئے ان کاموں کو خود ہی کرنا ہوگا۔

مثلاً آپ کھیل کر آئے ہیں...... یا سکول سے آئے ہیں...... یا ویسے ہی گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کو پیاس لگی ہے اور آپ پانی پینا چاہتے ہیں......تو اپنی امی یا بہن بھائیوں یا کسی بھی دوسرے سے نہ

کہیے کہ وہ آپ کو پانی لا کر دیں...... بلکہ خود اُٹھئے اور گھر میں جہاں کٹورا، گلاس وغیرہ رکھا ہو وہاں سے اس کو اٹھایئے، اس میں پانی ڈالئے اور اطمینان سے بیٹھ کر...... بسم اللہ پڑھ کر...... کم از کم تین سانس میں پانی پیجیے...... پانی پی کر...... الحمد للہ پڑھیے...... اور گلاس کو ہلکا سا کھنگال کر اُسی جگہ دوبارہ رکھ دیجیے...... گلاس اٹھانے سے پہلے بھی کوشش کیجیے کہ آپ کے ہاتھ صاف ہوں تا کہ گلاس باہر سے پکڑنے سے گندا نہ ہو جائے...... اگر ہاتھ گندے ہوں تو بہتر ہے کہ پہلے ہاتھ دھو لیں...... لیکن اگر ایسا نہ کر سکیں تو گلاس کو پانی پینے کے بعد دھوئے جانے والے برتنوں میں رکھ دیجیے تا کہ گندا گلاس دُھلے ہوئے برتنوں میں مل نہ جائے اور دوسرے کے لئے (جس نے بعد میں پانی پینا ہو) تکلیف نہ ہو۔

رات کو سونے کے لیے اپنا بستر خود بچھایئے...... اگر آپ اپنی امی، ابو یا کسی اور بہن بھائی کے ساتھ سوتے ہوں تو بھی اپنا تکیہ اور چادر خود سیدھی کیجیے۔

اور صبح اُٹھ کر سب سے پہلا کام یہی کیجیے کہ اپنا بستر خود اُٹھایئے...... اوپر اوڑھنے والی چادر کو خود تہہ کر کے اُس کی جگہ پر رکھئے...... تکیہ سیدھا کیجیے اور بستر پر بچھی چادر پر اگر سلوٹیں پڑ گئیں ہوں تو اُسے بھی سیدھا اور صحیح کر دیجیے، بستر سے سیدھے اُٹھ کر چلے جانا اور بستر کو وہیں پڑے چھوڑ دینا گندے بچوں کا طریقہ ہے۔

اپنے جوتے خود صاف کرنا بہت اچھی عادت ہے...... یہ کام ہمیشہ خود کیجیے...... جن جوتوں کے ساتھ آپ نے جرابیں پہنیں ہوں تو جرابیں نکال کر جرابوں کو اِدھر اُدھر نہ ڈالئے بلکہ خود ہی اپنے جوتوں اور جرابوں کو ان کی اپنی جگہ پر رکھ دیجیے ورنہ جب جوتوں اور جرابوں کی دوبارہ ضرورت پڑے گی تو ان کو تلاش کرنے میں خود تمہیں بھی تکلیف ہوگی اور تمہاری وجہ سے دوسرے گھر والوں کو بھی تکلیف ہوگی اور ان کو تلاش کرنے میں وقت اور ٹائم بھی بلا وجہ کا خراب ہوگا، اور خراب جگہ پڑے رہنے کی وجہ سے تمہارے جوتے اور جرابیں بھی خراب ہوں گی اور کوئی باہر سے مہمان آ گیا تو وہ دیکھ کر کیا سمجھے گا، یہی سوچے گا کہ ان کے بچے بڑے گندے اور کام چور ہیں، ذرا سے جوتے اور جرابیں بھی صحیح جگہ نہیں رکھ پاتے۔

اسی طرح صبح جاتے وقت بھی اپنی گھر کی چپل وہیں نہ چھوڑ جایئے جہاں اُتاری ہو بلکہ اُسے بھی اُس کی اپنی جگہ پر خود ہی رکھ کر سکول یا مدرسہ جایئے۔

سکول سے گھر آ کر اپنے کپڑے تبدیل کر کے یونیفارم کو سنبھال کر اور سیدھا کر کے اس کی جگہ پر رکھئے اور یہ کام اپنی امی یا بہنوں کے لئے نہ چھوڑ دیجئے اور نہ ہی جوتوں اور جرابوں کی طرح اِدھر اُدھر پھینکئے۔

اسی طرح صبح سکول جاتے وقت جب اپنا یونیفارم پہنیں تو اپنے گھر کے کپڑوں کو صحیح جگہ اچھی طرح رکھئے یا ٹانگ دیجئے۔

اسی طرح جب سکول کا کام گھر پر کرنے کے لئے بیٹھیں تو کبھی کسی دوسرے سے اپنا بستہ یا کاپیاں وغیرہ نہ منگوایئے بلکہ خود ہی تمام ضروری چیزیں لے کر بیٹھئے تاکہ کام کے دوران بھی پنسل چھیلنے یا ربڑ لینے کے لئے دوسروں کو آواز نہ دینی پڑے۔ اور لکھنے پڑھنے کا کام کرنے کے بعد اپنی ساری چیزیں اپنے بستے، تھیلے اور بیگ میں سنبھال کر رکھ لیجئے اور جلد بازی میں ربڑ، پنسل وغیرہ زمین پر پڑی ہوئی نہ چھوڑیئے ورنہ دوسرے کے پاؤں کے نیچے آ کر وہ چیز خراب بھی ہوسکتی ہے اور دوسرے کے پاؤں وغیرہ میں چُبھ سکتی ہے اور پھر ضرورت پڑنے پر خود آپ کو بھی پریشانی ہوسکتی ہے یا اسی طرح کا اور کوئی مسئلہ کھڑا ہوسکتا ہے اور اگر کوئی مہمان آ کر یہ حالت دیکھے تو وہ بھی تم کو بُرا سمجھے گا۔

جب کھانے کا وقت ہو تو دسترخوان پر بیٹھ کر انتظار کرنے کے بجائے باورچی خانہ میں جا کر امی یا بہنوں سے خود ہی کھانے کی چیزیں وغیرہ لے کر آیئے اور کھانا کھانے کے بعد بھی اپنے برتن وغیرہ خود ہی اُٹھا دیجئے، دسترخوان پر بیٹھے بیٹھے ہر چیز کا حکم چلانا اور ذرا ذرا سی چیزوں کو دوسروں سے مانگنا اچھی عادت نہیں اور خود کھانا کھا کر دوسروں سے اپنے برتن اُٹھوانا بھی اچھی بات نہیں۔

پیارے بچو...... یہ تو بہت تھوڑی سی مثالیں ہیں...... ان پر تو آپ نے عمل کرنا ہی ہے...... لیکن جب آپ ان باتوں پر عمل کرنے لگو گے تو آپ خود دیکھو گے کہ آپ کو کچھ اور ایسے کام بھی نظر آئیں گے جو آپ خود کر سکتے ہو لیکن تم بلا وجہ ان کو دوسروں سے کرواتے ہو۔

بس اپنا ہر کام خود کرنے کی فکر کیجئے اور اپنے کام کا بوجھ دوسرے پر نہ ڈالئے...... پھر دیکھئے کہ گھر میں سب کی نظر میں آپ کا پیار کتنا بڑھتا ہے اور تم سے سب گھر والے کتنی محبت کریں گے اور پھر تمہاری یہ اچھی باتیں دوسرے لوگوں تک بھی پہنچیں گی تو دوسرے لوگ بھی تمہاری تعریف کریں گے اور تمہیں پسند کریں گے۔

پیارے بچو...... اچھا بچہ بننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس طرح سے رہو سہو جس سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

شاید آپ یہی سوچ رہے ہوں گے کہ ہم تو دوسروں کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔

تو بچو! ایک بزرگ نے کہا تھا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرنا ضروری نہیں بلکہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانے کا ارادہ کرنا ضروری ہے...... یعنی یہ ممکن ہے کہ آپ کوئی کام اس خیال یا نیت سے نہ کرتے ہوں کہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے لیکن کیا آپ کے کاموں میں یہ خیال بھی شامل ہوتا ہے کہ آپ کے اس کام یا رویے سے دوسروں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے...... بس اچھے بچوں کی یہی خاص بات ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی طرف سے ہر قسم کی تکلیف اور ناگواری سے بچانے کا خاص خیال رکھتے ہیں...... دوسروں سے میری مراد آپ کے علاوہ ہر شخص ہے...... چاہے وہ آپ کے امی ابو ہوں، بہن بھائی ہوں، رشتہ دار ہوں یا کوئی اور۔

آیئے اب ہم آپ کو کچھ ایسے کاموں کی مثالیں دیتے ہیں جو اکثر بچے اس ارادہ اور نیت سے تو نہیں کرتے کہ دوسروں کو تکلیف پہنچے گی لیکن ان کی ان حرکتوں سے ذرا سی لاپرواہی کی وجہ سے دوسروں کو واقعی تکلیف پہنچتی ہے...... آپ کو اچھا بچہ بننے کے لئے ان سب باتوں اور حرکتوں سے خود کو بچانا ہوگا۔

دوسرے بچوں کے کھلونوں سے نہ کھیلئے...... اگر دوسرے بچے آپ کو خود بلائیں اور آپ سے کھیلنے کو کہیں تو پھر ضرور ان کے ساتھ کھیلئے...... ورنہ خود سے کسی دوسرے بچے کا کھلونا اس سے نہ مانگئے اور نہ لیجئے کہ اس سے دوسروں کو تکلیف اور ناگواری ہوتی ہے...... بس اپنے ہی کھلونوں کے ساتھ کھیلنے اور دل بہلانے کی عادت ڈالئے، چاہے آپ کے کھلونے دوسرے سے اچھے نہ ہوں تب بھی اپنے کھلونوں

سے کھیلنے کو کافی سمجھئے۔

گھر میں جب مہمان آئیں اور ان کے ساتھ بچے بھی ہوں تو جیسے آپ کہیں جاتے ہیں تو اپنے کھلونے وغیرہ ہر وقت ہر جگہ ساتھ نہیں لے جاتے ایسے ہی وہ بچے بھی اکثر اپنے کھلونے ساتھ نہیں لاتے......تو ایسے میں اپنے امی، ابو کی اجازت سے ان مہمان بچوں کو اپنے کھلونوں سے کھیلنے دیجئے اور ان سے کھلونے نہ چھینئے تاکہ انہیں اچھا لگے اور انہیں تکلیف نہ ہو......لیکن جب آپ کسی کے گھر مہمان بن کر جائیں تو دوسرے گھر والوں کے کھلونوں سے کھیلنے کی خواہش اور ضد نہ کیجئے بلکہ خود کو منا کر صبر کے ساتھ رہئے تاکہ دوسروں کو تکلیف اور ناگواری نہ ہو۔

جب امی، ابو یا بہن بھائی یا گھر کا کوئی اور بندہ یا مہمان سو رہے ہوں تو ایسے میں شور نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے انہیں تکلیف ہوسکتی ہے، کوشش کیجئے کہ ایسے وقت یا تو اس کمرے سے دور کسی ایسی جگہ پر جا کر کھیلیں یا باتیں کریں جہاں سے ان تک آواز نہ پہنچے یا اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر آہستہ آہستہ آواز میں بات کرلیا کریں تاکہ اس طرح دوسروں کو ناگواری بھی نہ ہو اور اگر یہ خاموشی سے بات کرنے کا ان کو پتہ چل گیا تو وہ سمجھ جائیں گے کہ آپ اُن کے آرام کی خاطر اس خاموشی اور آہستہ سے باتیں کر رہے ہیں تو انہیں یہ بات اچھی لگے گی لیکن ایسے میں فالتو باتوں سے ضرور پرہیز کریں۔

گھر سے باہر جب بھی نکلیں......تو راستے میں کھڑی گاڑیوں کو یا اور چیزوں کو بلاوجہ ہاتھ وغیرہ سے نہیں چھیڑنا چاہیئے کیونکہ اس سے چوٹ بھی لگ سکتی ہے اور دوسروں کو تکلیف بھی ہوسکتی ہے اور ویسے بھی دیکھنے والوں کو اچھا نہیں لگتا......اور ایسے بچے اچھے نہیں سمجھے جاتے جو راستہ میں آتے جاتے چیزوں کو چھیڑتے جاتے ہوں۔

اسی طرح جب کسی کے گھر جائیں تو وہاں جا کر بھی نہ تو بلاوجہ ان کی چیزوں کو چھیڑتے رہیئے اور نہ ہی اِدھر اُدھر مختلف کمروں میں گھومتے پھریئے...... کیونکہ اس طرح انہیں ناگواری ہوسکتی ہے...... بلکہ وہ جہاں بھی جس کمرے میں بھی خود سے لے جائیں یا بٹھالیں وہیں پر رہیئے...... یوں انہیں آپ کی وجہ سے تکلیف نہیں ہوگی۔

اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ پیار سے رہئے اور ہر بات میں ان کی خوشیوں کا خیال رکھئے جب آپ سے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور انہیں اچھا لگے گا تو آپ بھی انہیں اچھے لگیں گے۔

کسی بھی بات میں ضد نہ کیجئے...... جب امی، ابو یا کوئی اور بڑا کوئی بات کہہ دیں تو اسے مان لینے ہی میں اچھائی ہوتی ہے ان کی بات کے خلاف اپنی بات منوانے کے لئے بار بار ضد کرنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے، جب آپ ضد کرنے کی عادت چھوڑ دیں گے تو انہیں اچھا لگے گا اور انہیں آپ سے تکلیف نہیں ہوگی۔

امی ابو کا کہنا مانئے تا کہ انہیں آپ سے تکلیف نہ ہو...... بہن بھائیوں سے اپنے کام کروانے کی بجائے خود ان کے کام کیا کیجئے تا کہ انہیں آپ سے تکلیف نہ ہو...... اپنے سب بڑوں کے ساتھ ادب سے رہا کیجئے تا کہ انہیں آپ سے تکلیف نہ ہو...... اپنے ساتھیوں (ہم جماعت کلاس فیلو اور دوستوں وغیرہ) کے ساتھ محبت اور پیار سے رہا کیجئے تا کہ انہیں آپ سے تکلیف نہ ہو...... مسجد میں نماز کے لئے جائیں تو صف کے ایک طرف کو ہو کر خاموشی سے کھڑے ہوا کیجئے تا کہ بڑے نمازیوں کو آپ سے تکلیف نہ ہو۔

اپنے سکول اور مدرسہ کی پڑھائی میں خوب محنت کیا کیجئے تا کہ آپ کی کارکردگی اور رزلٹ سے آپ کے امی ابو اور استادوں کو خوشی ہو اور انہیں تکلیف نہ ہو۔

گھر میں اپنی چیزوں کو اچھے طریقہ سے رکھا کیجئے اور چیزوں کو اِدھر اُدھر نہ بکھیرتے رہئے۔

جو چیز جہاں سے اٹھائیں کام کرنے کے بعد اسے وہیں پر رکھ دیا کیجئے تا کہ گھر کے دوسرے بندوں کو تکلیف نہ ہو...... اپنے لہجے میں ہمیشہ نرمی اور مٹھاس رکھا کیجئے ضدی لہجے میں یا اکتائے ہوئے انداز میں بات نہ کیا کیجئے تا کہ جن سے بات کر رہے ہیں انہیں تکلیف نہ ہو۔

دستر خوان پر اکٹھا کھانے کے لئے بیٹھیں تو دوسروں کا بھی خیال رکھیں اور اپنے حصے سے زیادہ اپنی پلیٹ میں ڈالنے کی کوشش نہ کریں تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

یہ تو ہم نے آپ کو تھوڑی سی مثالیں دی ہیں...... ان پر تو آپ نے عمل کرنا ہی ہے...... لیکن جب آپ ان باتوں پر عمل کرنے لگیں گے تو آپ خود دیکھیں گے کہ آپ کو کچھ اور ایسے کام بھی نظر آئیں

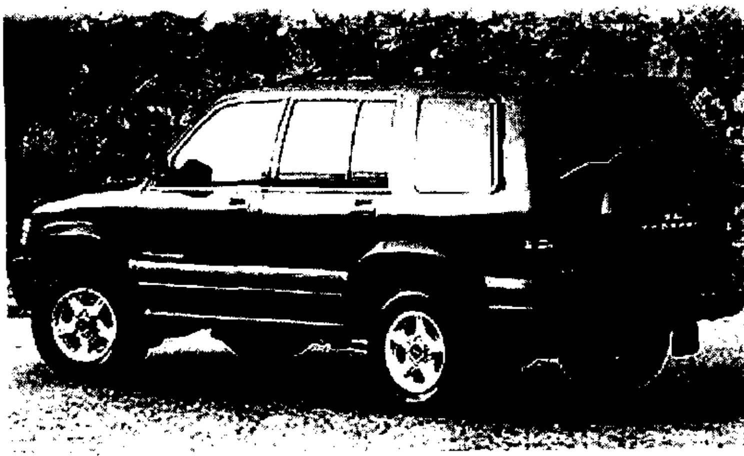
گے جن کے کرنے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ انہیں آسانی کے ساتھ چھوڑ سکتے ہیں ......بس اپنے ہر کام میں دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا اصول اپنا لیجئے ...... پھر دیکھئے کہ گھر میں اور باہر سب کی نظر میں آپ کی اہمیت اور آپ کا پیار کتنا بڑھتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اچھے بچے اپنا کام خود کرتے ہیں یا دوسروں سے کراتے ہیں۔

(۲)......دوسرے کے گھر جا کر ان کی اجازت کے بغیر چیزوں میں گھسنا اچھی بات ہے یا بُری؟

(۳)......صبح اُٹھ کر اپنا بستر اُٹھانا اچھے بچوں کی نشانی ہے یا خراب بچوں کی؟







صاف سُتھرے اور میلے کچیلے بچّے



پیارے بچو! صفائی اور ستھرائی بہت ضروری چیز ہے، صفائی اور ستھرائی چاہے جسم کی ہو یا کپڑوں کی یا اپنی دوسری چیزوں کی، ہر چیز میں صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

صفائی سے ایک طرف تو کئی بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے، اور دوسرے صاف ستھرا انسان دوسرے لوگوں کو اچھا بھی لگتا ہے، اور اس کو دوسرے لوگ پسند کرتے ہیں۔

جسم کی صفائی یہ ہے کہ جسم پر میل کچیل اور گندگی نہیں ہونی چاہیئے، دانت اور ناخن صاف ہونے چاہئیں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ صبح اٹھ کر صابن سے منہ ہاتھ دھوئیں اور ہاتھ منہ اور انگلیوں پر لگے ہوئے میل کچیل اور مٹی دھول کو رگڑ کر صاف کریں۔

روزانہ دانتوں میں مسواک، منجن، برش کیا کریں۔

کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھولیا کریں اور کھانے کے بعد بھی، اور کھانا کھا کر اچھی طرح کلی کرلیا کریں...... ہفتہ میں ایک دن ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن کٹوایا کریں اور ناخنوں کے نیچے جمے ہوئے میل کچیل کو صاف کیا کریں۔

اسی طرح ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ صابن سے اچھی طرح نہایا کریں اور جسم کانوں، ہاتھوں، سر اور دوسرے حصوں پر چڑھے ہوئے میل کچیل کو رگڑ کر صاف کیا کریں۔

کپڑوں کو صاف رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی صاف کپڑے پہنا کریں ان کو صاف رکھنے کی کوشش کیا کریں، زمین پر اور گندی جگہ نہ بیٹھا کریں اور گندے ہاتھ اپنے کپڑوں سے صاف نہ کیا کریں، کھانا کھاتے وقت کھانے کی کوئی چیز کپڑوں پر نہ گرنے دیا کریں۔

اسی طرح اپنے جوتوں کو اور مدرسہ، اسکول کے قاعدے، سپارے، قرآن مجید اور کتابوں، کاپیوں اور بستے کو صاف رکھا کریں، ان پر گندے ہاتھ نہ لگایا کریں، اور ان کو گندی جگہ نہ رکھا کریں۔

اسی طرح پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر پانی سے خوب اچھی طرح ہاتھ دھویا کریں، اور باہر نکل کر صابن سے ہاتھ بھی دھویا کریں، اسی طرح سے ہر ہر چیز میں صفائی اور ستھرائی کا لحاظ کیا کریں۔

جو بچے صفائی کا خیال نہیں کرتے ان کے جسم پر میل کچیل چڑھا رہتا ہے دانتوں پر بھی میل چڑھا رہتا ہے اور کپڑے میلے کچیلے ہوتے ہیں ان کے جسم اور کپڑوں سے بدبو آتی ہے، منہ میں بھی بو رہتی ہے ایسے بچے دوسرے کی نظروں میں اچھے بچے نہیں سمجھے جاتے، دوسرے لوگ ایسے میلے کچیلے اور گندے رہنے والے بچوں کو اپنی گود میں لینا نہیں چاہتے، ان کو اپنے پاس بٹھانے اور ان کو اپنے قریب آنے کو اچھا نہیں سمجھتے، ایسے گندے بچوں سے بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے اور ایسے بچوں سے دوسرے لوگ محبت اور پیار بھی نہیں کرتے، اور اس کے علاوہ ایسے بچوں کے ساتھ گندے جراثیم بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ خود بھی بیمار ہوتے ہیں اور دوسروں کی تکلیف کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔

پیارے بچو! جس طرح صاف ستھرے رہنے والے بچے دنیا میں دوسرے لوگوں کو پسند ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ ان سے پیار کرتے ہیں اور گندے اور میلے کچیلے بچوں سے نفرت اور کراہیت کرتے ہیں، اسی طرح اللہ میاں بھی صاف ستھرے بچوں کو پسند کرتے ہیں اور ایسے بچوں سے خوش ہوتے ہیں اور میلے کچیلے بچوں کو اللہ میاں پسند نہیں کرتے۔

تو کیا پیارے بچو! تم اللہ میاں اور لوگوں کی نظروں میں اچھے اور پیارے بچے بننا چاہتے ہو؟

مجھے امید ہے کہ تم ایسا ہی چاہتے ہو گے کیونکہ اچھے بچوں کی یہی نشانی ہے۔

اگر ایسا ہی ہے تو آج ہی سے تم صاف ستھرا رہنا شروع کر دو، اور گندگی اور میل کچیل سے اپنے آپ کو بچاؤ، اپنے جسم کو صاف ستھرا رکھو اور اپنے کپڑوں کو بھی اور دوسری سب چیزوں کو بھی صاف رکھنے کی کوشش کیا کرو اور صاف ستھرا رہنے کے بارے میں جو باتیں آپ نے ابھی سُنی ہیں ان پر عمل کیا کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......لوگ میلے کچیلے بچوں کو پسند کرتے ہیں یا صاف ستھرے لوگوں کو؟

(۲)......کیا صفائی کے لئے ناخن کاٹنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جی ہاں یا نہیں میں جواب دیجئے؟

(۳)......کپڑوں کو صاف رکھنے کا کیا طریقہ ہے؟

دوسروں کی خدمت، عزّت اور محبت کیجئے

پیارے بچو! اپنے ماں باپ، رشتہ داروں اور خاص طور پر بہن بھائیوں سے محبت کرنا ایک اچھا بچہ ہونے کی نشانی ہے، ایسا کرنے والے بچے اچھے سمجھے جاتے ہیں، اور ایسا کرنے والے بچوں کے ساتھ ماں باپ، رشتہ دار اور بہن بھائی بھی محبت کرتے ہیں۔

لیکن جو بچے اپنے والدین سے، اپنے رشتہ داروں سے اور اپنے بہن بھائیوں سے محبت نہیں کرتے، اور ان کے ساتھ محبت پیار سے پیش نہیں آتے، اچھے انداز سے بات چیت نہیں کرتے، دوسروں پر غصہ کرتے ہیں، ان سے لڑتے جھگڑتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں، ناک منہ چڑھا کر دوسروں سے ملتے ہیں۔

ایسے بچے بدتمیز، بدتہذیب اور گندے بچے سمجھے جاتے ہیں، ایسے بچوں کی گھر اور باہر کوئی عزت نہیں ہوتی، ایسے بچوں سے دوسروں کو محبت اور ہمدردی نہیں ہوتی، ان سے ملنے جلنے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا، ان کے اپنے گھر آنے اور اپنے پاس بیٹھنے کو پسند نہیں کیا جاتا، ان کی کوئی ضرورت پوری کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا، مختصر یہ کہ ایسے بچے اچھے نہیں سمجھے جاتے۔

بچو! اگر تم اچھا بچہ بننا چاہتے ہو تو سب گھر والوں کے ساتھ ادب سے پیش آؤ، ان سے اپنی کوئی خدمت نہ لو بلکہ دوسروں کی خدمت کیا کرو، اگر کسی کی کوئی ضرورت ہو اور تم اس کو پورا کر سکتے ہو تو اسے پورا کر دیا کرو، جب دوسروں سے بات کرو تو اچھے انداز میں محبت کے لہجہ میں بات کرو، جب دوسروں سے ملو تو ان کو سلام کرو، دوسرے کے سلام کرنے یا کسی کے سلام کرنے کا انتظار نہ کرو، اور دوسرے کا حال چال معلوم کرو، چھوٹے چھوٹے کام خود کیا کرو، جیسے پانی پینا ہو تو کسی دوسرے سے پانی لانے کا نہ کہو جب خود اٹھ کر پانی پی سکتے ہو تو خود اٹھ کر پانی پی لیا کرو، جب کھانا دسترخوان پر لگا کرے تو دسترخوان تک کھانا اور دوسری چیزیں لانے میں دوسروں کی مدد کر دیا کرو، برتن وغیرہ لا کر رکھ دیا کرو، اگر کھانا کھاتے وقت پانی پینے اور لینے کی ضرورت پڑے تو خود کٹورے، گلاس میں پانی ڈال کر پی لیا کرو، کسی دوسرے سے پانی مت مانگا کرو، ہاں اگر پانی کا برتن قریب

میں نہ ہو تو دوسرے سے ادب کے ساتھ کہہ دیا کرو۔

اسی طرح اگر کھانا کھاتے وقت سالن وغیرہ کی ضرورت پیش آئے اور تم خود سالن لے سکتے ہو تو دوسرے سے مدد مت مانگو، خود آرام اور سلیقہ سے سالن اپنے برتن میں ڈال لیا کرو۔

اگر باورچی خانہ سے یا جہاں بھی برتن وغیرہ رکھے ہوئے ہوں کسی برتن یا چمچے وغیرہ کی ضرورت پڑے تو خود اٹھ کر وہاں سے برتن چمچہ وغیرہ جس چیز کی ضرورت ہو لے کر آجایا کرو، کسی دوسرے سے مت کہا کرو، ہاں اگر تم خود وہ چیزیں نہیں لا سکتے یا وہاں سے نہیں اٹھا سکتے تو دوسرے سے محبت کے ساتھ کہہ دیا کرو کہ فلاں جگہ میرا ہاتھ نہیں پہنچتا، یا فلاں مجبوری کی وجہ سے میں یہ کام نہیں کر سکتا، اس لئے آپ مہربانی کر کے فلاں کام کر دو۔

بغیر سخت ضرورت کے اپنے کام دوسروں سے کروانا اچھی بات نہیں، بلکہ بُری بات ہے۔

اسی طرح اگر گھر والے تم سے کوئی چیز گھر کے باہر سے منگوانا چاہیں تو وہ چیز لا کر دے دیا کرو، اور خریداری کرنے کے بعد جو پیسے بچیں وہ بغیر کہے گھر والوں کو واپس کر دیا کرو، چھپا کر نہ رکھا کرو، تم سے جو کام کرنے کے لئے کہا جائے اس کام کو کرنے کا دوسرے کو مت کہا کرو، بلکہ خود ہی اس کام کو کر دیا کرو، اور اس طرح کی باتیں نہ کیا کرو کہ تمہارے ابو یا امی تم سے ہی کام کرانے کو کیوں کہتے ہیں، دوسرے بہن بھائیوں کو کیوں نہیں کہتے، ایسی باتیں کرنا اچھا بچہ ہونے کی نشانی نہیں ہے۔

اپنے بہن بھائیوں کو بے ادبی اور غصہ کے ساتھ نہ پکارا کرو، ادب کے الفاظ بول کر دوسرے سے بات کیا کرو، تو تڑاک کرنے سے بچا کرو۔

اور سب بڑوں کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آیا کرو، اس سے دوسروں کی نظروں میں خود اپنی بھی عزت ہوتی ہے۔

ہمیشہ دوسروں کی خدمت کرنے کی کوشش کیا کرو، خدمت کرنے میں راحت اور عزت ہے، دوسروں سے خدمت لینے میں عزت نہیں ہے۔

اگر گھر میں کوئی چیز آئے تو سب سے زیادہ لینے کی کوشش نہ کیا کرو، دوسرے بہن بھائیوں کے حصہ کا بھی خیال رکھا کرو، اپنی امی، ابو پر یہ اعتراض نہ کیا کرو کہ فلاں بہن یا بھائی کو اتنی زیادہ چیز دی گئی

ہے اور مجھے تھوڑی دی گئی ہے۔

تمہارے ماں باپ تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ کس کو کتنی چیز دینا چاہئے اور کس کو کتنی، کس کا کتنا حق بنتا ہے اور کس کا کتنا، ابھی تمہیں یہ باتیں سمجھ نہیں آتیں، بڑے ہو کر اچھی طرح سمجھ آنے لگیں گی، اس لئے تمہارے امی، ابو تمہارے ساتھ جو برتاؤ کریں اور جو کچھ تمہیں کہیں اور جو چیز جتنی تمہیں دیں، تم اس کو اپنے لئے اچھا سمجھا کرو، اوران کی باتوں پر اعتراض نہ کیا کرو۔

یہ سب کچھ تو اپنی جگہ ہے، اس سے آگے بڑھ کر تمہیں دوسروں کی خدمت کرنی چاہئے، مثلاً جب بھی کسی کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو تم کہے بغیر دوسرے کی ضرورت پوری کر دیا کرو، ہاں اگر وہ کام تمہارے اختیار و قبضہ میں نہ ہو، تو پھر مجبوری ہے۔

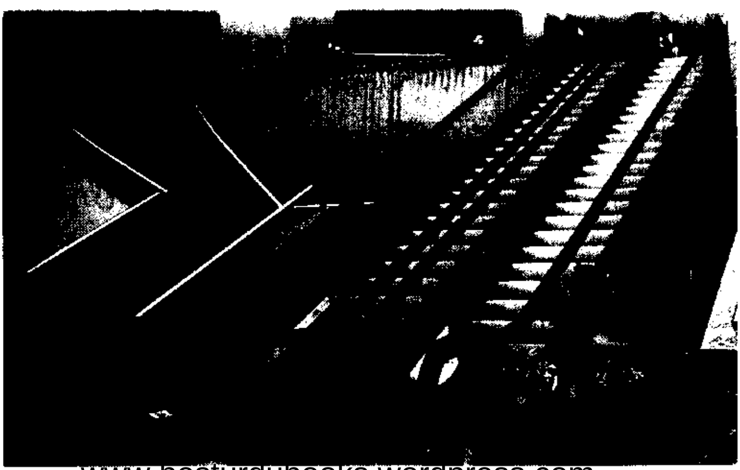
اگر تم ایسا کرو گے تو تم ایک اچھے بچے سمجھے جاؤ گے، اور تم سے دنیا کے انسان بھی راضی اور خوش ہونگے، اور اللہ تعالیٰ بھی خوش ہونگے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اپنے کام دوسروں سے کرانا اچھی بات ہے کہ بری بات ہے؟

(۲)......کیا دوسروں کی عزت کرنے سے انسان کی اپنی عزت بھی ہوتی ہے؟

(۳)......دوسروں کی خدمت کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں یا نہیں؟



بچو، لڑائی جھگڑے سے بچو

پیارے بچو! آپس کا لڑائی جھگڑا بہت بری چیز ہے، لڑائی جھگڑے کی وجہ سے آپس میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے لڑائی جھگڑا کرنے والے انسان سے دوسرے لوگ نفرت کرتے ہیں، اور اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، لڑنے جھگڑنے والے انسان کے دنیا میں دوست کم اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں، اور ایسے انسان کی مصیبت اور پریشانی کے وقت ساتھ دینے والے بھی بہت تھوڑے ہوتے ہیں، لڑنے جھگڑنے والا انسان پریشانی اور مصیبت کے وقت بے یار و مددگار رہتا ہے۔

جو بچے بچپن میں لڑنے جھگڑنے کے عادی ہوتے ہیں وہ بڑے ہونے کے بعد بھی اس بیماری کا شکار رہتے ہیں۔

اور جو انسان دوسروں کے ساتھ محبت، پیار کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اس کے ساتھ محبت پیار کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور ایسے انسان پر اگر کوئی پریشانی یا مصیبت آجائے تو بہت سارے مددگار نکل آتے ہیں اور اس کے مسئلے حل کرانے میں اس کی مدد کرتے ہیں۔

اس لئے تمہیں چاہیئے کہ دوسروں کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آؤ، بات بات پر لڑو جھگڑو نہیں۔

اگر کسی دوسرے کی طرف سے کوئی ایسی بات سامنے آئے جو تمہیں پسند نہ ہو تو بھی برداشت کرو، اور ایسے وقت غصہ پر قابو رکھو، خواہ مخواہ آپے سے باہر نہ ہو جاؤ اور زبان درازی پر مت اتر آؤ۔

بچو! غصہ کا ایک علاج یہ ہے کہ جب کسی دوسرے انسان پر آپ کو غصہ آئے تو اس کی اچھی باتوں کو سوچو اور اپنی بری باتوں کو یاد کرو، اور ایسے وقت اپنے آپ سے بات کرتے ہوئے کہو کہ اگر دوسرے نے کوئی غلط کام کر دیا ہے یا بری بات کہہ دی ہے تو میں بھی تو بہت سے غلط کام کرتا ہوں اور بہت سی بری باتیں دوسروں کو کہتا ہوں۔

جب تم ایسا کرو گے اور غصہ آنے کے وقت اپنی برائیوں کو سوچو گے اور دوسرے کی اچھائیوں کو یاد کرو گے تو فوراً غصہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے گا، اور لڑائی جھگڑے سے بچ جاؤ گے۔ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو ذرا ذرا سی بات پر بلاوجہ لڑائی جھگڑا ہو جائے گا، اور گالی گلوچ زبان سے نکلنا شروع

ہو جائے گی، جس کی وجہ سے تمہاری زبان گندی اور ناپاک ہو جائے گی، اور ہو سکتا ہے کہ مار پیٹ کی بھی نوبت آ جائے اور پھر چوٹ وغیرہ لگ جائے اور اگر تم نے کسی وقت کسی دوسرے کو مار پیٹ دیا اور خود بچ کر نکل گئے تو یہ مت بھولو کہ انسان ایک وقت کا غصہ دوسرے وقت نکال لیتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے وقت اسی دوسرے کا تمہارے اوپر قابو چل جائے اور پھر وہ خوب تمہاری پٹائی کرے، اور پرانی دشمنی کی خوب بھڑاس نکالے۔

بچو! یاد رکھو کہ کبھی بھی وقت ایک طرح کا نہیں ہوتا، حالات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں، آج اگر تم طاقت ور ہو اور دوسرا کمزور ہے تو ہو سکتا ہے کہ آنے والے کسی وقت میں دوسرا طاقت ور ہو جائے اور تم کمزور ہو جاؤ، اور جس طرح آج تم دوسرے کو دبا رہے ہو اور دوسرے پر خوب غصہ کر رہے ہو، پھر دوسرا بھی تمہارے ساتھ یہی کام کرے، پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ برائی کا نتیجہ برا ہی نکلا کرتا ہے۔

کسی دوسرے کے ساتھ برا سلوک کر کے اس سے اچھائی اور بھلائی کی توقع اور امید رکھنا بے وقوفی ہے، عقلمندی یہ ہے کہ برائی کا نتیجہ بُرا، اور اچھائی کا نتیجہ اچھا سمجھو۔

اگر تم عقلمندی سے کام لو گے اور ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کرو گے تو آنے والے وقت میں تم آرام اور مزے سے رہو گے اور اگر نتیجہ کو بھول گئے اور غصہ میں جو کچھ دل میں آیا وہ سب کچھ کرتے چلے گئے تو یاد رکھو کہ آنے والا وقت تمہارا ساتھ نہیں دے گا اور پھر تم پچھتاؤ گے اور اپنے پرانے زمانے کو یاد کرو گے، اور اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہو گے۔

بچو! لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب تمہیں کسی دوسرے کے اوپر غصہ آئے اور لڑائی کو دل چاہے تو تم وہاں سے الگ ہو جاؤ اور اس جگہ سے ہٹ جاؤ اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاؤ، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ غصہ بھاگ جائے گا اور غصہ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اور تم کسی بڑی آفت اور مصیبت سے بچ جاؤ گے۔

یہ بات یاد رکھو کہ غصہ کے وقت انسان بے وقوفوں والے کام کرتا ہے، غصہ کی وجہ سے انسان کی عقل صحیح کام نہیں کر رہی ہوتی، اس لئے غصہ میں آ کر جو کام کیا جاتا ہے وہ غلط اور ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

بچو! لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک اور بھی طریقہ ہے جو ہمارے پیارے حضرت نبی محمد ﷺ نے

بتلایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو پانی پی لو، ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھولو، اور اگر تمہیں وضو کرنا آتا ہے تو وضو کرلو، اس کی وجہ سے بھی غصہ بھاگ جاتا ہے اور غصہ کی آگ ٹھنڈی ہوجاتی ہے

جس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے آتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور پانی سے آگ ٹھنڈی ہوجاتی ہے، تم اگر اس طریقہ پر عمل کر کے دیکھو گے تو تمہیں یقین ہوجائے گا کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بالکل سچی بات بتلائی ہے۔

بچو! ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے غصہ کے نقصان اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کا ایک اور بہت ہی بہترین طریقہ بتلایا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جب کسی وقت غصہ آئے اور لڑائی جھگڑا ہونے والا ہو تو اگر تم کھڑے ہوئے ہو تو فوراً تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤ اور اگر بیٹھے ہوئے ہو تو تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جاؤ یا پیچھے کسی چیز سے سہارا اور ٹیک لگالو۔

اس طرح کرنے سے غصہ بھاگ جائے گا یا کم تو ضرور ہوجائے گا اور تم غصہ کے نقصان سے بچ جاؤ گے

بچو! یہ سب باتیں اس لئے بتلائی جارہی ہیں تا کہ تم دنیا میں ایک اچھے اور شریف انسان بن جاؤ، دنیا کے لوگ تم سے محبت کرنے لگیں، اور تمہاری عزت کرنے لگیں، اور تمہاری دنیا کی زندگی میں سکون اور آرام مِل جائے اور جب تم ان باتوں پر عمل کرو گے تو امید ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد قبر میں بھی میٹھی نیند سوؤ گے اور قبر سے نکلنے کے بعد بھی ہمیشہ ہمیشہ تم سکون اور عزت کے ساتھ جنت میں رہو گے اور وہاں تمہیں اللہ میاں کی طرف سے طرح طرح کی نعمتیں اور عیش و آرام کی چیزیں ملیں گی

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......غصہ کرنے اور لڑنے جھگڑنے والے انسان کے دنیا میں دوست زیادہ ہوتے ہیں یا دشمن زیادہ ہوتے ہیں؟

(۲)......لڑنے جھگڑنے والے انسان کی دنیا میں عزت ہوتی ہے، یا عزت نہیں ہوتی؟

(۳)......غصہ کا کوئی علاج بتلایئے، جس سے غصہ بھاگ جائے؟

بجلی کا کرنٹ

پیارے بچو! تم نے اپنے گھر میں دیواروں پر بجلی کی تار بچھی ہوئی دیکھی ہوگی، ورنہ جگہ جگہ بجلی کے بورڈ اور سوئچ لگے ہوئے ضرور ہی دیکھے ہوں گے، تمہیں معلوم ہے کہ بجلی کی تاروں اور ان کے بٹنوں میں کرنٹ ہوتا ہے اور جو چیزیں بجلی کے ساتھ چلتی ہیں وہ بھی کرنٹ ہی سے چلتی ہیں، جیسا کہ بلب، پنکھا، ٹیوب لائٹ، فریج، ڈیپ فریزر، واشنگ مشین، جوسر مشین، ایئر کولر، پانی کی موٹر ،بجلی کا واٹر کولر، استری وغیرہ۔

اور جب تک ان چیزوں میں کرنٹ نہ پہنچے تو یہ چیزیں چل نہیں سکتیں، اور کرنٹ اگرچہ ان چیزوں کے اندر ہوتا ہے، لیکن بعض دفعہ ان چیزوں کے اوپر بھی کرنٹ آجاتا ہے۔

اور بچو! تم یہ بھی جانتے ہو کہ بجلی کے کرنٹ سے جہاں بڑے بڑے کام ہوتے ہیں اور بہت سے فائدے ہوتے ہیں وہاں یہ کرنٹ بہت خطرناک بھی ہوتا ہے، ذرا سی دیر میں انسان اس کے حملے سے مر کر ختم بھی ہوجاتا ہے

تم نے بہت سے واقعات سنے ہوں گے کہ کسی کو واشنگ مشین سے کرنٹ لگ گیا اور فوت ہوگیا، کسی کو پنکھے سے کرنٹ لگ گیا اور مرگیا، کسی کو فریج یا ڈیپ فریزر سے کرنٹ لگا اور ختم ہوگیا۔

اس طرح کے بہت سے واقعات اخباروں میں بھی آتے رہتے ہیں، ذرا سی غفلت میں انسان کی جان چلی جاتی ہے۔

جب کسی انسان کو کرنٹ لگتا ہے تو وہ کرنٹ ایک دم پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور سارے جسم کا خون چوس کر انسان کو ختم کر دیتا ہے، یا پھر ایک زوردار جھٹکا لگتا ہے اور انسان دور جا کر پڑتا ہے۔ پھر یا تو فوت ہوجاتا ہے، یا ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ہمیشہ کے لئے معذور ہوجاتا ہے۔

جب کسی انسان کو بجلی پکڑ لے تو اگر کوئی دوسرا بندہ اسے ہاتھ لگائے تو وہ بھی ساتھ میں ہی چپک جاتا ہے اور اس طرح دوسرا بندہ بھی کرنٹ کی زد میں آجاتا ہے، پھر اگر اس دوسرے بندہ کو کوئی ہاتھ لگائے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

اس سے تمہیں اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ بجلی کا کرنٹ کتنی خطرناک چیز ہے۔

اب تک دنیا میں لاکھوں بندے بجلی کا کرنٹ لگنے کی وجہ سے یا تو فوت ہو چکے ہیں، یا پھر معذور ہو کر زندگی کے سکون سے محروم ہو چکے ہیں۔

کئی واقعات ایسے بھی ہوئے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بہن بھائی کھیلتے کھیلتے کرنٹ لگنے سے ایک ساتھ ہی فوت ہو گئے۔

بچو! بجلی کے تار اور کرنٹ والی چیزیں کھیلنے کے لئے نہیں ہوتیں۔ کھیلنے کے لئے اور بہت ساری چیزیں ہیں، بجلی اور کرنٹ سے کبھی بھی نہیں کھیلنا چاہئے۔

بہت سے بچے خواہ مخواہ بجلی کے بٹنوں اور سوئچوں میں انگلیاں لگاتے رہتے ہیں، بٹن کھول اور بند کر کے کھیلتے ہیں اور کسی دن کھیل کھیل میں ہی کام تمام ہو جاتا ہے، اور یہ بچے فوت ہو جاتے ہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر ہمیں کسی وقت کرنٹ لگ گیا تو ہم فوراً وہاں سے ہاتھ ہٹا کر بھاگ جائیں گے، مگر آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کرنٹ لگنے کے بعد ہاتھ ہٹانے اور بھاگنے کا موقع ہی نہیں ملتا، کرنٹ فوراً اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، فوراً سے پہلے ہی کام ہو جاتا ہے، اور آناً فاناً پورے جسم کا خون جل کر ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ بجلی کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے وہ آناً فاناً ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بلب کا بٹن کتنی دور ہوتا ہے لیکن بٹن کھولتے ہی دور لگا ہوا، بلب چل جاتا ہے اور کچھ بھی دیر نہیں لگتی، دیکھئے کتنی جلدی کرنٹ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔

بعض بچے لوہے کی تار سے گڈی اڑاتے ہیں، اور لوہے کی تار کسی بجلی کے کرنٹ والی تار سے جا کر لگ جاتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے دور کھڑے بچے اپنی جگہ رہتے ہوئے ہی کرنٹ سے مر جاتے ہیں۔

بعض اوقات کرنٹ لگنے سے ایک زوردار جھٹکا لگتا ہے اور کرنٹ لگنے والا انسان کہیں سے کہیں جا کر پڑتا ہے، ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں۔

بچو! تمہیں چاہئے کہ کرنٹ والی چیزوں سے دور رہو، ان کو ہاتھ نہ لگاؤ، اگر کبھی بجلی کے بٹن کو ہاتھ

لگانا پڑ جائے تو بھی بٹن کے اوپر والے حصہ کو انگلی لگاؤ اور پورا ہاتھ نہ رکھو، انگلی بھی سوئچ کے اندر نہ کرو۔

اگر ہاتھ گیلے ہوں تو بھی بجلی کے بٹن کو ہاتھ نہ لگاؤ، کیونکہ گیلے ہاتھوں میں کرنٹ بہت جلدی پہنچتا ہے، پانی خود بخود بجلی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ ایسے وقت آپ کے پاؤں میں پلاسٹک یا ربڑ کی خشک جوتی ہونی چاہئے، اس سے کرنٹ لگنے سے کافی حد تک حفاظت ہو جاتی ہے

بچو! جان بہت قیمتی چیز ہے، اس کے ہوتے ہوئے انسان سب کچھ کر سکتا ہے اور جان چلی جائے تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتا، اس لئے............

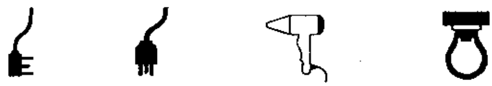
بچو! خوب اچھی طرح سمجھ لو بچو! بجلی کے کرنٹ سے بچو

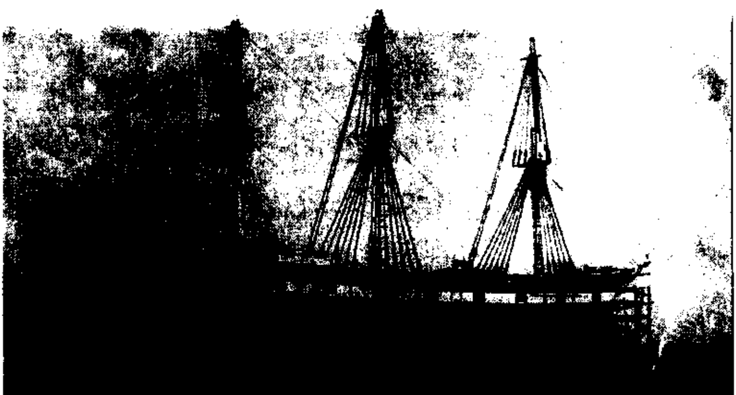
ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......کیا بجلی کا کرنٹ لگنے سے انسان فوت ہو سکتا ہے؟

(۲)......بجلی کا کرنٹ انسان کے بدن کو کیا کر لیتا ہے؟

(۳)......کیا پلاسٹک اور ربڑ کی خشک جوتی پہنے ہوئے ہونے سے کرنٹ لگنے سے حفاظت ہو جاتی ہے؟





بیٹا جھوٹ مت بولنا

پیارے بچو! صدیوں پہلے کی بات ہے، پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسویں کا زمانہ ہے، مسلمانوں کے گھر گھر میں دینی علم کے چرچے ہیں، مسلمان بچے ذرا سمجھ دار ہوتے ہیں تو دین کا علم پڑھنے کے لئے دُور دُور کے ملکوں کا سفر کر کے گھر سے نکل پڑتے ہیں۔

اُس زمانے میں دین کے علم کا سب سے بڑا مرکز عراق کا مشہور شہر بغداد تھا جہاں دینی علم کے بڑے بڑے مدرسے تھے، ساری دنیا سے مسلمانوں کے بچے قافلوں کے ساتھ پڑھنے کے لئے یہاں آتے تھے۔

یہ اسی زمانے کی بات ہے ایران کے صوبہ ''جیلان'' میں ایک بچہ پیدا ہوا، اور شروع ہی سے گھر میں دینی اور علمی ماحول ہونے کی وجہ سے کم عمری کے اندر دیکھتے ہی دیکھتے عقلمندی، ہونہاری اور دینداری میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔

ابھی مشکل سے اس بچے کی عمر چودہ سال کی ہوگی کہ اس کی ماں نے اونچے درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک قافلہ کے ساتھ اس کو عراق کے مشہور شہر بغداد روانہ کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ریلیں، بسیں اور جہاز وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے، پیدل یا اونٹ گھوڑوں وغیرہ پر سفر ہوتا تھا، اور مسافر قافلوں کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا کرتے تھے۔

ماں نے اپنے بیٹے کے سفر، خرچ اور دوسری ضروریات کے لئے چالیس اشرفیاں اس بیٹے کی شیروانی کے اندر والے کپڑے میں سی دیں، تا کہ کسی کو نظر نہ آئیں اور حفاظت رہے۔

اس زمانے میں روپیوں پیسوں کے بجائے سونے کی اشرفیاں چلا کرتی تھیں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ راستہ میں ایک جگہ قافلہ ٹھہرا، اور اس پر ڈاکوؤں نے اچانک زوردار حملہ کر کے لوٹ مار کرنا شروع کر دی اور جس کے پاس سے جو کچھ ملا وہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پورے قافلہ میں خوف وہراس پھیلا ہوا تھا اور ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی تھی۔

مگر یہ لڑکا ایک طرف بالکل اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

اچانک کچھ ڈاکو اس لڑکے کی طرف بھی بڑھے اور بولے تمہارے پاس کیا ہے؟

لڑکے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔

ڈاکوؤں کو لڑکے کی اس بات پر حیرت ہوئی اور یقین نہ آیا...... یقین بھی کیسے آ سکتا تھا آخر یہ مال بھی تو اس وقت بہت بڑی قیمت رکھتا تھا اور ظاہر میں کچھ نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔

ڈاکوؤں نے سمجھا کہ یہ لڑکا جھوٹ بول رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے اور آپس میں مشورہ کر کے اس لڑکے کو اپنے بڑے سردار اور باس (Boss) کے پاس لے جانے کا فیصلہ کیا۔

لڑکے کے چہرہ پر گھبراہٹ بالکل نہیں تھی۔

ڈاکوؤں نے لڑکے کو اپنے سردار کے سامنے پیش کر کے واقعہ سنایا۔

سردار سخت لہجے اور غصے میں بولا...... سچ سچ بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟......

لڑکے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا...... چالیس اشرفیاں ہیں......

سردار حیرانگی کی حالت میں بولا!...... اچھا دکھاؤ کہاں ہیں؟......

لڑکے نے فوراً اپنی شیروانی (قمیض) کا اندر والا کپڑا ادھیڑا اور ساری اشرفیاں سامنے رکھ دیں۔

یہ منظر دیکھ کر سارے ڈاکو حیران تھے اور پریشانی میں سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ......ڈاکوؤں کے سردار نے تعجب اور حیرانگی کے انداز میں پوچھا......

ہمارے خیال میں تو تم ایک معمولی سے لڑکے ہو اور ہمارے خیال میں بھی نہ تھا کہ اتنا بڑا خزانہ تمہارے پاس ہوگا، آخر تمہیں سچ سچ بتانے اور اشرفیاں سامنے رکھنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟

یہ لڑکا بڑے اطمینان کے لہجے میں بولا کہ میں دین کا علم حاصل کرنے کے لئے بغداد شہر جا رہا ہوں، اور میری ماں نے گھر سے رخصت کرتے وقت یہ نصیحت کی تھی کہ:

بیٹا جھوٹ مت بولنا...... چاہے کچھ بھی ہو جائے ہمیشہ سچ بولنا......... سچ میں خیر ہوتی ہے اور جھوٹ میں خیر نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں۔

میری ماں نے مجھے سچ بولنے کی نصیحت کی تھی اس لیے میں سچ بولا۔

لڑکے کی یہ نصیحت سن کر ڈاکوؤں کے دل پر ایک چوٹ لگی اور فوراً چوری ڈکیتی اور اپنی تمام شرارتوں سے توبہ کی اور ہمیشہ کے لئے نیک اور شریف انسان بن گئے۔

یہ لڑکا سچ بولنے کی وجہ سے بڑا ہو کر "شیخ عبدالقادر جیلانی" کے نام سے مشہور ہوا۔
پوری دنیا میں اس کا روحانی اور علمی فیض اور فائدہ پہنچا، اور لاکھوں انسانوں کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بن کر رہتی دنیا تک اپنے نام کو زندہ وتابندہ کر گیا۔
اس سچے واقعے سے تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ بچپن میں جو بچہ سچ بولتا ہے اور اپنے بڑوں کا کہنا مانتا ہے وہ بڑا ہونے کے بعد ایک اچھا اور باعزت انسان بنتا ہے۔
پیارے بچو! سچ کیسی نعمت ہے کہ اس کی بدولت کتنی برکتیں آتی ہیں اور پریشانیوں سے نجات ملتی ہے اور عزت بھی بڑھتی ہے، اور دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔
آج سے تم بھی عہد کر لو کہ آئندہ ہمیشہ سچ بولیں گے...... پھر دیکھنا کیسی عزت ملے گی اور سب لوگ تمہیں اچھا کہیں گے۔
یاد رکھو دنیا میں اگر بڑا اور شریف بننا چاہتے ہو تو سچ کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر لازم کر لو۔
دنیا کے علاوہ قبر اور آخرت میں بھی پھر دیکھو کیسی کیسی نعمتیں اور راحتیں ملیں گی اور قدم قدم پر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

سچا بچہ...... بنتا ہے اچھا

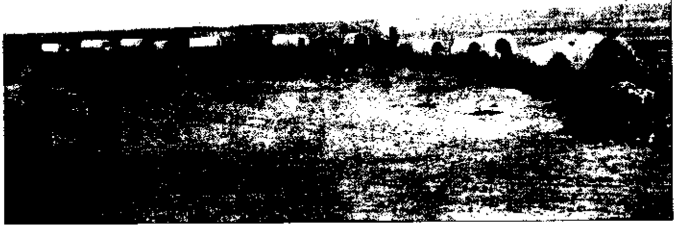
سچ بولو سچ بولو ہمیشہ سچ   ہے بھلے مانسوں کا پیشہ سچ

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... سچ بولنے والا یہ بچہ کس لئے سفر کر رہا تھا؟

(۲)...... سچ بولنے والے اس بچہ کا نام کیا تھا؟

(۳)...... اس بچہ کے سچ بولنے سے ڈاکوؤں کو کیا فائدہ ہوا۔



جُھوٹ کا بھیڑیا

پیارے بچو! کسی زمانے میں ایک لڑکا جنگل کے قریب کسی گاؤں میں رہتا تھا۔
لیکن وہ جھوٹ بولنے اور شرارت کرنے کا عادی تھا، اور دوسروں کو ذرا ذراسی بات پر تکلیف پہنچاتا تھا۔
اسے پڑھائی کا شوق بھی نہیں تھا گھر والوں نے تنگ آ کر اس کے ذمہ جنگل میں بکریاں چرانا لگادیں۔
وہ بکریوں کو لے کر قریبی جنگل میں چلا جاتا اور شام کو بکریوں کا جب پیٹ بھر جاتا تو اپنے گھر آ جاتا مگر اس کو جھوٹ کی عادت تو پہلے سے تھی اس لئے اس عادت نے بکریاں چراتے ہوئے بھی اپنا کام دکھایا۔
کبھی کبھی اسے شرارت سوجھتی اور وہ اچانک جنگل میں زور زور سے شور مچادیتا۔

بھیڑیا۔ بھیڑیا

گاؤں کے لوگ بھاگ کر آتے تو وہاں بھیڑیئے کا نام ونشان بھی نہ ہوتا۔ یہ لڑکا ان کا مذاق بنا کر کہتا

میں تو تمہیں ویسے ہی بے وقوف بنا رہا تھا

جب اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو گاؤں کے لوگ سمجھ گئے کہ یہ جھوٹ بولتا ہے اور سب لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے۔
اسی دوران ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سچ مچ میں اس لڑکے کے پاس بھیڑیا آ گیا اور اس کی بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کر دیا، اس نے پھر اسی طرح شور مچایا۔

بھیڑیا۔ بھیڑیا

مگر اب کی مرتبہ لوگوں نے کہا کہ یہ تو جھوٹا لڑکا ہے۔ کوئی بھیڑیا ویڑیا نہیں بلکہ یہ تو جھوٹ کا بھیڑیا ہے، اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہے، ادھر یہ لڑکا شور مچاتا رہا۔
اور اس کی ساری بکریوں کا ریوڑ بھیڑیئے کی غذا بن گیا، بھیڑیا دم بھر میں چیر پھاڑ کر چلتا بنا اور اس

کا سارا کاروبار ختم کر دیا۔

بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ اس مرتبہ تو سچ مچ میں بھیڑیے نے اس کا کام تمام کر دیا مگر اب کیا ہو سکتا تھا، یہ لڑکا تو اپنا سب کچھ کھو چکا تھا۔

پیارے بچو! آپ نے جھوٹ بولنے کا نقصان دیکھ لیا، کیا ہوتا ہے؟ انسان جھوٹ کی بدولت اپنی دنیا خراب کر لیتا ہے اور ایسے انسان کی بات کو لوگ کوئی اہمیت نہیں دیتے اور اس کی کوئی عزت دوسروں کی نظروں میں نہیں رہتی۔

آج بہت سے بچے باتوں باتوں میں جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ اس کو تفریح اور ہنسی مذاق کی چیز سمجھتے ہیں۔

کتنے بچے ایسے ہیں جو باہر ویڈیو گیم وغیرہ میں جاتے ہیں اور گھر والوں کو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو پڑھنے کے لئے گئے تھے اور اسی طرح کے دوسرے جھوٹ بول کر بڑوں کو دھوکہ دیتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ایک دن اس جھوٹ کی وجہ سے وہ جان سے ہاتھ دھو سکتے ہیں ابھی بھی وقت ہے آج ہی سے تم جھوٹ سے سچی توبہ کر لو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جھوٹ بولنے والے کی دنیا میں عزت ہوتی ہے یا ذلت ہوتی ہے؟

(۲)...... یہ بچہ جس کی بکریوں کو بھیڑیئے نے کھایا، جھوٹ کیوں بولتا تھا؟

(۳)...... اس بچہ کا جھوٹ بولنے سے کیا نقصان ہوا؟



آج کل کے دوست، کھاتے ہیں گوشت

پیارے بچو! محمد شریف کا چھوٹا بیٹا جس کا نام خالد تھا، اس کی جنید نام کے دوسرے لڑکے کے ساتھ گہری دوستی تھی... خالد اکثر جنید کے گھر جایا کرتا... وہ رات کو دیر تک اس کے پاس رہ کر کھیل کود میں مشغول رہتا اور غپ شپ لڑاتا رہتا تھا... خالد کے والد محمد شریف نے اپنے بیٹے خالد کو بہت سمجھایا

بیٹا دیر تک باہر رہنا اور کسی سے دوستی کرنا اچھی چیز نہیں آج کل کی دوستی فائدہ نہیں دیتی بلکہ نقصان پہنچاتی ہے۔

آج کل کے دوست کھاتے ہیں گوشت
سر سہلاتے ہیں بھیجا کھاتے ہیں

دوست وہ ہے جو مصیبت میں کام آئے۔ بُری گھڑی میں ساتھ دے اور غلط کاموں سے روکے۔

آج کل کے دوستوں میں یہ چیزیں نہیں ہوتیں بلکہ آج کل صرف مطلبی دوست ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے تم اپنے گھر میں رہ کر گھر کا کام کاج اور بڑوں کی خدمت کیا کرو۔ اور پڑھنے لکھنے میں مشغول رہا کرو۔

مگر خالد کہاں ماننے والا تھا اسے تو اپنے والدین اور گھر والوں بلکہ سب لوگوں سے زیادہ اچھا اپنا دوست جنید ہی لگتا تھا۔

محمد شریف کے خالد کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خالد برابر جنید کی دوستی میں آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔

خالد ضد کر کے اپنے والدین سے پیسے مانگتا اور کبھی گھر سے چوری کر کے پیسے لے لیتا اور جنید کے ساتھ بیٹھ کر سارے پیسے فضول اڑا دیتا۔

اس طرح اب تک وہ ہزاروں روپے فضول برباد کر چکا تھا۔

ایک دن محمد شریف نے خالد کے رات کو دیر سے آنے کے بعد کہا۔

بیٹا ہمیں آج اپنے دوست سے تو ملاؤ ہم بھی دیکھتے ہیں وہ تمہارا کیسا دوست ہے؟ جس پر تم ہر وقت مر مٹنے کو تیار رہتے ہو۔

پہلے تو خالد نے بات اِدھر اُدھر کر کے ٹالنا چاہا اور بہانہ کیا کہ:

اِس وقت میرا دوست سو گیا ہوگا، اس وقت اس کو ہمارے جانے سے تکلیف ہوگی، اس کے آرام اور نیند میں خلل آئے گا۔

لیکن جب والد نے کہا کہ ایسا بھی کیا دوست کہ جس کو دوست سے تکلیف ہو، اگر آپ کا دوست واقعی سچا اور اچھا دوست ہے تو ہرگز بھی ہمارے اس وقت جانے کو محسوس نہیں کرے گا، بلکہ خوش ہوگا کہ چلو خیر سے آج اپنے دوست خالد کے ابا جان سے بھی ملاقات ہوگئی۔

بہر حال والد کے کہنے سننے سے خالد اپنے والد کو دوست کے گھر لے جانے پر رضا مند ہوگیا۔

جب خالد اور اس کے ابا جان دونوں جنید کے گھر پہنچے اور دروازے پر جا کر دستک دی تو پہلے تو کافی دیر تک جواب ہی نہیں ملا۔ کافی دیر تک دستک دینے کے بعد اندر سے جنید کی آواز سنائی دی۔

اس وقت کون کمبخت تنگ کرنے آ گیا ہے؟

خالد نے خوشی خوشی سے جواب دیا:

جنید جنید!. میں ہوں آپ کا دوست خالد۔ اور آج میرے ساتھ آپ سے ملنے کے لئے میرے والد بھی آئے ہیں۔ جلدی دروازہ کھولو۔

مگر جنید نے دروازہ کھولنے کے بجائے اندر ہی سے غصہ میں بڑبڑانا شروع کر دیا۔

کون جنید پنید ... میں نہیں جانتا... اس وقت تمہارے آنے کا کونسا وقت ہے؟ جب چاہتے ہو منہ اٹھا کر چلے آتے ہو... نہ رات دیکھتے اور نہ دن... چلو! یہاں سے دفع ہو جاؤ... دِن وِن میں پھر کسی وقت آنا، میں اس وقت تم سے ملاقات نہیں کر سکتا... میری نیند خراب ہو جائے گی۔

بہر حال مجبوراً خالد کو منہ لٹکا کر اپنے والد کے ساتھ واپس لوٹنا پڑا... مگر خالد کو آج پہلی مرتبہ اندر ہی اندر اپنے دوست جنید پر شدید غصہ آ رہا تھا... لیکن اب ہو بھی کیا سکتا تھا... مجبوراً اپنا سا منہ لے کر

خاموش رہنا پڑا۔
مگر آج خالد کو اپنے والد کی بات سمجھ میں آ گئی تھی کہ آج کے دوست واقعی مطلبی ہوتے ہیں اور وقت آنے پر ذرا بھی اپنی راحت اور تکلیف کو قربان کرنے کا جذبہ نہیں رکھتے اور ابا جی بالکل صحیح کہتے ہیں۔
اب خالد نے جنید سے دوستی برقرار رکھنے کا ارادہ ختم کر دیا تھا اور دل میں اس کا پختہ عہد کر لیا تھا کہ آئندہ وہ جنید کے ساتھ ہرگز بھی دوستی نہیں رکھے گا، ساتھ ہی خالد کو آج اس بات کا بھی سخت افسوس تھا کہ اتنا پیسہ اور وقت جو جنید کے ساتھ دوستی کی وجہ سے برباد ہو گیا اس کا کوئی بھی فائدہ سامنے نہیں آیا، اور آج دوستی کے نتیجہ میں یہ دن دیکھنا پڑا، اس سے بہتر تھا کہ وہ اپنے والد کی خدمت اور گھر کے کام کاج کرتا، اور پڑھائی میں مشغول رہ کر کہیں کے کہیں پہنچ چکا ہوتا۔
اب خالد کو اپنے والد کی دوسری باتوں پر بھی کچھ یقین ہو گیا تھا کہ جس طرح یہ بات ان کی صحیح ثابت ہوئی اسی طرح دوسری باتیں بھی جو وہ فرماتے ہیں یقیناً ٹھیک ہی ہوں گی۔ اور یہ کہ آئندہ ہرگز بھی وہ کسی کے ساتھ دوستی نہیں کرے گا۔
ابھی وہ دل ہی دل میں یہ سب باتیں سوچ رہا تھا کہ والد صاحب نے فرمایا کہ بیٹا سچا دوست وہ ہوتا ہے جو مشکل گھڑی میں ساتھ دے، اور ضرورت کے وقت میں کام آئے، آج ہم تمہیں اپنے دوست سے بھی ملواتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ اصل اور سچے دوست کیسے ہوتے ہیں۔
جنید کے مایوس کن رویہ کی وجہ سے خالد کو سچے دوست کو دیکھنے کا کافی جذبہ اور شوق پیدا ہو گیا تھا۔
اور وہ اپنے والد صاحب کے ساتھ سچے دوست کو دیکھنے کی طلب میں چل پڑا تھا۔
کافی دور چلنے کے بعد محمد شریف اور خالد ایک بستی میں داخل ہوئے اور کچھ اندر جا کر محمد شریف نے ایک کچے سے مکان پر جا کر دستک دی، رات کافی ہو چکی تھی اور اندھیرا بھی تھا، دستک کے فوراً بعد اندر سے کسی بڑے میاں کی آواز سنائی دی۔
ارے بھائی کون ہے؟ محمد شریف نے جواب میں کہا "میں ہوں آپ کا دوست محمد شریف" جواب کے فوراً بعد اندر سے کچھ چیزوں اور برتنوں کے کھٹکنے کی آواز سنائی دی اور کچھ لمحے کے بعد ہی خالد

اور اس کے والد نے یہ منظر دیکھا کہ ایک بڑے میاں دروازہ کھول کر سامنے تھے، ان کے ایک ہاتھ میں روشنی کے لئے لالٹین تھی اور اسی ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں برتن میں کھانے پینے کی کچھ چیزیں اور رقم تھی...... خالد نے فوراً پوچھا! بابا جی یہ اتنی ساری چیزیں کس لئے ساتھ لے آئے ہو؟...... بڑے میاں نے جواب دیا کہ محمد شریف میرا بہت پرانا دوست ہے، اتنی رات گئے آنے سے مجھے فوراً کھٹکا لگا اور مختلف قسم کے خیال آنے شروع ہوگئے کہ شاید میرا دوست بھوکا ہو تو اس کے لئے کھانے کی چیزیں ساتھ لے لوں۔

اور ہوسکتا ہے کہ کہیں ساتھ چلنے کے لئے کہے تو لالٹین ساتھ لے لوں تا کہ اندھیرے میں کام آئے اور ضرورت پوری کرنے میں مدد فراہم کرے۔

اور لاٹھی اس لئے ساتھ لی کہ ہوسکتا ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے اور اس کے ذریعہ سے محمد شریف کی مدد کرسکوں۔

اور رقم اس لئے ساتھ لی کہ ہوسکتا ہے پیسوں کی ضرورت ہو۔

اور میں یہ کام محمد شریف سے پوچھ کر بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ معلوم کرنے میں دیر لگے گی اور محمد شریف کو تکلیف ہوگی اس لئے ساری چیزیں ساتھ رکھ لیتا ہوں پھر جو چیز بھی محمد شریف کی ضرورت کی ہوگی وہ پیش کردوں گا۔

ابھی بڑے میاں صاحب کی بات پوری بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ خالد کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے خالد کے والد نے بات مکمل ہونے کے بعد کہا کہ ہمیں کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں میں تو اپنے بیٹے خالد کو اپنے سچے دوست کی ملاقات کرانے کے لئے آیا تھا، بڑے میاں نے گھر کا دروازہ کھول کر پیار و محبت اور عزت سے دونوں کو اندر بٹھایا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر خاطر کی۔

بڑے میاں کے چہرے پر محمد شریف کی آمد سے خوشی کے آثار جھلک رہے تھے۔

بڑے میاں نے خوشی کے لہجہ میں کہا مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں آپ لوگوں کی کس طرح خاطر کروں ،شاید آج میری کوئی نیکی میرے دوست کو میرے گھر لے آئی ہے۔

خوب خاطر مدارت اور آؤ بھگت کے بعد محمد شریف نے اپنی مجبوری ظاہر کر کے اجازت چاہی

...بڑے میاں دور تک اپنے دوست کو چھوڑنے کے لئے ساتھ آئے اور بار بار قیام کرنے اور ٹھہرنے کا اصرار کرتے رہے۔

بالآخر محمد شریف نے بڑے میاں سے اجازت چاہی اور گھر کو روانہ ہوئے۔

خالد کو آج کھرے، کھوٹے میں فرق نظر آ گیا تھا، اچھے برے کی تمیز پیدا ہو گئی تھی اور مستقبل کے لئے آنکھیں کھل گئی تھیں اب خالد کی زندگی کا رخ بدل چکا تھا، اس نے ہر قسم کی دوستی چھوڑ کر والدین کی خدمت شروع کر دی اور گھر کے کام کاج میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور محنت کے ساتھ لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ والدین کی فرمانبرداری، دعاؤں اور محنت کی بدولت خالد بڑا ہو کر ایک بہت باعزت انسان بن گیا۔

پیارے بچو! آپ بھی آج سے دوستی چھوڑ کر بڑوں کا کہنا ماننا، اور پڑھنے لکھنے میں محنت شروع کر دو۔

پھر اللہ کی مدد و نصرت اور بڑوں کی دعاؤں سے تم بھی ایک معزز انسان بن جاؤ گے۔

پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب — کھیلو گے کودو گے ہو گے خراب

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جنید، خالد کا اچھا دوست ثابت ہوا یا برا دوست ثابت ہوا؟

(۲)...... آج کل کی دوستی فائدہ مند ہوتی ہے، یا نقصان دہ؟

(۳)...... سچے دوست کی پہچان کیا ہے؟



گھر سے باہر نکلنے کے نقصان

پیارے بچو! یہ جنوری 2004ء اور ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ کا واقعہ ہے کہ پاکستان کے شہر ایبٹ آباد کے نزدیک ''کائیاں'' نام کے ایک گاؤں میں دو چھوٹی عمر کے سگے بھائی، نوید اور عرفان اپنے گھر میں شرارت کر رہے تھے۔ دونوں نے ماں کو بہت تنگ کیا ہوا تھا، ماں نے شرارت کرنے سے منع کیا...مگر یہ دونوں بھائی شرارت سے باز نہیں آئے.... ماں نے تنگ آ کر دونوں بچوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔

بچو آپ کو معلوم ہے کہ گاؤں میں تو درخت اور جھاڑیاں بھی ہوتی ہیں۔

اس گھر کے باہر، جس سے ماں نے ان بچوں کو باہر نکالا تھا، قریب جھاڑیوں میں پہلے سے ایک خونخوار شیر چھپا بیٹھا تھا۔

اس نے جب ان دو چھوٹے بچوں کو گھر سے باہر کھیلتے ہوئے دیکھا تو فوراً ان پر حملہ کر دیا۔

دونوں بھائی شور مچاتے رہے.... ماں نے بھی اپنے بچوں کے شور کرنے کی آواز سنی.... مگر ماں نے یہی سمجھا کہ شاید دونوں بچے گھر سے باہر نکلنے کے بعد بھی گھر کی طرح شور مچا رہے اور شرارتیں کر رہے ہیں.... اور ان کی ماں اپنے گھر کے کام کاج میں لگی رہی اور ان کے شور مچانے پر کوئی دھیان نہیں دیا۔

شیر نے آرام سے دونوں بچوں کے گلے کو اپنے تیز دانتوں سے کاٹ کر ذبح کر دیا اور گلے کی وہ رگ کاٹ دی جو قربانی کے جانوروں کی ذبح کے وقت کاٹی جاتی ہے، اور سارا خون پی کر اور گردن کا گوشت کھا کر جنگل میں واپس بھاگ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب دونوں بھائیوں کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تو ماں کو اپنے بچوں کی فکر ہوئی۔ اور گھر کا دروازہ کھول کر جب ماں نے گلی میں دیکھا تو دونوں بھائی خون میں لت پت مرے ہوئے پڑے تھے۔

جب اس واقعہ کا علاقہ کے لوگوں کو پتہ چلا تو بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے.... اور شیر کو ڈھونڈنے

کی کوشش کی مگر شیر کہیں بھی نہیں ملا، آخر دونوں بچوں کو قبر میں دفن کر دیا گیا اور اس طرح قصہ تمام ہوا (خبر روزنامہ اسلام راولپنڈی، ہفتہ یکم ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ، 24 جنوری 2004ء)

پیارے بچو! آپ نے دیکھ لیا کہ گھر والوں کو شرارت اور ضد کر کے پریشان کرنے کا کیا نقصان ہوتا ہے.... اور گھر سے باہر نکلنے سے کتنی بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے، اگر یہ بچے گھر میں رہتے اور شرارت نہ کرتے تو شیر کے حملہ سے بچ جاتے۔

آج بھی بہت سے بچے گھروں میں شرارت کر کے گھر والوں کو پریشان کرتے ہیں.... گھر والے شرارت سے تنگ آ کر انہیں کھیلنے کے لئے باہر گلیوں میں بھیج دیتے ہیں.... بچے بھی خوش ہو جاتے ہیں کہ اب ہمیں آزادی مل گئی.... کوئی روک ٹوک اور منع کرنے والا نہیں ہے اور گھر والے بھی سمجھتے ہیں کہ بچوں کی شرارت سے ہماری جان چھوٹ گئی.... یہ بچے باہر گلیوں میں یا تو گیند بلا کھیلتے ہیں یا پتنگ وغیرہ اڑاتے ہیں۔

گھر والے تو آرام سے ہوتے ہیں مگر باہر گلیوں میں گزرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے کسی کے کپڑوں پر گندی نالی کی چھینٹیں پڑ جاتی ہیں، کسی کے کپڑوں پر گندی گیند لگ جاتی ہے، کسی کا ہاتھ پاؤں یا گلا وغیرہ پتنگ کی ڈور سے کٹ جاتا ہے، کوئی بچہ گیند یا پتنگ لینے کے لئے بھاگتا ہے تو ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، کوئی بچہ گاڑی یا موٹر سائیکل کے نیچے آ جاتا ہے یا اور کسی جگہ گر جاتا ہے۔

ہمارے ادارہ غفران کے قریب ایک بچہ گیند لینے کے لئے چھت سے نیچے گر کر مر گیا تھا، کئی بچوں کو باہر گلیوں میں کتا کاٹ لیتا ہے اور پھر کتے کا زہر چڑھ جاتا ہے، جس سے بعض بچے مر بھی جاتے ہیں

پیارے بچو! کبھی آپ نے غور کیا کہ باہر گلی محلوں سے کتنے بچوں کو اغوا کرنے والے پکڑ کر لے جاتے ہیں پھر ان کے جسم کو کاٹ کر ان کے اندر سے دل، گردے وغیرہ نکال لیتے ہیں اور بچوں کو مار کر کسی نالے وغیرہ میں پھینک دیتے ہیں یا بوری وغیرہ میں بند کر کے کہیں ڈال دیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بچے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں.... گھر والے اور والدین پریشان ہوتے ہیں.... روتے پیٹتے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ زندگی تو ایک بار ہی ملا کرتی ہے بار بار نہیں ملتی.... مرنے کے بعد انسان دنیا میں واپس نہیں آیا کرتا۔

بعض دفعہ پکڑ کر لے جانے والے بچوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اور معذور بنا کر ان سے بھیک مانگنے کا دھندہ کراتے ہیں اور بچوں سے محنت کے کام لیتے ہیں۔ کبھی یہ اغوا کرنے والے بچوں کو دوسروں کے ہاتھ چند پیسوں میں فروخت کر دیتے ہیں اور پھر وہ لوگ ان بچوں کو خرید کر اپنے کاروبار چلاتے ہیں۔

بعض جگہ ایسے بچوں کو اونٹ وغیرہ کی دوڑ اور مقابلہ میں پیسوں کے لالچ میں پیچھے باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ وہ شور کریں اور اونٹ تیز بھاگیں، اور وہ اونٹوں کی دوڑ کے مقابلہ میں جیت جائیں۔

اسی دوران بہت سے بچے زخمی ہو کر مر جاتے ہیں۔

اگر آپ اپنے گھروں میں رہو تو ہرگز کوئی پکڑ کر آپ کو نہ لے جائے۔

بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ اگر ہمیں کوئی پکڑ کر لیجائے گا تو ہم شور مچا دیں گے اور اس طرح سب کو پتہ چل جائے گا کہ ہمیں کون پکڑ کر لے جا رہا ہے اور پھر دوسرے لوگ ہمیں ان سے چھڑا کر گھر پہنچا دیں گے...... مگر یاد رکھو کہ پکڑنے والے اتنے چالاک اور مکار ہوتے ہیں کہ وہ شور مچانے سے پہلے ہی اپنا کام کر لیتے ہیں.... وہ خاموشی سے گزرتے ہوئے ایسی چیز سنگھا دیتے ہیں کہ جس سے بچے فوراً بے ہوش ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور اس طرح وہ اٹھا کر یا گاڑی وغیرہ میں لٹا کر لے جاتے ہیں، اور دیکھنے والوں کو کہہ دیتے ہیں کہ بچہ بیمار ہے ہسپتال میں لے جا رہے ہیں اور وہ ہسپتال کی بجائے کسی جنگل وغیرہ میں لے جا کر مار ڈالتے ہیں اور دل گردے وغیرہ مہنگے داموں فروخت کر کے پیسے کما لیتے ہیں۔

بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ کیسے ظالم لوگ ہوتے ہیں، کیا انہیں کسی کے بچے کو پکڑنے اور مارنے پر رحم اور ترس نہیں آتا؟

مگر بچو! آپ کو پتہ نہیں کہ یہ لوگ صرف پیسوں کے بھوکے ہوتے ہیں۔ انہیں کسی کے بچے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ انہیں تو بس پیسہ چاہیے، پیسہ۔

اور پھر گھر سے باہر گلی، محلوں میں آوارہ اور گندی عادت کے بچے بھی تو ہوتے ہیں وہ اچھے بچوں کو بھی خراب کر دیتے ہیں، ان کے ساتھ رہ کر غلط عادتیں پڑ جاتی ہیں۔

باہر پھرنے والے بعض بچے لوگوں کے دروازوں پر گھنٹیاں بجا کر بھاگ جاتے ہیں یا لوگوں کے دروازے کی باہر سے کنڈی لگا دیتے ہیں...... اور اس طرح لوگوں کو تنگ اور پریشان کر کے خوش ہوتے ہیں...... کسی کو تکلیف پہنچانا بہت بری بات اور بڑا گناہ ہے۔

جو بچے آج دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، کل جب یہ بڑے ہو جائیں گے انہیں بھی اسی طرح دوسرے بچے تکلیف پہنچائیں گے۔

بعض بچے کسی ندی نالے پر گرمی کے موسم میں نہانے پہنچ جاتے ہیں اور وہاں ڈوب کر مر جاتے ہیں گرمی کے موسم میں دوپہر کو باہر گھومنے پھرنے سے لُو لگ جاتی ہے اور گرمی دماغ میں چڑھ جاتی ہے اور وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔

اور یہ ساری خرابیاں گھر سے باہر نکلنے اور آوارہ گلیوں میں پھرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

جو بچے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور گلی محلوں میں آوارہ نہیں پھرتے وہ بڑے آرام اور سکون سے رہتے ہیں نہ کسی کے پکڑ کر لے جانے کا ڈر ہوتا اور نہ ہی شیر، کتے وغیرہ کے کاٹنے کا اور نہ ہی ایسی دوسری بری عادتوں، خرابیوں اور پریشانیوں کا جو آپ نے سنیں۔

اس لئے اگر تم ان سب خرابیوں، پریشانیوں، خطروں اور حملوں اور بری عادتوں سے بچنا چاہتے ہو تو آج سے اپنے گھر میں رہنے کا عہد کرلو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... نوید اور عرفان کو ان کی ماں نے گھر سے باہر کیوں نکالا تھا؟

(۲)...... یہ دونوں بچے گھر سے باہر کس طرح فوت ہوئے؟

(۳)...... بچوں کو اپنے گھروں میں رہنا چاہئے یا باہر گلی محلوں میں پھرنا چاہئے۔



گھر سے باہر چھوٹے بچوں کا پُر اسرار قتل

پاکستان کے مشہور شہر ''مریدکے'' میں تین مہینے کے اندر مسلسل پانچویں بچے کو ذبح کر کے ہلاک کر دیا گیا۔

تفصیلات کے مطابق 24 جولائی 2004ء، ۶ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ بروز ہفتہ صبح کے وقت تجمل حسین نام کا پانچ سالہ لڑکا گھر سے باہر کھیل رہا تھا کہ نامعلوم افراد اس بچے کے گلے کی شہ رگ کاٹ کر بے دردی سے ذبح کر کے خود فرار ہو گئے۔

بچہ تڑپتا اور بلکتا ہوا اپنے گھر پہنچا جہاں اس کا والد محمد پرویز دیر سے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا، یہ بچہ اپنے والد کے قدموں میں آ کر گر پڑا، محمد پرویز نے نماز توڑ کر شدید خون میں لت پت زخمی حالت میں اپنے بچہ کو گود میں اٹھایا اور دیوانوں کی طرح باہر نکلا اور گھر کے باہر مقامی ڈاکٹر یعقوب کے پاس پہنچا، جس نے علاج سے جواب دے دیا، والد اپنے بیٹے کو اس حال میں رکشہ میں لے کر تحصیل ہیڈ کوارٹر پہنچا، مگر ہسپتال میں ڈاکٹر نہ ہونے اور بچہ کا خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے پانچ سالہ تجمل حسین نے اپنے والد کی گود میں تڑپ تڑپ کر اور بلک کر جان دے دی۔

اس موقع پر محمد پرویز پاگلوں کی طرح دیواروں سے ٹکریں مارتا رہا، اور تجمل حسین کی والدہ کو بھی وقفہ وقفہ سے غشی کے دورے پڑتے رہے۔

محمد پرویز بے چارہ صرف تین دن پہلے ہی بورے والا ضلع وہاڑی سے یہاں آ کر کرایہ کے مکان میں منتقل ہوا تھا، اس واقعہ سے پہلے چار چھوٹے بچے

(۱) رمضان (۲) تہمینہ (۳) تحسین (۴) حیدر

بھی اسی انداز سے ذبح کر کے ہلاک کر دیئے گئے تھے، واقعہ کے بعد مقامی لوگوں میں سخت خوف و ہراس پھیل گیا اور اپنے بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے روکنا شروع کر دیا (روزنامہ جنگ و اسلام، راولپنڈی 25 جولائی 2004ء، ۷ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ بروز اتوار)

ان واقعات سے گھر سے باہر پھرنے والے بچوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

پیارے بچو! آج کل کے حالات میں بغیر سخت ضرورت کے گھر سے باہر نکلنا نقصان اور خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

اس لئے اگر تم اس قسم کے خطروں سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہو، تو اپنے گھروں میں، ہی رہا کرو، اور گھر سے باہر نہ نکلا کرو۔

اور یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ!

ظالموں کے شر سے تو ہم کو بچا		کر نہ اُن کا تختۂ مشقِ جفا
مجھ کو شیطانوں کی چھیڑوں سے بچا		مجھ سے شیطانوں کو رکھ دور اے خدا

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......تجمل حسین کے نام کے بچہ کو نامعلوم افراد نے کس طرح مارا؟

(۲)......تجمل حسین کو ان لوگوں نے گھر میں مارا یا گھر سے باہر؟



چڑیا گھر کے جانور

پیارے بچو! کئی سال پہلے پاکستان کے شہر لاہور کے چڑیا گھر میں ماں باپ اپنے چھوٹے ایک سالہ بچے کو لے کر گھومنے پھرنے کے لئے گئے۔

یہ بچہ تین چار سال کے بعد بڑی امیدوں اور تمناؤں کے بعد پیدا ہوا تھا اور اپنے والدین کا ایک ہی بیٹا تھا۔

چڑیا گھر کے جس پنجرے میں ریچھ موجود تھا وہاں جا کر والد نے ہنسی مذاق میں اپنے ایک سالہ بیٹے کو گود میں لئے لئے ریچھ کی طرف اچھالنا شروع کر دیا۔

پنجرے کے سوراخ اتنے بڑے تھے کہ بچے کا پاؤں اندر چلا جاتا تھا، ریچھ یہ سارا منظر بڑی توجہ کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

ریچھ نے بار بار بچے کے پیر کو اندر آتے ہوئے دیکھا تو اچانک جھپٹ کر بچہ کا پاؤں اپنے منہ میں دبوچ لیا، اور مضبوطی سے اپنے دانتوں میں دبالیا۔

یہ منظر دیکھ کر والدین سمیت وہاں پر موجود تمام لوگ گھبرا گئے اور پریشان ہوگئے، والد نے جھٹکے وغیرہ مار کر بڑی کوشش کی کہ کسی طرح ریچھ کے منہ سے بچہ کا پاؤں چھوٹ جائے، مگر ریچھ کے ارادے بڑے خطرناک معلوم ہو رہے تھے، اور وہ کسی طرح بھی پاؤں منہ سے چھوڑنے کا نام نہیں لے رہا تھا، ادھر بچہ زور زور سے تکلیف کے مارے چیخ رہا تھا۔

کئی لوگوں نے پاؤں اور مختلف چیزیں مار کر ریچھ کو ہٹانا چاہا اور وہاں موجود پولیس والوں نے بندوق کا بٹ ریچھ کے منہ پر مار کر بھی بچے کو چھوڑوانے کی کوشش کی مگر تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

بعض لوگوں نے ریچھ کو گولی مارنے کا بھی مشورہ دیا مگر انتظامیہ اور سرکاری اہل کاروں نے اس کی اجازت نہیں دی۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہاں پر موجود لوگوں اور والدین نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، کہ بچہ کا ایک حصہ والد کی گود میں رہ گیا اور دوسرا حصہ ریچھ نے پنجرے میں کھینچ لیا اور بچہ کے نچلے والے دھڑ کو

اپنے پنجرے میں موجود پانی کے برتن میں لے جا کر ڈال دیا۔

اس طرح ایک سالہ معصوم بچہ نے دو حصوں میں تقسیم ہو کر جان دے دی، اور چڑیا گھر کے خونخوار ریچھ کے آدم خور ہونے کی مثال پوری ہوئی۔

والدین روتے رہے اور اپنی ''ہنسی میں گل پھنسی'' پر افسوس کرتے رہے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

بچو! جانوروں کا کوئی دین و مذہب نہیں ہوتا، اور انہیں ان معاملات کی تمیز نہیں ہوتی مگر انسان عقلمند ہو کر بھی کبھی جانور سے گیا گزرا ہو جاتا ہے اور کھیل و تفریح میں اپنے ہی ہاتھوں اپنے مستقبل کو تباہ کر لیتا ہے۔

یہ واقعہ سن کر اس طرح کی احمقانہ حرکتیں کرنے والوں کو سمجھ آ جانی چاہئے۔

یہ تو ایک بالکل چھوٹے اور نا سمجھ بچے سے متعلق واقعہ تھا، مگر آج کل تو بے شمار سمجھ دار اور بڑے بچے بھی جانوروں کو بلا وجہ چھیڑتے ہیں اور انہیں طرح طرح سے تکلیف پہنچا کر پریشان کرتے ہیں۔

بعضے بچے بڑے مار کر جانوروں کو تنگ کرتے ہیں، اور ان کے قریب جا کر ان سے چھیڑ چھاڑ، دھینگا مشتی اور شرارت کرتے ہیں اور اسی دوران جانور حملہ آور ہو کر بہت سے چھیڑ چھاڑ کرنے والوں کو زخمی کر دیتا ہے۔

بچو! چڑیا گھر جانے کا مقصد یہ ہے کہ تم وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی طرح طرح کی مخلوق کو دیکھ کر اللہ کی قدرت اور اس کی بڑائی کو یاد کرو، اور سوچو کہ وہ کتنی بڑی ذات ہے جس نے قِسم قِسم کی مخلوق پیدا کر کے انہیں کس طرح انسان کے تابعدار بنا دیا، اگر اللہ تعالیٰ ان جانوروں کو انسان کے ماتحت اور تابعدار نہ بناتے اور ان کو انسانوں سے زیادہ عقل اور سمجھ بوجھ دے دیتے تو پھر کس طرح انسان ان جانوروں کو اپنے قابو میں کر سکتا تھا اور کس طرح ان کے حملوں سے بچ کر زندگی گزار سکتا تھا؟

اس لئے بچو! اگر تمہارا کبھی چڑیا گھر جانا ہو تو وہاں جا کر اللہ کی عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ کر اللہ کو یاد کیا کرو اور جانوروں کو پریشان اور تنگ نہ کیا کرو، اور ان کو ہرگز بھی تکلیف نہ پہنچایا کرو۔

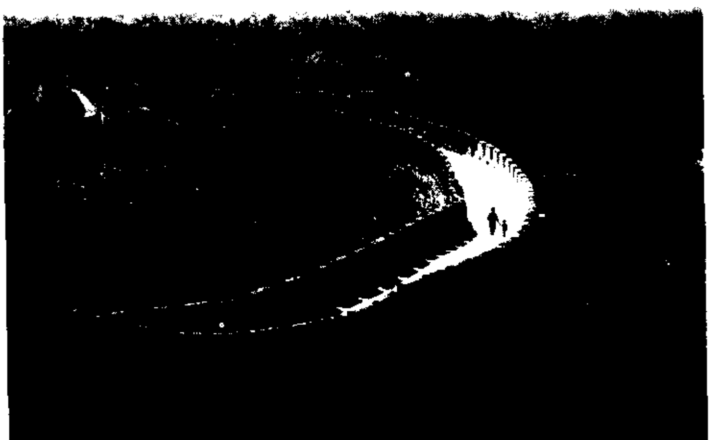
بے زبان اور معصوم جانوروں کو بلا وجہ اور خواہ مخواہ چھیڑنے اور انہیں تکلیف پہنچانے سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں اور یہ جانور بھی اپنی زبان میں بد دعا دیتے ہیں اور ان کی بد دعا سے کوئی بڑی

مصیبت اور پریشانی بھی آ جاتی ہے، اور بعض دفعہ انسان اس جانور کے حملہ کی زد میں بھی آ جاتا ہے
پیارے بچو! جانور چاہے گھر کے ہوں، یا چڑیا گھر کے، یا پھر کسی اور آدمی کے، اور چاہے کبوتر ہو، یا طوطا ہو، یا بلی ہو، یا چڑیا ہو، یا خرگوش ہو، یا تیتر ہو، یا بکری ہو، یا بھینس ہو، یا اور کوئی جانور ہو، ان کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا اور ان کو ستانا اور مارنا، چھیڑنا بہت بری بات ہے۔
کیونکہ جب ان کو تکلیف پہنچتی ہے، اور جب یہ پریشان ہوتے ہیں، تو یہ تکلیف پہنچانے اور پریشان کرنے والے کو بددعا دیتے ہیں، اور اللہ میاں ان کی بددعا کو بہت جلدی قبول کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے، جیسے بیمار ہو جاتا ہے، یا کوئی اور حادثہ ہو جاتا ہے، یا اور کسی طرح کا نقصان ہو جاتا ہے۔
اس لئے اگر اچھے اور پیارے بچے بن کر اللہ میاں کو خوش کرنا چاہتے ہو اور اللہ میاں کی ناراضگی اور غصہ سے بچنا چاہتے ہو، تو بلا وجہ کسی بھی جانور کو مارا پیٹا نہ کرو، اور کوئی تکلیف نہ پہنچایا کرو، اور چھیڑ چھاڑ کر کے پریشان نہ کیا کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... چڑیا گھر کے ریچھ نے بچہ کے ساتھ کیا کیا؟

(۲)......جس بچہ کو ریچھ نے دبوچا، وہ بچہ زندہ رہا یا فوت ہو گیا؟



پڑھائی سے جان چرانے کے بہانے

پیارے بچو! ایک مرتبہ کسی سکول میں ایک کلاس کے لڑکوں نے چھٹی کرنے اور سبق نہ پڑھنے کے بارے میں آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالنا چاہئے جس سے آج چھٹی مل جائے اور ہمارے استاذ کسی طرح سبق نہ پڑھائیں۔

کسی بچے نے کچھ مشورہ دیا اور کسی نے کچھ، لیکن سب کے مشوروں میں کچھ نہ کچھ خامی اور کمزوری نظر آئی۔

بالآخر کلاس کے ایک تیز طرار اور چالاک لڑکے نے یہ مشورہ پیش کیا کہ جوں ہی آج استاذ صاحب کلاس میں پہنچیں تو ایک ایک کر کے سب لڑکے استاذ جی سے ان کی طبیعت پوچھیں اور ایسے انداز سے ان کی مزاج پرسی کریں جس سے استاذ جی کو یقین ہو جائے کہ واقعی آج ان کی طبیعت خراب ہے۔

اور جب بیماری کے بارے میں استاذ جی کا ذہن بن جائے تو سب مل کر انہیں آرام کا مشورہ دیں۔

یہ سارے معاملات طے کر لئے گئے۔

تھوڑی دیر بعد استاذ صاحب کلاس میں آ گئے، استاذ کے اپنی نشست (سیٹ) پر بیٹھتے ہی، پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق۔

ایک بچہ بولا......استاذ جی! آج آپ کی طبیعت کچھ خراب محسوس ہو رہی ہے، چہرے سے تھکن اور بخار کے اثرات نظر آ رہے ہیں......آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا......

استاذ صاحب:......نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں، کوئی ایسی بات نہیں، البتہ رات کو دیر سے سونا ہوا تھا، اس لئے نیند پوری نہیں ہوئی۔

دوسرا بچہ......استاذ جی یہ لڑکا صحیح کہہ رہا ہے...... مجھے بھی آپ کی طبیعت کچھ بھاری بھاری لگ رہی ہے، اور آپ کی آواز سے بھی محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کی طبیعت ضرور گڑ بڑ ہے......

استاذ صاحب......کوئی بات نہیں، یہ چھوٹی موٹی باتیں اور چھوٹے موٹے مسائل انسان کے ساتھ

لگے ہی رہتے ہیں۔

تیسرا بچہ...... استاذ جی، ہمیں تو دراصل آپ کی فکر ہے، رات کو بھی صحیح آرام نہیں ہوا، اور اب پھر آپ دماغی اور ذہنی کام کریں گے، اس سے خطرہ ہے کہ آپ کی طبیعت زیادہ ہی خراب نہ ہو جائے، اور پھر کوئی لمبا مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ ایک آدھ دن آرام فرما لیجئے، پڑھنے پڑھانے کے لئے ساری عمر پڑی ہے، لیکن اگر انسان زیادہ بیمار ہو جائے تو زندگی کا ہی خطرہ ہو جاتا ہے۔

جب استاذ صاحب نے ایک ایک کر کے بچوں کی طرف سے مزاج پرسی کی یہ مختلف باتیں سنیں اور سب بچوں کی بیک زبان تائید بھی ہو گئی تو نفسیاتی طور پر متاثر ہو گئے اور چھٹی کر کے گھر چلے گئے۔

اور گھر میں جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے کہا کہ مجھے چادر اوڑھا دو، میری طبیعت ٹھیک نہیں، کچھ بخار وغیرہ کی حرارت اور اثر ہے، بیوی صاحبہ نے جب ہاتھ لگا کر دیکھا تو بخار وغیرہ کچھ محسوس نہ ہوا۔ بیوی صاحبہ بولیں...... کونسا ڈاکٹر کہتا ہے کہ آپ کو بخار ہے؟

استاذ صاحب...... ڈاکٹر تو کوئی نہیں کہتا، لیکن کلاس کے سارے بچے کہہ رہے ہیں کہ آج میری طبیعت خراب ہے، کیا وہ سارے جھوٹ بول سکتے ہیں؟

بیوی صاحبہ...... میاں تم کس چکر میں آ گئے ہو، اگر تم کلاس کے لڑکوں کی باتوں پر چلو گے تو وہ تو تمہاری نوکری ہی ختم کرا دیں گے اور تمہیں ساری زندگی کے لئے اچھا خاصا معذور بنا دیں گے۔

یہ باتیں سن کر استاذ صاحب کو غور کرنے سے پتہ چلا کہ یہ تو واقعی ایک ڈرامہ اور کلاس کے بچوں کی طرف سے چھٹی کرنے کا ایک بہانہ اور حیلہ تھا۔

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا؟ آج کا دن تو چھٹی میں گزر ہی چکا تھا، اور کلاس کے لڑکوں کا مقصد حاصل ہو گیا تھا۔

اس واقعہ سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کلاس کے لڑکوں اور پڑھنے والے بچوں کو پڑھائی سے جان چرانے اور چھٹی کرنے کی کیا کیا تدبیریں سوجھتی ہیں۔

بھلا سوچنے کی بات ہے کہ چھٹی ہونے میں استاذ کا کیا نقصان ہے، اگر نقصان ہے بھی تو خود پڑھنے

والے بچوں کا ہے۔

مگر پڑھنے والے بچوں کو کون سمجھائے کہ سبق میں غیر حاضری کرنے اور پڑھائی سے چھٹی کرنے سے خود ان کا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے، ایک دن کی غیر حاضری اور چھٹی کرنے سے علم ایک دن پیچھے چلا جاتا ہے اور زندگی کا جو دن گذر گیا وہ دوبارہ ہاتھ نہیں آتا، شیطان پڑھنے والے بچوں کو طرح طرح کے حیلے سمجھا کر تعلیم سے جان چھڑانے کی دعوت دیتا ہے کیونکہ شیطان کو انسان کا تعلیم یافتہ ہونا پسند نہیں۔

شیطان یہ چاہتا ہے کہ انسان ساری زندگی جاہل رہے اور پڑھ لکھ کر کوئی اچھا انسان نہ بن جائے، کیونکہ جب انسان محنت سے اچھی اور بہتر تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو وہ خود بھی شیطانی کاموں سے بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتا ہے، پھر شیطان کیسے کسی کے پڑھنے لکھنے سے راضی اور خوش ہو سکتا ہے؟

بعض بچے جھوٹ موٹ میں گھر والوں کے سامنے بیماری کا مکر کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ان کے سر یا پیٹ وغیرہ میں درد ہے، اب سر یا پیٹ کا درد ایسی چیز ہے کہ آنکھوں سے نظر بھی نہیں آ سکتا۔

گھر والے دھوکہ میں پڑ کر بچہ کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور پھر سکول میں چھٹی کی درخواست بھیج دیتے ہیں یہ بچے اس طرح چھٹی منا کر خوش ہو جاتے ہیں کہ چلو آج کی پڑھائی سے جان چھوٹ گئی۔

بچو! علم حاصل کرنے میں انسان کو جو مشکلات پیش آتی ہیں اور جو محنت کرنی پڑتی ہے یہ فضول اور بے کار کی چیز نہیں ہے، جو بچے پڑھائی کے زمانے میں پابندی سے علم حاصل کرتے ہیں اور پڑھائی کے دوران پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرتے ہیں اور سکول سے چھٹی نہیں کرتے، وہ آگے چل کر اور بڑے ہو کر عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہیں اور ان کی دوسرے لوگ بھی عزت کرتے ہیں اور جو بچے پڑھائی اور محنت سے جان چراتے ہیں، وہ بڑے ہو کر مشکلات اور پریشانیوں میں پڑ جاتے ہیں، اور ان کی دنیا میں بھی کوئی عزت نہیں ہوتی۔

پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب		کھیلو گے کودو گے ہو جاؤ گے خراب
مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی		جہاں میں ملی آخر ان کو بڑائی

پیارے بچو! پڑھائی کے وقت پڑھائی اور کھیل کے وقت کھیل ہی اچھا ہوتا ہے۔

علم سیکھو، سبق پڑھو بچو		اور آگے چلو بڑھو بچو
کھیلنے کودنے کا مت لو نام		کام جب تک ہو نہ جائے تمام
جب نمٹ جائے کام تب ہے مزا		کھیلنے، کھانے اور سونے کا
دل سے محنت کرو خوشی کے ساتھ		نہ کہ سُستی سے خاموشی کے ساتھ

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... پڑھائی سے جان چرانے سے کس کا نقصان ہوتا ہے؟

(۲)...... ایک دن کی چھٹی اور غیر حاضری سے علم کتنا پیچھے چلا جاتا ہے؟



چھوٹوں اور کمزوروں پر زیادتی نہ کیجئے

پیارے بچو! جانوروں کی یہ عادت ہے کہ ان میں سے طاقت ور کمزور پر، صحت مند بیمار پر اور بڑا چھوٹے پر اور جوان بوڑھے پر اپنا زور چلاتا ہے اور جب بھی موقع ہاتھ آتا ہے دوسرے کو نقصان پہنچانے اور اس کو دبانے سے باز نہیں آتا۔

یہ تو جانوروں کی عادت وخصلت ہوئی، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور سمجھ دی ہے، اور بڑے چھوٹوں کے سارے حقوق بھی بتلا دیئے ہیں۔

اور مسلمانوں کا جو دین ہے وہ بھی کمزوروں پر ظلم کرنا نہیں سکھاتا بلکہ ان پر رحم اور نرمی کرنے کا سبق دیتا ہے، اور چھوٹوں پر زیادتی کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ان کے ساتھ محبت اور پیار کرنے کا درس دیتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں میں اس چیز کی بہت کمی پائی جاتی ہے، ہر بچہ کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا جس پر بس چلتا ہے اسے ہر طرح سے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے۔

اسی طرح کا آج تمہیں ایک واقعہ سناتے ہیں:

ایک بچہ جس کا نام گڈو تھا وہ دوسرے بچوں کو اور خاص طور پر اپنے سے چھوٹے بچوں کو بہت ستاتا تھا، اسے جب بھی موقع ملتا وہ بہکا پھسلا کر یا زور زبردستی کر کے دوسرے بچہ سے اس کے پیسے اپنے قابو میں کرلیا کرتا تھا، اگر دوسرے بچے کے پاس کوئی چیز دیکھتا تو طرح طرح کے بہانے کر کے اس کی چیز اس سے لے کر خود رکھ لیا اور استعمال کرلیا کرتا تھا، اور اس کی کوشش ہوتی تھی کہ ہر اچھی چیز پر اس کا قبضہ ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے چھوٹے، ننھے منے بھائی بہن کی بھی پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔

گھر میں جو چیز آتی اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ خود سب سے زیادہ قابو کرے اور دوسرے کا حصہ بھی خود ہی لے لے۔

اس کا دل اتنا سخت ہو چکا تھا کہ اسے نہ دوسرے بہن، بھائی کا بھوکا رہنا محسوس ہوتا تھا، اور نہ ہی کسی

دوسرے کا رونا دھونا۔

گڈو کے ایک استاد جو اس کو اسکول میں پڑھاتے تھے وہ بڑے نیک اور شریف آدمی تھے، وہ بھی گڈو کی ان حرکتوں اور شرارتوں سے واقف تھے، وہ گڈو کو سمجھاتے کہ بیٹا دوسروں پر ظلم وستم کرنا اور ان کے ساتھ زیادتی کرنا اچھی بات نہیں ہوتی، اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور ظلم وزیادتی کرنے والے کو بعض اوقات دنیا ہی میں معذور بنا دیتے ہیں، مگر گڈو کو یہ باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں۔

وقت گزرتا گیا، ایک دن ایسا ہوا کہ گڈو کسی بچہ کے ہاتھ میں پیسے دیکھ کر اسے بہکا کر چیز لینے کے لئے دوکان پر چلا گیا۔

گڈو نے اس بچے کو تو تھوڑی بہت چیز دلوا کر اور اسے تسلی دے کر اس کے گھر بھیج دیا اور خود چوری چھپے سے اس بچے کے پیسے قابو میں کر کے پتنگ خریدنے کے لئے ایک قریبی دوکان پر پہنچ گیا اور وہاں سے ایک پتنگ اور ساتھ میں ڈور خرید کر اپنے گھر کی چھت پر چڑھ گیا اور پتنگ اڑانا شروع کر دی، ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک دوسری طرف سے ایک لوہے کی تار والی پتنگ کی ڈور آئی اور گڈو کے جسم سے ٹکرا کر زوردار دھماکہ ہوا، اور اچانک گڈو تیسری منزل کی چھت سے دوسری منزل کے شیڈ پر دھڑام سے آ کر گرا۔

اب گڈو کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور کہاں نہیں، کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

دراصل وہ پتنگ والی لوہے کی تار سڑک کے بجلی کے تار سے ٹکرا کر آ رہی تھی، جس میں کرنٹ تھا۔

گڈو کے جسم کے مختلف حصوں سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا، لیکن کسی کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس وقت گڈو کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور وہ کس حال میں ہے، تھوڑی دیر بعد گڈو کے گھر والوں کو خیال آیا کہ گڈو چھت پر کافی دیر سے چڑھا ہوا ہے، اور وہاں سے واپس بھی نہیں آیا اور کوئی آواز وغیرہ بھی اس کی نہیں آ رہی۔

گھر والوں کو جب فکر پیدا ہوئی، تو گڈو کی ماں چھت پر گئی کہ گڈو کا حال چال معلوم کرے، مگر جب گڈو کو چھت پر نہیں پایا تو فکر پیدا ہوئی، دائیں بائیں نظر ڈالی تو بھی گڈو کا کوئی نام ونشان نہ تھا جب

گڈو کی ماں نے چھت سے شیڈ کی طرف جھانک کر دیکھا تو گڈو کی ماں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، کیونکہ شیڈ پر گڈو خون میں لت پت بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

گڈو کی والدہ نے زور زور سے چیخیں مارنا شروع کیں، ماں کی آواز سن کر گھر کے دوسرے افراد اوپر پہنچے، اور کسی طرح گڈو کو وہاں سے زخمی حالت میں اٹھا کر ہسپتال میں لے گئے، وہاں لے جا کر مختلف ٹیسٹ وغیرہ کرانے کے بعد معلوم ہوا کہ گڈو کے جسم کے مختلف حصوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں اور دماغ پر بھی کافی چوٹ آئی ہے، ڈاکٹروں کے مطابق گڈو کے بولنے اور دیکھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی، کئی مہینوں تک گڈو کا ہسپتال میں علاج جاری رہا، بالآخر ضروری علاج ومعالجہ کے بعد گڈو کی ہسپتال سے چھٹی کر دی گئی، اب گڈو نہ تو اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھ سکتا تھا اور نہ زبان سے کوئی بات کر سکتا تھا اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گیا تھا، کیونکہ اس کی ریڑھ کی ہڈی بری طرح ٹوٹ چکی تھی جس کا علاج ممکن نہیں تھا۔

اب گڈو دل ہی دل میں اپنی بے چارگی پر روتا اور افسوس کرتا تھا اور دوسرے بچے جن پر وہ پہلے ظلم وستم کرتا تھا جب ان کو بولتا، کھیلتا اور بھاگتا ہوا دیکھتا تو اپنے ظلم وستم کے واقعات کو یاد کر کے سوچتا تھا کہ اسکول کے استاذ بالکل ٹھیک کہتے تھے، اگر میں ان کی بات پر عمل کر لیتا اور دوسروں کے ساتھ ظلم وزیادتی نہ کرتا تو شاید آج میں بھی دوسروں کی طرح ہنستا، بولتا، کھیلتا اور چلتا پھرتا ہوا نظر آتا۔

مگر بچو! یہ بات یاد رکھو کہ سوچنے اور اپنے آپ کو ٹھیک کرنے کا وقت سزا ملنے سے پہلے ہوتا ہے، بعد میں افسوس کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے، اس لئے پیارے بچو تمہیں چاہئے کہ دوسروں سے نرمی، محبت اور ہمدردی وخیر خواہی کا برتاؤ کرو، دوسروں کے حقوق کا خیال رکھو، ان کے ساتھ زیادتی نہ کرو، اور دوسروں کی چیزوں پر قبضہ نہ کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... گڈو نام کا یہ لڑکا دوسرے بچوں کے ساتھ محبت کرتا تھا، یا زیادتی؟

(۲)...... گڈو چھت سے گرنے کے بعد کیا چل پھر سکتا تھا؟

(۳)...... بعد میں گڈو کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا کہ نہیں؟

جھوٹ نہیں بولوں گا

پیارے بچو! کسی دور میں ایک کھیتی باڑی کرنے والے ''کسان'' کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام ''سلیم'' رکھا گیا، کسان کے گھر یہ بچہ بہت زمانہ گزرنے کے بعد پیدا ہوا تھا، اور اس سے پہلے یہ کسان ہر طرح کا علاج ومعالجہ کرا کر تنگ آ چکا تھا۔

ایک دن ایک اللہ والے نے اس کسان کو نصیحت کی کہ آپ اللہ سے دعا کرو، اور اب ہر قسم کا علاج ومعالجہ چھوڑ دو۔

خیر کسان نے اللہ والے کی اس بات پر عمل کیا اور روزانہ رات کو سونے سے پہلے دعا کرنے لگا کہ

یا اللہ مجھے اولاد کی نعمت سے محروم نہ کیجئے، آپ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے، لہٰذا مجھے ایک نیک بیٹا عطا کر دیجئے۔

آخر ایک دن وہ آیا کہ کسان کی دعا قبول ہوگئی اور اس کے یہاں بیٹا پیدا ہوا، اس بچہ کی پیدائش پر کسان اور اس کی بیوی سمیت سب قریبی رشتہ دار بڑے خوش تھے، غور وفکر کے بعد اس بچے کا نام ''سلیم'' اس لئے رکھا گیا، تاکہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو ہر طرح سے سلامت رکھیں۔

سلیم پیدائش کے وقت ہی سے بڑا عقلمند اور ہونہار سمجھا جانے لگا، کیونکہ اس کی حرکتیں کچھ عقلمندوں اور بڑے انسانوں سے ملتی جلتی محسوس ہوتی تھیں۔

وقت گزرتا گیا، جب سلیم زبان سے کچھ بولنے کے قابل ہوا تو وہ اپنی زبان سے اکثر وبیشتر یہ الفاظ بولتا۔

''جھوٹ نہیں''

سلیم کے یہ الفاظ سُن کر ہر سننے والے پر اثر ہوتا اور وہ تھوڑی دیر کے لئے جھوٹ سے نفرت کرنے لگتا تھا۔

جب سلیم کچھ بڑا ہوگیا تو اس نے اپنی زبان پر گویا جھوٹ بولنے سے تالا لگا لیا۔

وہ اول تو دوسروں سے بات چیت اور گفتگو بہت کم کرتا، اور اگر کوئی بات کرنی پڑ جاتی تو بہت مختصر

بات کرتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔

سلیم کے اس انداز کا دوسرے لوگوں پر کافی اثر پڑتا، سلیم کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے دوسرے لوگ اس سے بات کرنے میں احتیاط کرتے، اگر اس سے کسی کو بات کرنی ہوتی تو بہت مختصر بات کرتا، لیکن ساتھ ہی سلیم نے دوسرے لوگوں کو بھی اس چیز کی تعلیم اور تبلیغ شروع کر دی، جب بھی کوئی اس کے پاس آتا یا سلیم کسی کے پاس جاتا، یا کسی بھی طرح سلیم کی کسی سے ملاقات ہوتی تو اس کو یہ بات ضرور کہتا کہ

جھوٹ نہ بولنا

آہستہ آہستہ سلیم کی اس بات کی دور دور تک شہرت ہو گئی۔

سلیم کے پاس ایک دوسرے لڑکے کلیم کا بھی کچھ زیادہ آنا جانا ہو گیا تھا، کلیم کی کوشش ہوتی کہ سلیم کے پاس روزانہ ایک چکر ضرور لگا لے، مگر سلیم ایک طرف تو دن میں اپنی تعلیم میں مصروف ہوتا اور ساتھ ہی گھر کے کام کاج بھی کرتا اور دوسری طرف وہ دوسروں کی خدمت بھی کرتا اور اچھی باتوں کی تبلیغ بھی کرتا، خاص طور پر جھوٹ نہ بولنے کی۔

اس لئے کلیم کو سلیم کے پاس زیادہ دیر بیٹھنے اور اس کے ساتھ زیادہ دیر رہنے کا موقع مشکل ہی سے ملتا، اور کسی دن یہ موقع بھی نہ ملتا، مگر کلیم میں وہ ساری چیزیں پیدا نہیں ہوئی تھیں جو سلیم کے اندر تھیں کلیم عام طور پر زبان کو بھی موقع بے موقع چلاتا رہتا تھا اور کبھی کبھار جھوٹ بھی بول جاتا تھا۔

سلیم کو جب کلیم کی ان حرکتوں کا پتہ چلا تو اس نے کلیم کو ان باتوں سے منع کیا مگر کلیم اس بات پر سلیم سے ناراض ہو گیا اور اس نے سلیم کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا۔

اسی حال میں ایک لمبا زمانہ گذر گیا، سلیم اپنے گھر اور کلیم اپنے گھر وقت گذارتے، یہاں تک کے وہ بڑے ہو گئے، سلیم تو پڑھ لکھ کر ایک بڑا عالم بن گیا، مگر کلیم پڑھنے لکھنے میں بھی پیچھے رہ گیا اور نیک ہونے کا تو اس میں کچھ نشان نظر نہ آتا تھا۔

ایک دن اتفاق سے سلیم اور کلیم کی ملاقات ہو گئی، سلیم نے کلیم سے خیریت معلوم کی اور اس سے کہا کہ اب تو آپ جھوٹ نہیں بولتے کلیم نے تکبر کے انداز میں جواب دیا کہ جھوٹ کے بغیر دنیا میں

گذارا نہیں، آج کل کے دور میں جھوٹ بولنا ضروری ہو گیا ہے، سلیم کو کلیم کی اس بات کا بہت دُکھ ہوا، اور اس نے بہت پیارے انداز میں جواب دیا، بھائی آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ جھوٹ کے بغیر آخرت میں بھی کوئی گذارا ہے کہ نہیں ہے، کلیم نے اس کا روکھا جواب دیا اور کہا کہ آخرت تو جب آئے گی تب دیکھی جائے گی، ابھی تو دنیا سامنے ہے۔

سلیم نے جواب دیا کہ بھائی اصل زندگی تو آخرت کی ہے، دنیا کی زندگی تو بہت تھوڑی ہے اس کے بعد سب نے ہمیشہ والی زندگی جس میں جانا ہے وہ آخرت کی ہے اور اللہ میاں دنیا میں بھی جھوٹ کی سزا چکھا دیتے ہیں، مگر کلیم گستاخی میں بڑھتا ہی چلا گیا، اور کہنے لگا ساری دنیا جھوٹ بول رہی ہے کسی کو بھی دنیا میں سزا نہیں مل رہی اور کسی کو بھی جھوٹ کا مزا نہیں چکھنا پڑ رہا، کلیم کا اتنی بات کہنا تھا کہ اس کی زبان پر فوراً زوردار جھٹکا اور کرنٹ سا لگا اور یکایک اس کی زبان بولنے کے قابل نہیں رہی اور زبان بند ہو گئی، کلیم بہت گھبرایا اور رو یا چلایا، فوراً اسے ہسپتال پہنچایا گیا، مگر ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا، اب کلیم کو یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ جھوٹ بولنے کی سزا آخرت میں تو ملتی ہی ہے، دنیا میں بھی مل جاتی ہے، اور کلیم نے یہ عہد کر لیا تھا کہ کبھی زندگی میں

''جھوٹ نہیں بولوں گا''

مگر اب کافی وقت گزر گیا تھا، اگر کلیم یہ عہد پہلے ہی کر لیتا تو شاید وہ بولنے کی نعمت سے محروم نہ ہوتا۔

بچو! تم سچ بول کر سلیم کی طرح کے انسان بننا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... سلیم دوسروں کو کس چیز کی نصیحت کیا کرتا تھا؟

(۲)...... کلیم کو کس بات کی سزا ملی؟

(۳)...... کلیم کو کیا سزا ملی؟



بسنت نہیں مناؤں گا، اور گڈی نہیں اڑاؤں گا

پیارے بچو! سلمانؔ پاکستان کے مشہور شہر راولپنڈی میں رہتا تھا، سلمان کے ابُو کسی سرکاری دفتر میں بڑے عہدہ پر ملازم تھے، تنخواہ بھی اچھی خاصی تھی، اس لئے سلمان کے گھر میں ہر طرح کی ضروریات اور عیش وعشرت کا سامان تھا، سلمان کو اس کے ابُو روزانہ کبھی بیس اور کبھی تیس، چالیس روپے تک دیدیتے تھے، سلمان شام ہونے سے پہلے یہ سارے پیسے مختلف چیزوں میں خرچ کر کے ٹھکانے لگا دیا کرتا تھا۔

سلمان کو آنے والے وقت کا پتہ نہیں تھا کہ اچھے حالات ہمیشہ نہیں رہا کرتے، زندگی میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے اگر آج حالات اچھے ہیں تو ضروری نہیں کہ کل آنے والے وقت میں بھی اچھے ہوں، اور آج اگر پیسہ سنبھال کر رکھ لیا جائے تو کل بُرے وقت پر کام بھی آسکتا ہے۔

بہر حال سلمان کو پیسے سنبھال کر رکھنے اور خرچ نہ کرنے کی بالکل بھی عادت نہیں تھی، اس لئے سلمان کے پاس پیسے جمع نہیں رہتے تھے وہ دن کے وقت امیر ہوتا تو رات کے وقت اپنے آپ کو غریب سمجھتا تھا، عید اور دوسرے تہوار کے موقعہ پر سلمان اپنے ابُو سے ضد کر کے زیادہ پیسے لے لیا کرتا تھا۔

سلمان کے ابو بھی سلمان سے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی لاڈ اور پیار کرتے تھے، اور سلمان کی ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑا کرتے تھے کیونکہ سلمان اپنے والدین کا ایک ہی بیٹا تھا، اس لئے سلمان اپنے گھر میں شہزادہ سمجھا جاتا تھا۔

سلمان کے ابُو کو سرکاری محکمہ کی طرف سے گاڑی اور ڈرائیور کی تنخواہ بھی ملا کرتی تھی، سلمان کو جب موقع ملتا وہ خود ہی ڈرائیور کے ساتھ گھومنے پھرنے اور اپنی مرضی کی چیزیں خریدنے کے لئے چلا جایا کرتا تھا۔

سلمان کو سب سے زیادہ شوق گڈی اور پتنگ اڑانے کا تھا، جب بسنت کا موقع آتا تو سلمان پھولے نہ سماتا، اور اپنے آپے سے باہر ہو جاتا اس کی کوشش ہوتی کہ وہ ہر بڑے شہر میں منعقد

ہونے والے بسنت کے میلے میں شرکت کرے، مگر گڈی اڑانے اور بسنت منانے والے لڑکوں کی عام طور پر عادتیں خراب ہوتی ہیں، سلمان کی جب اس قسم کے لڑکوں سے یاری دوستی ہوئی تو ان لڑکوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے سگریٹ نوشی اور بعض دوسری نشہ آور چیزوں کی سلمان کو بھی لت پڑ گئی ،جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلمان کی صحت آہستہ آہستہ بگڑنے لگی مگر سلمان کو ان باتوں کی ذرا فکر نہیں تھی۔

سلمان کے گھر کے قریب زبیر نام کا ایک اور لڑکا بھی رہتا تھا،اس کی بھی سلمان سے کچھ دوستی ہوگئی تھی مگر زبیر کے گھر والے اور اس کے ابو زبیر کو سلمان کے پاس جانے اور اس سے دوستی کرنے سے بہت سختی کے ساتھ منع کیا کرتے تھے، اور اس کی وجہ سے زبیر اپنے گھر والوں پر غصہ بھی کیا کرتا تھا اور ان کو بہت برا سمجھتا تھا۔

زبیر کو سلمان کے ابو اس لئے پسند تھے کہ وہ سلمان پر روک ٹوک نہیں کیا کرتے تھے۔

مگر زبیر کے ابو سمجھتے تھے کہ زیادہ لاڈ پیار اور ضد پوری کرنے اور روک ٹوک نہ کرنے سے بچے خراب ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات زندگی سے ہاتھ بھی دھو بیٹھتے ہیں، اس لیے زبیر کے ابو کی روک ٹوک کی وجہ سے زبیر کو چھپ چھپ کر بہت کم گڈی اڑانے کا اور بسنت میں شرکت کا موقع ملتا تھا۔

فروری کا مہینہ شروع ہو چکا تھا اور ابھی اسلامی تہوار ''بقرعید'' گزرے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا، مختلف شہروں میں بسنت منانے کی تاریخوں کا اعلان ہو چکا تھا۔

سلمان کو مختلف قسم کے اخبار اور خاص طور پر بچوں کے میگزین پڑھنے کا بڑا شوق تھا، مگر سلمان اپنے اسکول کی کلاس میں سب سے ہی پیچھے رہتا تھا، وہ کئی مرتبہ فیل بھی ہو گیا تھا۔

جب کبھی اخبار میں بسنت کا کوئی مضمون یا تصویر آتی تو سلمان اسے بڑے شوق سے پڑھتا اور دیکھتا تھا سلمان بسنت کے موقع پر فوت ہونے والے اور ہلاک ہونے والے بچوں اور بڑوں کے جب واقعات پڑھتا تو دل ہی دل میں سوچتا کہ یہ کتنے بے وقوف لوگ ہیں جو اپنی بے وقوفی سے مر جاتے ہیں اور دوسری طرف وہ اپنے آپ کو اس سلسلہ میں بڑا عقلمند سمجھتا تھا، اس کا خیال تھا کہ وہ اتنے سالوں سے بسنت منا رہا ہے اور کبھی بھی کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگی، صحیح سلامت ہے۔

اسی دوران سلمان نے بسنت کے موقعہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک بڑے شہر میں بسنت منانے

کا پروگرام بنالیا، مگر زبیر کو باوجود لڑنے جھگڑنے کے کسی طرح گھر والوں کی طرف سے سلمان کے ساتھ بسنت منانے کے لیے جانے کی اجازت نہیں ملی تھی، سلمان اور اس کے دوستوں نے بسنت کے لیے اپنے گھر والوں سے ضد کر کے اور کچھ چوری کر کے کافی پیسے اکٹھے کر لئے تھے۔

اس لئے پروگرام کے مطابق اپنے شہر سے ہی گڈیاں اور انہیں اڑانے کے لئے مختلف قسم کی ڈوریں خرید لی گئی تھیں، جن میں دھات کی ڈوریں بھی شامل تھیں، اپنی گاڑی میں یہ سب چیزیں رکھ کر سلمان اور اس کے دوست اس شہر پہنچ چکے تھے گاڑی بھی سلمان کا دوست ہی چلا رہا تھا۔

سلمان نے ایک ہوٹل کی چھت پر بسنت منانے کا پروگرام بنایا تھا، رات کے وقت سلمان اور اس کے دوست ہوٹل کی چھت پر چڑھ کر بسنت منانے لگ گئے اور اسی حال میں رات کا بڑا حصہ گزر گیا۔

سلمان خود گڈی اڑا رہا تھا، اور گویا کہ اپنا سب سے بڑا شوق پورا کر رہا تھا۔

اس کے ایک دوست نے پیچھے سے ڈور اور دوسرے دوست نے ڈور کا گچھا (پنّا) پکڑا ہوا تھا، اور ڈور بھی دھات کے تار کی تھی۔

اسی دوران اچانک گڈی کی تار باہر سڑک میں لگے ہوئے بجلی کے تاروں کے ساتھ ٹکرائی اور ایک زور دار دھماکہ ہوا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سلمان ہوٹل کی پانچویں منزل سے باہر سڑک پر آ کر دھڑام سے گرا، اور سلمان کے دوسرے دو دوست ہوٹل کی تیسری منزل کے شیڈ پر گرے، بجلی کا کرنٹ اتنا زوردار تھا کہ سلمان اور اس کے دونوں دوستوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا اور وہ کرنٹ لگنے کے ساتھ ہی ایک دم فوت ہو گئے، اور تھوڑے بہت بچے ہوئے سانس نیچے گرنے سے ختم ہو گئے۔

سلمان اور اس کے دوستوں کی جیب میں کوئی پتہ وغیرہ بھی نہیں تھا، اس لئے اس شہر کے لوگوں کو ان کے گھروں میں رابطہ کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا، سلمان اور اس کے دونوں دوستوں کی لاشوں کو لاوارث سمجھ کر اسی شہر کے ایک ہسپتال میں محفوظ رکھ دیا گیا تھا، کرنٹ اور چوٹ لگنے سے سلمان سمیت دونوں دوستوں کا چہرہ بھی بری طرح متاثر ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے پہچان اور شناخت بھی مشکل ہو رہی تھی...... خیریت معلوم نہ ہونے پر ایک دن گزرنے کے بعد سلمان کے ابو اور دوسرے دوستوں

کے گھر والوں کو فکر ہوئی، مختلف طریقوں سے معلومات کرنے کے باوجود جب کچھ پتہ نہ چلا تو اس شہر جانے کا پروگرام بنایا گیا، وہاں جا کر مختلف ہسپتالوں میں جا جا کر بالآخر ایک ہسپتال میں کسی طرح کپڑوں وغیرہ سے سلمان اور اس کے دو دوستوں کی پہچان ہوگئی۔

سلمان کے ابو کا تو سلمان کو دیکھتے ہی ذہنی توازن خراب ہو چکا تھا، کسی طرح ایمبولینس کے ذریعہ سے تینوں لاشوں کو راولپنڈی پہنچایا گیا، اور سلمان کے ابو کو اسی شہر کے ایک ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔

جب ایک ہی محلّہ کی تین جوان لاشیں لائی گئیں تو پورے علاقہ میں کہرام مچ گیا، سلمان کے گھر میں انتظام کرنے کے لئے کوئی بڑا بھی نہیں تھا، ابو ہسپتال میں داخل تھے۔

محلّہ کے لوگوں نے سلمان کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس کو قبرستان میں دفن کیا۔

کتنے ہی لڑکوں نے یہ واقعہ دیکھ کر آئندہ کے لئے گڈی اڑانے اور بسنت منانے سے توبہ کی۔

زبیر کے ابو بھی زبیر کو لے کر جنازے میں شریک ہوئے تھے زبیر کے دماغ پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا، اور اس نے اپنے ابو سے معافی مانگی اور یہ عہد کر لیا کہ آئندہ

بسنت نہیں مناؤں گا اور گڈی نہیں اڑاؤں گا

پیارے بچو! اس المناک واقعہ کو پڑھ اور سُن کر اگر آپ کو اپنی زندگی پیاری ہے تو امید ہے کہ آپ نے بھی آئندہ کے لئے گڈی نہ اڑانے اور بسنت نہ منانے کا فیصلہ کر لیا ہوگا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... سلمان کو کس چیز کا سب سے زیادہ شوق تھا؟

(۲)...... سلمان کس چیز کے شوق میں فوت ہوا؟

(۳)...... زبیر نے سلمان کے جنازہ میں شریک ہو کر کیا عہد کیا تھا؟



عِزّت اور ذِلّت والی زندگی

پیارے بچو! کئی بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کی چیزوں پر اپنی نیت خراب کرتے ہیں، انہیں ہر وقت اچھے کھانے، پینے اور نئی سے نئی چیزوں کی طلب اور چاہت رہتی ہے، اور اپنی اس بری عادت کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتے ہیں، اور سیدھا سادھا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو دیا ہے اس پر صبر وشکر نہیں کرتے۔

پیارے بچو! انسان دنیا میں کھانے پینے اور عیش وعشرت کی زندگی گذارنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جنت میں جانے کے لئے آیا ہے۔

اس لئے کھانے پینے اور عیش وآرام کو زندگی کا مقصد سمجھ لینا غلط ہے۔

دنیا کی لذتوں اور مزے کی خاطر اپنی عزت کو خراب کر لینا اور اپنی جان کو داؤ پر لگا دینا بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

تمہیں اس بارے میں چوہے کا ایک واقعہ سناتے ہیں:

کسی زمانے میں ایک چوہا شہر میں رہتا تھا اور اس نے اپنا ٹھکانہ شہر کے ایک امیر گھرانہ میں بنا رکھا تھا، جہاں وہ اچھی اچھی اور مزے دار چیزیں کھا کھا کر عیاش ہو چکا تھا۔

مصالحہ دار اور چٹ پٹی چیزیں کھانے کی وجہ سے اس کی صحت خراب ہو گئی تھی، اور مرغن غذائیں کھا کھا کر وہ خوب موٹا ہو گیا تھا۔

مگر موٹا ہونا اس کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں تھا، کیونکہ اسے ضرورت کے وقت بھاگنے اور دوڑنے میں دقت اور پریشانی ہوتی تھی۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ شہری چوہا بڑا چالاک اور زبان دراز تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بڑا عقلمند اور تمیزدار سمجھتا تھا۔

شہری چوہے کا ایک اور چوہا پرانا دوست تھا جو کہ شہر کی آبادی سے ہٹ کر جنگل میں رہتا تھا، جہاں وہ کھیتی، فصل اور گھاس دانہ کھا کر سادہ زندگی بسر کرتا تھا، نہ اس کو چٹ پٹی اور مصالحہ دار چیزوں کی

طلب تھی اور نہ ہی مرغن غذائیں اسے پسند تھیں، جنگلی چوہا سادہ کھا پی کر اپنی زندگی گذارتا تھا، اور کھلی فضا میں سیر وتفریح اور گھومنے دوڑنے کا موقع بھی ملتا تھا۔

مگر شہری چوہا کھا پی کر لیٹا رہتا تھا، گھر تنگ اور شہر میں رش ہونے کی وجہ سے اُسے آزادی کے ساتھ گھومنے پھرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اور کہیں آنے جانے میں بھی بڑی مشکل پیش آتی تھی۔

ایک مرتبہ شہری چوہا گھر میں پڑے پڑے تنگ آ گیا اور اسے اپنے دوست جنگلی چوہے سے ملنے کا شوق پیدا ہوا، اور اس نے غور وفکر کے بعد جنگل میں جانے کا منصوبہ بنایا اور کسی طرح راتوں رات چھپ چھپا کر اپنے دوست جنگلی چوہے کے پاس پہنچا۔

جنگلی چوہا مخلص دوست تھا، اس میں بناوٹ اور بڑائی نہیں تھی، اس نے خیر خیریت معلوم کرنے کے بعد اپنے دوست شہری چوہے کی دانے، غلّے اور سبزی وغیرہ لا کر خاطر تواضع کی۔

مگر شہری چوہا تو چٹ پٹی، مصالحہ دار اور چولہے پر پکی ہوئی چیزیں کھانے کا عادی تھا، اسے سادی اور نمک مرچ کے بغیر پھیکی چیزیں کیسے پسند آ سکتی تھیں۔

اس لئے اس نے ہر چیز کو کھاتے پیتے وقت ناک منہ چڑھایا اور ذرا ذرا سا کھانا چکھ کر تھوک دیا، اور ایک لمبا درد بھرا سانس لے کر کہا:

پیارے دوست! تم یہاں ویران جنگل میں کتنی خشک اور پھیکی زندگی بسر کر رہے ہو، نہ کھانے پینے کا کوئی ڈھنگ ہے اور نہ رہنے سہنے اور گرمی سردی کا کوئی اچھا انتظام، کیوں نہ آپ بھی ہمارے ساتھ چل کر شہری زندگی کے مزے لوٹو۔

مگر جنگلی چوہے نے شہری چوہے کا شکریہ ادا کر کے شہر میں رہنے سہنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ

مجھے تو یہاں جنگل کی سادہ زندگی ہی پسند ہے، شہری زندگی اور وہاں کا عیش وعشرت آپ ہی کو مبارک ہو۔

بہرحال کچھ وقت گذارنے کے بعد شہری چوہے نے اپنے گھر جانے کی اجازت چاہی اور جنگلی چوہے کو اپنے گھر آنے کی بہت زیادہ دعوت دی اور کہا کہ شہر کے ماحول سے تم اچھی طرح واقف نہیں ہو، اس لئے بہتر ہوگا کہ تم میرے ہی ساتھ چلو، بعد میں واپس آ جانا۔

شہری چوہے کے زور دینے پر جنگلی چوہا تیار ہو گیا، شام کا وقت ہو چکا تھا، اور آپ کو معلوم ہے کہ شہر میں تو رات کے وقت بھی رونق رہتی ہے۔

اس لئے شہری چوہے کو اپنے گھر پہنچنے میں کافی مشکل پیش آئی، جگہ جگہ رک کر اور چھپ کر شہری چوہا اپنی اور اپنے دوست کی جان بچا کر گھر پہنچنے میں کامیاب ہوا۔

رات کا کافی حصہ گزر گیا تھا، جنگلی چوہا کافی گھبراہٹ اور خوف وہراس کا شکار تھا۔

شہری چوہے نے جنگلی چوہے کی یہ حالت دیکھ کر اسے تسلی دلائی کہ:

ایسی باتوں سے پریشان نہیں ہوا کرتے!

اور یہ کہ اس کے ساتھ روزانہ اس قسم کے خوف اور خطرے والے حالات پیش آتے رہتے ہیں۔

مگر جنگلی چوہے نے کہا کہ ایسی زندگی اور ایسے عیش وعشرت پر لعنت ہے، جس میں نہ سکون ہو، نہ اطمینان اور نہ ہی کوئی عزت، ایسی خوف، خطرے اور ذلت والی زندگی سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔

رات کا بڑا حصہ گذر جانے کے باوجود شہری چوہا ابھی تک کھانے پینے اور ضیافت کے انتظام میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

اُدھر جنگلی چوہے کو بھوک بھی سخت لگی ہوئی تھی اور نیند بھی بہت زیادہ آ رہی تھی، کیونکہ جنگلی چوہا شام کو اندھیرا ہونے سے پہلے ہی کھا پی کر میٹھی نیند سو جایا کرتا تھا، مگر شہری چوہا گھر والوں کے کھانے سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہتا تھا۔

شہر کے لوگ دیر سے کھا کر سوتے تھے، گھر کے لوگوں کے سونے کے بعد ہی شہری چوہا اُن کے بچے کھچے کھانے سے اپنی ضرورت پوری کرتا تھا۔

اس لئے شہری چوہا بہت دیر سے سونے کا عادی تھا، بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ رات بھر جاگ کر دن بھر سونا پڑتا تھا، کیونکہ شہر میں دن کے وقت اپنی ضروریات پوری کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، اس لئے دن کے بجائے رات کو ہی اپنی ساری ضرورتیں اور تقاضے پورے کرنے پڑتے تھے۔

شہری چوہے نے کافی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت گزارا، جنگلی چوہے کے بار بار اصرار کرنے اور گھر والوں کے سو جانے کے بعد آخر آدھی رات کے قریب شہری چوہا کھانے پینے کے

انتظام کے لئے نکلا، اور باہر جا کر بچے کھچے چٹ پٹے مختلف قسم کے کھانے لا لا کر رکھتا رہا۔
ابھی کام کافی باقی تھا کہ اتنی دیر میں بلی بھی اپنے کھانے پینے کے انتظام کے لئے وہاں آ گئی۔
بلی نے جب چوہے کو دیکھا تو فوراً میاؤں میاؤں کرتی ہوئی اس کی طرف بھاگ کر حملہ آور ہوئی۔
شہری چوہے نے کسی طرح کہیں چُھپ چُھپا کر اپنے آپ کو بچایا، جنگلی چوہا بھی اندر بیٹھا بلی کی آواز سن رہا تھا، اور اندر ہی اندر سے ڈر رہا تھا کہ کہیں بلی کسی طرح ادھر نہ آ جائے۔
کافی دیر اسی اُدھیڑ بن میں گزر گئی، شہری چوہے کو بلی کے باہر موجود ہونے کی وجہ سے جنگلی چوہے کے پاس جانے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔
جب بلی اچھی طرح کھا پی کر چلی گئی، تو شہری چوہا دُم دبا کر شرمندہ اور خوف زدہ حالت میں جنگلی چوہے کے پاس پہنچا، اور جنگلی چوہے سے معذرت کے ساتھ موجودہ کھانے سے ہی ضرورت پوری کرنے کی درخواست کی۔
جنگلی چوہے نے تھوڑا بہت کھایا، مگر مرچ مصالحہ زیادہ ہونے کی وجہ سے منہ میں تکلیف ہونے لگی، اور پیٹ میں بھی جلن محسوس ہونے لگی۔
آخر کار جنگلی چوہا ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور فوراً اپنے گھر جانے کی اجازت چاہی۔
شہری چوہے نے ٹھہرنے پر بہت زور دیا اور کہا کہ ان چیزوں سے ڈرنا نہیں چاہئے یہ تو ہمارے لیے روزمرہ کی عام چیزیں اور ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔
لیکن جنگلی چوہا کسی طرح وہاں ٹھہرنے پر تیار نہ ہوا اور سوچا کہ صبح ہونے پر انسانوں کی طرف سے خطرے بڑھ جائیں گے، اس لئے راتوں رات وہاں سے روانہ ہونے کا فیصلہ کیا۔
شہری چوہا بھی کچھ دور تک اپنے دوست کو چھوڑنے آیا، جب جنگلی چوہے کا گھر قریب آ گیا تو شہری چوہے نے واپسی کی اجازت چاہی، اور دوبارہ اپنے یہاں آنے کی دعوت دی، مگر جنگلی چوہے نے الوداع کہتے ہوئے کہا کہ:

میرے دوست اگر شہر میں زندگی گزارنے کا یہی طریقہ اور وطیرہ ہے تو تمہیں مبارک ہو، مجھے تو اپنے جنگل کی سادہ اور عزت والی زندگی ہی کافی ہے۔

ابھی شہر کی آبادی ختم نہیں ہوئی تھی اور دونوں چوہے ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہی تھے کہ بلی کی زوردار آواز سنائی دی:

میاؤں۔میاؤں

جنگلی چوہا تو چست و چوبند تھا، اس نے بھاگ کر جان بچالی۔

مگر شہری چوہا بیمار اور موٹا ہونے کی وجہ سے بلی کی پہنچ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب نہ ہوا، اور بلی کے مضبوط پنجوں اور دانتوں کی نظر ہو گیا۔

جنگلی چوہے نے مڑ کر یہ حالت دیکھی تو یہ شعر پڑھتا ہوا اپنے گھر کی طرف لپکا۔

ملے خشک روٹی جو باعزت رہ کر	وہ ہے خوف وذلت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو	بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

پیارے بچو! آپ نے دیکھ لیا کہ عیش وعشرت کی ذلت اور خطرے والی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ عزت اور اطمینان والی سادہ زندگی گزاری جائے۔

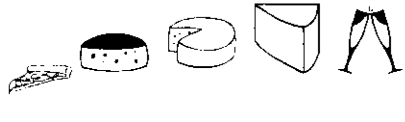
لہٰذا جو بچے سادہ زندگی گزارتے ہیں اور دوسروں کی چیزوں کے پیچھے نہیں پڑتے اور عیش پرستی کے طلب گار نہیں ہوتے وہ اُن بچوں سے بہتر ہیں جو دوسروں کی چیزوں میں عیش تلاش کر کے اپنے آپ کو ذلیل اور رُسوا کرتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......شہری اور جنگلی چوہوں میں سے کون سا چوہا صحت مند اور چُست تھا، اور کون سا بیمار اور سُست تھا؟

(۲)......جنگلی چوہا سادہ کھانے پینے کی وجہ سے صحت مند ہوا یا بیمار؟

(۳)......عزت والی سادہ زندگی بہتر ہے، یا بے عزتی والی عیش وعشرت کی زندگی؟





ایک ایماندار لڑکا



پیارے بچو! ایمانداری بہت بڑی دولت ہے، ایماندار انسان اللہ کو بہت پسند ہے۔

ایمانداری کا مطلب ہے کسی کام میں بھی بے ایمانی نہ ہونا، جیسا کہ بچے کھیلتے ہیں اور کھیل کے دوران جو بچہ کھیل کے اصولوں اور طریقوں کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے دوسرے بچے کہتے ہیں:

بھائی بے ایمانی نہ کرو، یا بے ایمانی نہیں چلے گی

اس سے پتہ چلا کہ بے ایمانی کسی کام کو اس کے طریقے سے ہٹ کر کرنے کا نام ہے۔

یہ بھی بے ایمانی ہے کہ جس کی جو چیز ہو اس کی اجازت کے بغیر چوری چھپے سے اسے لے لینا۔

مثال کے طور پر آپ کسی کے گھر گئے اور آپ نے وہاں کوئی چیز رکھی یا پڑی ہوئی دیکھی اور وہ دوسروں سے چھپ کر اٹھالی اور اپنے گھر لے آئے۔

اسی طرح آپ نے کسی کی کھانے کی کوئی چیز دیکھی اور موقع پا کر بغیر اجازت کے اس کو کھالیا۔

یہ سب چیزیں بے ایمانی کہلاتی ہیں۔

بے ایمان لوگ دنیا سے چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں تو سزا پائیں گے ہی لیکن کئی مرتبہ دنیا میں بھی انہیں سزا مل جاتی ہے، اور یہی سزا کیا کم ہے کہ دوسروں کو کسی بھی وقت پتہ چل جائے تو شرمندہ ہونا پڑے یا مار پڑ جائے۔

کسی زمانے میں ایک لڑکا بڑا ایماندار سمجھا جاتا تھا، اس کی ایمانداری پر اُسے سب شاباش اور مبارکباد دیتے تھے، ایک مرتبہ یہ لڑکا اپنے کسی پڑوسی کے گھر گیا، اس وقت پڑوسی کے گھر میں کوئی بھی نہیں تھا سب کسی کام سے گئے تھے۔

یہ لڑکا وہاں جا کر سوچنے لگا کہ پڑوسی کا گھر خالی ہے، اگر میں اس وقت یہاں سے چلا گیا تو شاید کوئی چور آ کر ان کا کوئی نقصان نہ کردے اس لئے یہ لڑکا وہاں ہی ٹھہر گیا اور کھیل کود میں مصروف ہو گیا۔

پڑوسی کے گھر میں اس وقت بہت ساری قیمتی چیزیں تھیں، اور قریب ہی میں تازہ تازہ بیر بھی رکھے ہوئے تھے۔

بچو! آپ کو پتہ ہے بیر بہت اچھا اور مزے دار پھل ہے اور تازہ تازہ بیر تو بہت ہی میٹھے اور ذائقہ دار ہوتے ہیں۔

لڑکے کو شیطان نے بہکانا چاہا کہ کتنی اچھی اچھی چیزیں رکھیں ہیں، اگر میں کچھ چیزیں لے کر جلدی سے اپنے گھر بھاگ جاؤں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا اور اگر تھوڑے سے بیر اٹھا کر کھالوں تو ٹوکری میں رکھے ہوئے اتنے سارے بیروں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، اور بعد میں آ کر دیکھنے والوں کو بھی شبہ نہیں ہوگا، مگر اس لڑکے کے ماں باپ نے اسے چھوٹا ہونے کی حالت میں جو نصیحت کی تھی کہ:

بیٹا بے ایمانی کبھی نہ کرنا، بے ایمان لوگ چور ہوتے ہیں اور چور تو چور ہی ہوتا ہے چاہے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔

یہ نصیحت یاد آ گئی، اس لئے اس نے اپنے آپ کو چوری اور بے ایمانی سے بچائے رکھا۔

اتنی دیر میں پڑوسی اپنے گھر میں آ گیا، جب اس نے پڑوس کے لڑکے کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ اس نے آج ضرور کوئی چیز چوری کی ہوگی لیکن جب ساری چیزیں صحیح سلامت دیکھیں اور بیر بھی پورے کے پورے رکھے ہوئے دیکھے تو لڑکے سے بولا کہ:

تم نے بیر کیوں نہیں چرائے

لڑکے نے جواب دیا کہ:

میں کوئی چور تھوڑا ہی ہوں

پڑوسی نے کہا کہ:

چور تو تب کہلاتے جب تمہیں کوئی چوری کرتے ہوئے دیکھتا

لڑکے نے جواب دیا کہ:

اپنے آپ کو چوری کرتے ہوئے دیکھنے کے لئے تو میں خود تھا، میں خود اپنے آپ کو چوری کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوتا اگر میں اپنے اندر کوئی برائی دیکھوں تو مجھے خود ہی شرم سے پانی پانی ہو جانا چاہئے۔

یہ سن کر ہمسایہ نے اس لڑکے کو شاباش دی اور کہا کہ:

تم تو بڑے جوانوں سے بھی آگے بڑھ گئے

واہ واہ شاباش لڑکے واہ واہ!

تو جواں مردوں سے بازی لے گیا

اس ایماندار لڑکے کے واقعہ کو کسی نیک آدمی نے اپنے شعروں میں اس طرح بیان کیا ہے ؎

ایک لڑکا ہے بڑا ایماندار	•	آزمائش ہو چکی ہے چند بار
ایک دن وہ نیک دل اور با حیا	•	اپنے ہمسایہ کے گھر میں تھا گیا
آدمی بالکل نہیں وہاں نام کو	•	کیونکہ کہ ہمسایہ گیا ہے کام کو
تازہ تازہ بیر ڈلیا میں بھرے	•	بے حفاظت گھر کے اندر ہیں دھرے
آ گیا اتنے میں ہمسایہ وہاں	•	کھیل میں مصروف ہے لڑکا جہاں
اپنے بیروں میں نہ پائی کچھ کمی	•	ہو کے خوش لڑکے سے بولا آدمی
بیر یہ تم نے چرائے کیوں نہیں	•	کیوں چراتا چور تھا کیا میں کہیں
چور جب بنتے کہ کوئی دیکھتا	•	دیکھنے کو میں ہی خود موجود تھا
کچھ برائی آپ میں گر پاؤں میں	•	پانی پانی شرم سے ہو جاؤں میں
واہ واہ شاباش لڑکے واہ واہ	•	تو جواں مردوں سے بازی لے گیا

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اس لڑکے کو شاباش کس بات پر ملا کرتی تھی؟

(۲)......ایمان دار لڑکے نے پڑوسی کے گھر سے کوئی چیز چوری کیوں نہیں کی؟

(۳)......ایمان دار لڑکے کو جس شعر میں شاباش دی گئی ہے، وہ شعر پڑھیے؟



ٹی وی نہیں دیکھوں گا

پیارے بچو! آج کل گھر گھر میں ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر آ گیا ہے، پہلے زمانے میں جب تک ٹی وی نہیں چلا تھا اس وقت بچوں کے پاس پڑھنے لکھنے کا بھی وقت ہوتا تھا اور گھر کے کام کاج کرنے کا بھی اور اپنے بڑوں کی خدمت کرنے کا بھی۔

اور آج کے زمانے میں اکثر بچوں کا زیادہ تر وقت ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر فضول اور بے مقصد پروگرام دیکھتے ہوئے گزرتا ہے۔

پہلے زمانے میں چھوٹے بچوں کو سب سے زیادہ شوق قصے، کہانیاں سننے کا ہوتا تھا۔

اسی لئے رات کے وقت جب بچے بستر پر سونے کے لئے جاتے تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کوئی بڑا ان کو کوئی کہانی سنائے، اس زمانے میں بعض لوگوں کو بڑی اچھی اچھی کہانیاں یاد ہوتی تھیں۔

بعض بوڑھی عورتیں قصے کہانیاں سنانے میں بہت مشہور ہوتی تھیں، اور وہ جہاں کہیں بھی ہوتیں تو رات کے وقت ان کے پاس بچے جمع ہو جاتے اور کہانیاں سننے سنانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔

جن لوگوں یا عورتوں کو بہت زیادہ کہانیاں یاد ہوتی تھیں اگر وہ کسی دوسرے کے گھر چلے جاتے تو وہاں ان سے کہانیاں سننے کا مطالبہ اور ڈیمانڈ بہت بڑھ جاتی تھی، اور ایسے وقت رات کو بہت دیر دیر تک ان سے کہانیاں سننے کے مطالبے ہوتے رہتے تھے، اور بچے یہ کہانیاں سنتے سنتے سو جاتے تھے، اور نیند میں بھی انہی کہانیوں کے خواب دیکھتے اور صبح اٹھ کر بھی رات کی سنی ہوئی کہانیوں کے خیالات دماغ میں بسے رہتے تھے۔

اور بچو! اُس زمانے میں یہ قصے اور کہانیاں آج کل کے ٹیلی ویژن میں آنے والے، پروگراموں، ڈراموں اور کارٹونوں کی طرح کی فضول نہیں ہوتی تھیں، بلکہ اس زمانے کے قصوں اور کہانیوں سے بڑی بڑی باتیں اور بہت بڑے بڑے مسئلے حل ہو جایا کرتے تھے۔

اور بچوں کو بہت سی ایسی معلومات حاصل ہو جایا کرتی تھیں جو اُن کی زندگی میں آگے چل کر کام آیا کرتی تھیں، اور بچوں کو بچپن کے زمانے سے ہی ان کہانیوں کو سن کر کافی سمجھ بوجھ پیدا ہو جایا کرتی

تھی۔

اُس زمانے کے جو لوگ آج زندہ ہیں وہ جانتے ہیں کہ انہیں بچپن میں سنی ہوئی ان کہانیوں سے کتنا فائدہ ہوا، اور آج بھی وہ بچپن کی ان سنی ہوئی کہانیوں سے بہت سے اپنے الجھے ہوئے مسائل حل کر لیتے ہیں۔

اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا کہ کافروں نے جو مسلمانوں کے دشمن ہیں سوچا کہ

مسلمانوں کے یہ بچے تو اپنے گھروں سے ہی سب کچھ سیکھ لیتے ہیں اور بڑے ہو کر ہمارے بہکاوے میں نہیں آتے کوئی ایسا طریقہ نکالنا چاہئے کہ مسلمانوں کے بچوں کا ذہن گھر والوں سے ہٹ جائے اور یہ اپنے بڑوں سے آزاد ہو جائیں اور ہم پھر جس طرح سے چاہیں ان کا ذہن بنائیں اور ان کو اپنے راستہ اور اپنی لائن پر لگا دیں۔

کافی سوچ سمجھ کر یہ طریقہ نکالا اور اس کے لیے ایک ایسی چیز تیار کی گئی جس میں آنکھوں سے بھی سب کچھ نظر آتا تھا اور بولنے کی آواز بھی سنائی دیتی تھی...... آج ہم اس چیز کو ٹیلی ویژن کہتے ہیں۔

یہ ٹیلی ویژن کیا آیا کہ پہلے زمانے کے پیارے پیارے قصوں اور پیاری پیاری کہانیوں کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا...... ٹیلی ویژن آنے کے بعد نہ کسی کو قصے، کہانی سننے کا شوق رہا اور نہ ہی اپنے بڑوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے کا، اور نہ ہی گھر کے کام کاج کرنے کا اور نہ ہی بڑوں کی خدمت کرنے کا، بس اس کے بعد تو ایک ہی شوق ہو گیا اور وہ ٹی وی دیکھنے کا شوق تھا۔

ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے کافروں اور اسلام کے دشمنوں نے اپنے سارے مقصد آہستہ آہستہ حاصل کرنا شروع کر دیئے، اور اسی دوران ایک پروگرام ایسا شروع کیا جو سارے بچوں کا پسندیدہ پروگرام شمار ہونے لگا، یعنی **کارٹون**

یہ کارٹون کا پروگرام تو اتنا گیا گزرا تھا کہ جس کا کوئی سر اور کوئی پیر ہی نہیں تھا، شروع سے آخر تک کارٹون کا پورا پروگرام دیکھنے کے بعد کوئی فائدہ تو کیا حاصل ہوتا، یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کہ اس کا شروع کیا تھا اور آخر کیا۔

روزانہ گھنٹوں گھنٹوں بچے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر اس پروگرام کو دیکھتے اور کوئی بھی مقصد اور فائدہ

حاصل نہ ہوتا، اس پروگرام نے بچوں کی ساری صلاحیتوں کو تباہ کر دیا اور ان کے مستقبل کا گویا کہ بیڑہ غرق کر دیا۔

اب اس پروگرام کے بعد نہ تو بچوں کا پڑھائی میں دل لگتا اور نہ بڑوں کی خدمت اور گھر کے کام کاج میں، بچے اسکول جا کر بھی ٹی وی کے پروگراموں کو ہی یاد کرتے اور سوچتے رہتے تھے۔

ہم آپ کو اسی کے بارے میں ایک واقعہ سناتے تھے۔

ایک لڑکا جس کا نام کامران تھا وہ ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا بہت شوقین تھا، اسے یوں تو ٹی وی کے سارے پروگرام ہی پسند تھے لیکن کارٹون والا پروگرام کچھ زیادہ ہی پسند تھا، وہ کوئی بھی کارٹون والا پروگرام دیکھے بغیر نہیں رہتا تھا۔

اگر وہ کسی کے گھر گیا ہوا ہوتا اور اس پروگرام کا وقت شروع ہو جاتا تو وہ وہاں بھی اس پروگرام کو دیکھنے کے لئے ٹی وی آن کرا دیا اور چلوا دیا کرتا تھا۔

اور اسی وجہ سے کامران کے پاس نہ تو گھر آ کر اسکول کی کتابیں دیکھنے کا وقت ہوتا تھا اور نہ ہی گھر کے کسی کام کرنے کا وقت نہ گھر کے کسی بڑے کے پاس بیٹھنے کا، اگر گھر میں مہمان آتے تو بھی کامران ان کے قریب نہیں لگتا تھا۔

کامران کی ان باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے اس کے گھر والے، رشتہ دار اور استاذ سب ہی ناراض تھے کامران کے رات کو دیر تک ٹی وی دیکھنے کی وجہ سے صبح کو اسکول جانے کے وقت بھی اس کی مشکل سے آنکھ کھلتی، بڑی مشکل سے وہ جاگتا، لیکن اس کی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کی صحت بھی کافی خراب ہو رہی تھی اور مزاج بھی کافی چڑچڑا ہو گیا تھا۔

ایک دن کامران ٹی وی دیکھ رہا تھا، ٹی وی پر کسی ڈاکٹر صاحب کے مشورے آ رہے تھے جس میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ زیادہ ٹی وی دیکھنے والوں اور ہر وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھے رہنے والوں کی نظر کمزور ہو جاتی ہے اور ٹی وی دیکھنے سے انسان کے دماغ پر بھی اثر پڑتا ہے۔

خاص طور پر بچے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے اندر زیادہ طاقت اور قوت نہیں ہوتی۔

لہٰذا بچوں کو زیادہ دیر تک ٹی وی کے سامنے نہیں بیٹھنا چاہئے۔

کامران نے جب ڈاکٹر کی یہ باتیں سنیں تو اس پر بہت اثر ہوا۔

کامران کی نظر تو پہلے سے ہی کمزور تھی اور نظر کا چشمہ لگا ہوا تھا، اور اسکول میں بھی کئی مرتبہ وہ فیل ہو چکا تھا، جب کامران نے ڈاکٹر صاحب کی ایک ایک بات کو سوچنا شروع کیا تو اس کو ڈاکٹر صاحب کی ساری باتیں صحیح معلوم ہوئیں۔

اور اسے یاد آیا کہ جس محلہ کی مسجد میں وہ سپارہ پڑھنے جایا کرتا تھا وہاں کے قاری صاحب بھی یہ باتیں بار بار بتلاتے رہتے تھے کہ ٹی وی دیکھنے کے شوقین بچے پڑھنے لکھنے میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ اب کامران نے اس بات کا پکا ارادہ کر لیا کہ:

ٹی وی نہیں دیکھوں گا

اس کے بعد کامران نے ٹی وی دیکھنا بالکل چھوڑ دیا۔

چند ہی دنوں میں کامران کی نظر بھی صحیح ہوگئی اور نظر کے چشمہ کی اسے ضرورت نہیں رہی، اور پڑھائی لکھائی میں بھی کامران اپنی کلاس میں پہلے نمبر پر آ گیا۔

اب کامران گھر کے کام کاج بھی کرتا اور دوسروں کی خدمت بھی کرتا اور جب کوئی ملنے جلنے والا آتا اس کے پاس بھی بیٹھتا، اور رات کو جلدی سو جانے کی وجہ سے صبح سویرے تک اس کی نیند بھی پوری ہو جاتی تھی جس کی وجہ سے کامران سکول بھی صحیح وقت پر آرام وسکون سے ناشتہ کر کے پہنچ جاتا تھا، اور وہ اپنی صحت کو بھی بہتر محسوس کرتا تھا اور پہلے کی طرح اب اس کا مزاج بھی چڑ چڑا نہیں رہا تھا۔

کامران یہ محسوس کرتا تھا کہ اب اس کی زندگی صحیح رخ پر چل پڑی ہے اور اس کا مستقبل روشن ہے، اور بڑا ہو کر ایسا ہی ہوا کہ کامران معاشرہ میں ایک باعزت اور اچھا انسان بن گیا۔ ؏

ٹھوکر کھا کر سنبھلنے والے جیت ہے تیری ہار نہیں

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... پہلے زمانے میں جو بچوں کو کہانیاں سنائی جاتی تھیں، ان سے بچوں کو نقصان ہوتا تھا یا فائدہ؟

(۲)...... ٹیلی ویژن دیکھتے رہنے سے نظر اور صحت اچھی ہوتی ہے یا خراب؟

(۳)...... کامران ٹیلی ویژن اور کارٹون کے پروگرام چھوڑ کر برا انسان بنا یا اچھا انسان بنا۔

پیسے اور صحت کی بربادی

پیارے بچو! چھوٹے بچوں کو بازاروں اور دکانوں سے چیزیں خرید خرید کر کھانے کا بہت شوق ہوتا ہے، مختلف قسم کی چیونگمیں، ٹافیاں اور چاکلیٹیں بچوں کو بہت پسند ہوتی ہیں۔

بازار اور دکانوں میں بچوں کے کھانے پینے کے لئے نئی نئی طرح کی چیزیں آتی رہتی ہیں۔

اور ان چیزوں کو لینے کے لئے ظاہر ہے کہ بچوں کو پیسوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لئے چھوٹے بچے پیسوں کے بھی شوقین ہوتے ہیں۔

لیکن بچو! تمہیں یہ پتہ نہیں کہ یہ چیزیں صحت کے لئے کتنی نقصان دہ ہیں؟

بہت سی بیماریاں ان چیزوں کے کھانے پینے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ آج کل چھوٹے چھوٹے بچوں کے دانت خراب ہو جاتے ہیں، ان میں کیڑے لگ جاتے ہیں، دانتوں میں درد رہتا ہے، جس کی وجہ سے سر میں بھی درد ہونے لگتا ہے، ان چیزوں کے زیادہ کھانے پینے سے گلا خراب ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے پھر جسم میں درد اور بخار جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بچو! دوکانوں پر بچوں کی یہ پسندیدہ چیزیں صحت اور تندرستی کا خیال کرتے ہوئے تو تیار نہیں کی جاتیں بلکہ صرف ذائقہ اور لذت کو سامنے رکھ کر بنائی جاتیں ہیں، تاکہ بچوں کو زیادہ سے زیادہ پسند آئیں، اور وہ خرید خرید کر خوب کھائیں۔

یہ چیزیں بنانے اور تیار کرنے والے تو صرف پیسے کمانے کی فکر میں رہتے ہیں، اسی لئے زیادہ سے زیادہ بچت کرنے اور خوب پیسے کمانے کے لئے وہ خراب اور گھٹیا چیزیں ڈال کر یہ چیزیں تیار کرتے ہیں، اور ان چیزوں کو بناتے وقت صفائی ستھرائی اور گندگی سے بچنے کا بھی خیال نہیں کرتے۔

بازار اور دکانوں کی ان چیزوں کے زیادہ کھانے سے بچوں کے پیٹ اور معدے بچپن ہی سے خراب ہو جاتے ہیں، قبض ہونے لگتا ہے، ہاضمہ خراب رہتا ہے، بھوک بھی نہیں لگتی جس کی وجہ سے کھانا بھی صحیح طرح نہیں کھایا جاتا اور اس طرح جسم میں صحیح طاقت پیدا نہیں ہوتی، بچے جسمانی اور دماغی اعتبار

سے کمزور ہو جاتے ہیں اور جلدی بڑے نہیں ہو پاتے۔

ڈاکٹروں کی طرف سے ان باتوں کا بار بار تذکرہ سامنے آتا رہتا ہے۔

اوپر سے جو پیسہ ان چیزوں میں خرچ کیا جاتا ہے اس کا نقصان الگ ہے۔

بچو! کبھی آپ نے غور کیا کہ یہ پیسہ جو تم فضول چیزوں پر خرچ کرتے ہو، اگر تم اس کو بچا کر رکھو اور جمع کرو تو تھوڑے دنوں میں تمہارے پاس بہت سارے پیسے جمع ہو سکتے ہیں، جس سے پھر تم اپنے لئے قیمتی اور کارآمد چیزیں خرید سکتے ہو، اور کچھ نہ بھی خریدو تو بڑے ہونے کے بعد یہ پیسہ تمہارے بہت کام آ سکتا ہے۔

اور اگر بڑے ہونے تک تم یہ پیسہ جمع کر کے نہ رکھ سکو، تب بھی فضول چیزوں میں خرچ کرنے کے بجائے اس پیسہ سے تم کھانے پینے کی ایسی چیزیں خرید سکتے ہو جو تمہارے جسم، دماغ اور صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہوں، جیسے مختلف قسم کے پھل، دودھ، مکھن، گھی اور اس جیسی طاقت پیدا کرنے والی دوسری چیزیں۔

پہلے زمانے میں بچوں کو جو پیسے ملتے تھے وہ کسی گلہ یا بکس میں جمع کر کے رکھے جاتے رہتے تھے۔

اور پہلے زمانے میں آج کل کی طرح بچے آزاد نہیں تھے، کہ پیسوں کو جہاں چاہا جب چاہا اور جس چیز میں چاہا خرچ کر دیا۔

بلکہ آج کل تو بڑوں کو بھی تمیز نہیں رہی، وہ خود ہی چھوٹوں کو جس چیز میں وہ چاہیں پیسے خرچ کرنے کے لئے دیتے ہیں۔

پہلے زمانے میں بچے اپنے پاس بہت پیسے جمع کر لیا کرتے تھے، جب کچھ پیسے جمع ہو جاتے تھے تو ان کے گھر والے ان بچوں کے لئے اُن پیسوں سے اصلی گھی لے آیا کرتے تھے، اور روٹی سالن وغیرہ کے ساتھ روزانہ بچے وہ اصلی گھی کھایا کرتے تھے، یا روزانہ ان پیسوں سے بچوں کے لئے دودھ آ جایا کرتا تھا، یا پھر بادام اور اس جیسی طاقت کی دوسری چیزیں آ جایا کرتی تھیں۔

اور یہ ساری چیزیں بچوں کی صحت کے لئے بہت فائدہ مند ہوتی تھیں جس کی وجہ سے ایک طرف تو بچوں کی صحت اچھی رہتی تھی اور دوسری طرف بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی تھی اور ماں باپ اور

دوسرے گھر والوں کو بھی سکون ہوتا تھا، اور بچوں کا دماغ اور حافظہ بھی مضبوط ہوتا تھا۔

اسی وجہ سے پہلے زمانے کے بچے تعلیم اور پڑھائی میں بہت تیز ہوتے تھے۔

اور ایک آج کل کے آزاد بچے ہیں کہ نہ پیسہ کی حفاظت ہے اور نہ صحت کی، اور نہ ان کا دماغ تیز ہے اور نہ ان کے جسم میں طاقت ہے، بچے بیمار ہوتے ہیں تو بیماری کی دوا اور علاج پر بہت پیسہ اور وقت خرچ ہوتا ہے، پڑھائی کا حرج ہوتا ہے، اور گھر والے الگ پریشان ہوتے ہیں۔

اور بچو! یہ بات بھی ہمیشہ کے لئے یاد رکھو کہ بچپن میں جو صحت خراب ہوجاتی ہے اور بچے کمزور ہوجاتے ہیں اس کا نقصان ساری زندگی محسوس ہوتا ہے۔

پھر بڑے ہونے کے بعد سمجھ آتی ہے اور بچپن میں پیسے اور صحت برباد کرنے پر افسوس ہوتا ہے۔

مگر اب کیا ہوسکتا ہے، بچپن کا زمانہ تو واپس لوٹ کر نہیں آسکتا؟

اس لئے بچو! آپ کو چاہئے کہ پہلے زمانے کی طرح کے اچھے، صحت مند، طاقتور بچے بنو۔

اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بازار اور دکانوں سے اس طرح کی اول فول اور اَڑ گم سَڑ گم چیزوں سے پرہیز کرو اور پیسہ بچا کر رکھو۔

ایسی فضول چیزوں میں پیسہ برباد اور خرچ نہ کرو بلکہ اچھی چیزوں میں خرچ کرو۔

اگر تم ایسا کرو گے تو امید ہے کہ تمہاری صحت بھی اچھی رہے گی، اور بہت سی بیماریوں سے بھی بچے رہو گے، پڑھائی میں خوب آگے بڑھو گے، اور پھر تمہاری وجہ سے تمہارے امی ابو اور دوسرے گھر والوں کو بھی پریشانی نہیں ہوگی اور دوا اور علاج میں وقت اور پیسہ بھی برباد نہیں ہوگا، اور بڑے ہونے کے بعد ساری زندگی تم خود بھی سکون محسوس کرو گے۔

میری ان باتوں کو تم اگر اب نہیں تو بڑا ہونے کے بعد ضرور سچ سمجھو گے۔

پیارے بچو! آؤ ہم سب آج یہ سچا اور پکا وعدہ کریں کہ آج کے بعد فضول چیزوں میں پیسے خرچ کرکے اپنے قیمتی مال اور صحت کو برباد نہیں کریں گے، اور پیسے حفاظت کے ساتھ رکھیں گے، اور پیسوں کو مفید اور کارآمد چیزوں میں ہی خرچ کریں گے۔

بچو! اب اگر یہ وعدہ کر چکے ہو تو اس پر عمل بھی شروع کر دو۔

اگر تم یہ سمجھو کہ ہمارے کھانے پینے پر پابندی لگ گئی ہے۔

اب ہم کیا کھائیں پئیں گے؟

تو یاد رکھو کہ! کھانے پینے کے لئے ہمارے رب نے بہت ساری فائدہ پہنچانے اور طاقت دینے والی چیزیں پیدا کی ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا اور جب تم غور کرو گے اور اپنے سمجھدار بڑوں اور استادوں سے معلوم کرو گے اور پوچھو گے تو فیصلہ کرنے میں ذرا بھی مشکل نہ ہوگی۔

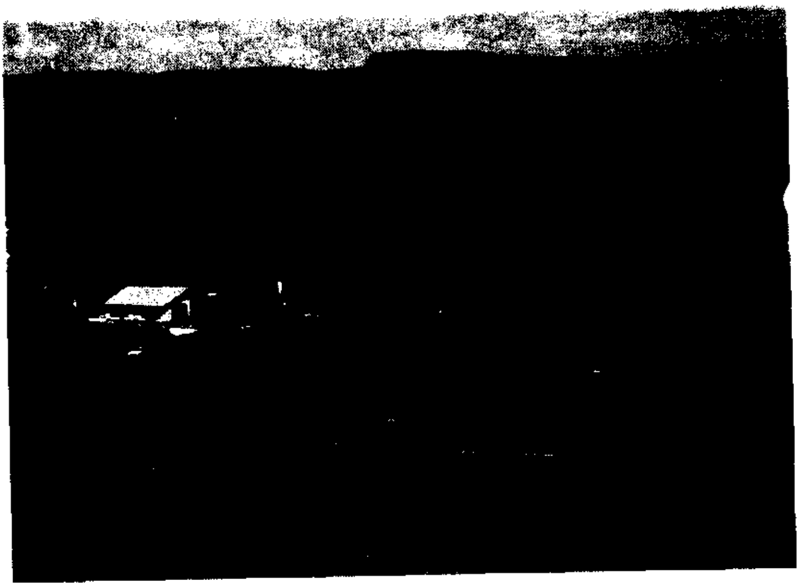
اور تمہارے سامنے بہت سی ایسی چیزیں آ جائیں گی جو صحت کے لئے فائدہ مند ہیں، مثلاً مختلف قسم کے پھل، میوے وغیرہ۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بازار کی اول فول چیزیں کھانے سے صحت اچھی ہوتی ہے، یا خراب ہوتی ہے؟

(۲)...... بازار کی ان چیزوں کے کھانے سے صحت کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟

(۳)...... پہلے زمانے میں بچے پیسے جمع کر کے ان کا کیا کرتے تھے؟





ضِدّی بچہ



پیارے بچو...... یہ تب کی بات ہے جب ہاشم نام کا ایک بچہ آپ ہی کی عمر کا تھا...... وہ کُل تین بہن بھائی تھے قاسم سب سے بڑا تھا اور ہاشم سب سے چھوٹا...... درمیان میں ان کی ایک بہن عائشہ تھی...... دونوں بھائیوں کی عادتوں میں بہت فرق تھا...... ان کے ابو سرکاری ملازم تھے...... ایک دن قاسم کے ساتھ ہاشم بازار میں اپنے ابو کے ساتھ گیا ہوا تھا اور برابر نئے جوتوں کے لئے ضد کر رہا تھا۔

دراصل ان کے ابو مہینہ بھر کے گھر کا سودا سلف شروع مہینہ ہی میں لے لیا کرتے تھے، مہینہ بھر کے سودوں میں دالیں، چاول، چینی، آٹا، صابن اور مصالحے وغیرہ شامل ہوتے تھے۔

اس لئے ان کے ابو اکثر ایسے موقع پر دونوں بیٹوں کو بازار ساتھ لے جاتے تھے تاکہ سب مل کر تھوڑا تھوڑا سودا اُٹھالیں اور یوں آسانی سے ایک ہی چکر میں سارا سودا آجاتا تھا۔

ہاشم کے مزاج میں کچھ ذمہ داری کا احساس نہیں تھا جبکہ قاسم کافی ذمہ داری سے گھر کے کاموں اور معاملات میں اپنے ابو امی کا ہاتھ بٹاتا تھا۔

اچھے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں وہ واقعی اچھا بچہ تھا......

بیٹا آپ کے پاس ابھی جوتے ہیں تو...... ہاشم کے ابو اُسے سمجھانے لگے...... دیکھو ابھی چند مہینے پہلے ہی تو آپ نے یہ جوتے لئے تھے، ابھی تو بالکل صحیح سالم ہیں اور پُرانے بھی نہیں لگتے اور آپ کو یہ جوتے ابھی چھوٹے بھی تو نہیں ہوئے، بیٹا ابھی تو آپ ان جوتوں کو چلا سکتے ہو...... لیکن بازار سے گزرتے ہوئے جوتوں کی دکانوں پر رکھے نئے نئے جوتے بار بار ہاشم کے دل میں انہیں لے لینے کی خواہش پیدا کرتے رہے اور ہاشم سارا راستہ ابو کو تنگ کرتا رہا......

ہاشم دیکھو میرے جوتے تو آپ سے بھی پُرانے ہیں...... لیکن میں بھی تو انہیں استعمال کر رہا ہوں بھلا اس طرح بازار میں چیزیں دیکھ کر للچاتے تھوڑا ہی ہیں؟

قاسم نے بھی اُسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا...... خُدا خُدا کر کے ابو نے سودا لیا اور گھر

آئے۔

قاسم کی امّی جان! آئندہ سے ہاشم ہمارے ساتھ نہیں جایا کرے گا...... ابو نے گھر آتے ہی فیصلہ سُنا دیا...... یہ باہر جا کر ضد کرتا ہے۔

لیکن آپ اکیلے کیسے سودا لائیں گے...... قاسم کی امی نے کہا۔ تو قاسم بولا...... امی کوئی بات نہیں میں دو چکر لگا لیا کروں گا لیکن ہاشم کی ضد سے ابو کو واقعی تکلیف ہوتی ہے۔

بیٹا بُری بات ہے ضد نہیں کرتے...... اب امی نے ہاشم کو سمجھانا شروع کیا...... دیکھو باہر جا کر کسی چیز کے لئے ضد نہیں کرتے بلکہ جو کچھ گھر سے ضروری چیزیں لینے جاتے ہیں صرف وہی لے کر آتے ہیں......

اچھا امی اب تو ہم سب گھر پر ہیں اور دیکھیں میں ضد تو نہیں کر رہا اب مجھے بازار لے کر جایا کریں گے اور ابو سے کہیں کہ مجھے نئے جوتے ضرور لا دیں۔

ہاشم ضد اسی کو تو کہتے ہیں کہ بڑوں کے منع کرنے کے باوجود اپنی بات پر جمے رہیں، یہ بُری بات ہوتی ہے دیکھو کہنا تو ایک بار کا ہوتا ہے اگر بڑے مان لیں تو ٹھیک ورنہ اگر منع کر دیں تو منع ہو جانا چاہئے، یوں بار بار کہنے ہی کو تو ضد کہتے ہیں اور یہ بُری بات ہوتی ہے اس سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔

امی اب تو ابو سے کہیں نا کہ مجھے نئے جوتے لا دیں...... ہاشم نے پھر اصرار کیا تو اس کے ابو نے اس کی ضد سے تنگ آ کر اگلے مہینہ اُسے نئے جوتے لے دینے کا وعدہ کر لیا۔

اپنی ضد پوری ہوتے دیکھ کر ہاشم بھی چُپ ہو گیا...... لیکن بھلا یہ کوئی ایک دفعہ کی بات تھوڑا ہی تھی، ہاشم اکثر ہی تو ضد کرتا تھا، کبھی کہتا میں نے یہ نہیں کھانا مجھے فلاں چیز بنا کر دیں، کبھی کہتا مجھے یہ نہیں پہننا مجھے فلاں چیز لا کر دیں تو کبھی کہیں جانے کے لئے ضد کرتا، اُس کی اسی قسم کی ضد کرنے والی عادتوں نے گھر میں اُس کا پیار کم کر رکھا تھا دونوں بہن بھائی بھی اُسے اکثر سمجھاتے رہتے لیکن نہ جانے کیوں اُس کی سمجھ میں بات ہی نہ آتی تھی، یہاں تک کہ رشتہ دار اور دوسرے ملنے والے بھی اُس کی اس عادت کو جان گئے تھے اور اُسے اس کی ضد اور بری عادتوں کی وجہ سے ناپسند کرنے لگے

تھے۔

لیکن ہاشم کو تو جیسے بس اپنا آپ ہی دکھائی دیتا تھا اور اپنے دل کی خواہش کو روکنا تو اُس نے سیکھا ہی نہ تھا۔

آخر اگلے مہینے ابو نے اُسے نئے جوتے لے دیئے اب وہ اپنے نئے جوتوں میں بہت خوش تھا۔

اتفاق سے چند ہی دن بعد ملک بھر میں بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا...... ایک دن ابو جب دفتر سے گھر واپس آئے اور جوتے اُتارنے لگے تو ہاشم بھی پاس ہی کھڑا تھا...... ابو یہ آپ کی جُرابیں کیوں گیلی ہیں؟...... کیا اس سخت سردی میں آپ جرابوں کے ساتھ ننگے پاؤں گیلے فرش پر چلتے ہیں؟ ...... ہاشم اپنے ابو کی جُرابوں کو پانی سے بھیگا دیکھ کر بولا...... نہیں بیٹا یہ تو ایسے ہی بھیگ گئی ہیں ...... ابو یہ کہہ کر فوراً وہاں سے اُٹھ گئے ہاشم کو بات سمجھ نہ آئی تو اُس نے اپنی امی سے یہی سوال کر دیا بیٹا...... اس کی امی اسے سمجھانے کے سے انداز میں بولیں...... آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے ابو کے یہ جوتے چار سال پُرانے ہیں...... گھر میں صرف آپ ہی کے پاس دو جوتے ہیں...... آپ کے ابو کے جوتے نیچے سے ٹوٹ گئے ہیں موچی نے سول تو لگایا تھا لیکن اب اُن میں کناروں اور سائیڈوں سے پانی آجاتا ہے...... انہوں نے اپنے جوتوں کے لئے پیسے رکھے ہوئے تھے لیکن آپ کی ضد کی وجہ سے انہوں نے اپنے لئے جوتے نہیں لئے بلکہ آپ کو لے دیئے۔

تو امی وہ اپنے لئے بھی جوتے لے لیتے ...... ہاشم افسردہ سا ہو کر بولا ...... بیٹا...... اس کی امی پھر سمجھانے لگیں کہ ابو کو ہر مہینہ تنخواہ میں صرف اتنے پیسے ملتے ہیں، انہی پیسوں سے گھر کا سارا سودا آتا ہے، اور سب ضرورتیں پوری کرنی ہوتی ہیں، اب جب آپ نے جوتے خرید لئے تو ابو کن پیسوں سے جوتے خریدیں گے، وہ پیسے تو تمہارے ابو نے اپنے جوتوں کے لئے رکھے ہوئے تھے، اور دیکھو بیٹا خواہشیں تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتیں، آپ ایک خواہش کو پورا کریں تو دوسری دل میں پیدا ہو جاتی ہے یہ سلسلہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا لیکن پیسے تو صرف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ملتے ہیں ان سے ہماری ہر ضد اور ہر خواہش تھوڑا ہی پوری ہو سکتی ہے...... اگر ہم اپنی ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ضد کریں تو پھر ایسا تو ہوتا ہی ہے کہ بعض لوگوں کو اپنی بعض ضرورتیں ان پر قربان

کرنا پڑتی ہیں......اور آپ کو پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند نہیں ہے کہ آدمی اپنی ہر خواہش کے پورا کرنے کے لئے ضد کرتا رہے...... ہاشم کو اپنے ابو کی اس حالت پر اور اپنی اُس دن کی ضد پر دل ہی دل میں بہت دُکھ ہو رہا تھا...... وہ دوڑتا ہوا ابو کے پاس گیا اور اُن سے لپٹ گیا......ابو مجھے معاف کر دیں......میری وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی......ابو آپ میرے یہ جوتے لے جائیں اور دکان والے انکل کو دے کر اپنے ناپ کے جوتے لے لیں......ابو کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے ......ارے بیٹا ایسی کوئی بات نہیں اللہ میاں پھر جب پیسے دیں گے تو میں اپنے جوتے لے لوں گا ......ابو مجھے معاف کر دیں، ہاشم واقعی اپنے پرانے رویہ اور ضد کی بری عادتوں پر شرمندہ تھا، ابو آئندہ میں کبھی کسی بات پر ضد نہیں کروں گا...... مجھے ایسا بچہ نہیں بننا کہ جس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہو...... مجھے اچھا بچہ بننا ہے قاسم بھائی کی طرح......

پیارے بچو...... ہاشم نے اُس دن کے بعد سے ضد کرنا بالکل چھوڑ دیا......اور یوں وہ سب کی نظروں میں پسندیدہ اور اچھا بچہ بن گیا۔

آپ بھی اگر یہ باتیں یاد رکھیں اور ان پر عمل کریں کہ جب بھی کسی بڑے کے ساتھ گھر سے باہر جانے لگیں تو جانے سے پہلے گھر ہی میں طے کر لیں کہ باہر جا کر کیا لینا ہے ورنہ باہر جا کر ضد کرنے سے انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے اور لوگ بھی ایسے بچے کو اچھا نہیں سمجھتے......اور دوسری بات یہ کہ اپنی چاہت کو پورا کرنے کے بجائے دوسروں کی چاہت کو اور خاص طور پر اپنے بڑوں کی چاہت کو پورا کرنے کی کوشش کیجئے ......پھر دیکھئے کہ گھر میں سب کی نظر میں آپ کی اہمیت اور آپ کا پیار کتنا بڑھتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......ہاشم نے جوتوں کی ضد کر کے اپنے ابو کا کیا نقصان کیا؟

(۲)......ہاشم بعد میں ضد چھوڑ کر سب کی نظروں میں کیسا بچہ بن گیا؟

(۳)......ضدی بچہ اچھا ہوتا ہے یا برا؟

(۴)......ضد کرنے سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں؟

صبر اور بے صبری کا پھل

پیارے بچو! ریحان جس کی عمر تقریباً آٹھ سال تھی، وہ پاکستان کے شہر راولپنڈی میں رہتا تھا، قریب کے ایک مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرتا تھا، اور مدرسہ سے روزانہ گھر آتا جاتا تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ریحان مدرسہ سے پڑھ کر گھر آیا، عصر کی نماز ہو چکی تھی، ریحان کی والدہ ریحان کی بہن سلمہ کا سبق سُن رہی تھیں، ریحان نے آتے ہی بھوک لگنے کا شور مچانا شروع کر دیا۔

والدہ نے کہا۔

بیٹا تھوڑی دیر صبر کیجئے، آپ کی بہن کا سبق سُن رہی ہوں ابھی آپ کو کھانا دیتی ہوں

مگر ریحان بہت جلد بازی کا عادی تھا، صبر کرنا اس کو بہت مشکل ہوتا تھا، اس لئے ریحان سے صبر نہ ہوا اور خاموشی سے برآمدہ میں رکھے ہوئے فریج سے ٹھنڈے چاول نکالے اور کھا لئے۔

ریحان کی والدہ کو جب پتہ چلا کہ ریحان نے فریج سے نکال کر ٹھنڈے چاول کھا لئے ہیں تو ریحان کی ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ تم کو اتنی بھی کیا جلدی مچی ہوئی تھی، کیا تم سے ذرا سا بھی صبر نہیں ہو سکا؟ سردی کا موسم ہے اور شام کا وقت ہے اور تم نے ٹھنڈے اور ٹھٹھرے ہوئے سخت چاول کھا لئے ہیں، جس سے تمہاری طبیعت خراب ہونے کا ڈر ہے۔

اگر تمہیں کھانے کی اتنی جلدی تھی تو کم از کم مجھے بتلا دیا ہوتا میں تمہاری بہن کا سبق چھوڑ کر پہلے تمہیں کھانا دے دیتی۔

خیر جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا اب کیا ہو سکتا تھا۔

اب رات کو سونے کا وقت ہو چکا تھا، ریحان اور اس کے سب بھائی بہن سو چکے تھے، اور ریحان کے امی، ابو بھی سونے کے لئے لیٹ چکے تھے۔

اچانک ریحان کو پیٹ میں سخت بے چینی محسوس ہوئی اور وہ اپنے بستر سے لڑکھڑاتا ہوا تیزی سے اٹھا، زور سے دروازہ کھولا اور باہر بیت الخلا میں چلا گیا۔

ریحان کے اس طرح اٹھنے اور زور سے دروازہ کھول کر باہر جانے کی آواز سُن کر اس کے امی ابو بھی

گھبرا کر اٹھ گئے۔

ریحان کے ابو دن بھر کام کاج میں لگے رہنے کی وجہ سے کافی تھک چکے تھے اور انہیں سخت نیند آ رہی تھی، مگر ریحان کے اس طرح اٹھنے کی وجہ سے ان کی نیند بھی اڑ گئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ریحان بیت الخلا سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔

ریحان کی والدہ نے معلوم کیا کہ کیا بات ہے، ریحان بولا کہ کچھ نہیں پیٹ میں گڑبڑ ہو رہی تھی اور مجھے دست آیا ہے۔

ریحان کی والدہ نے کہا کہ بیٹا تم نے کھانے کے لئے جو صبر نہیں کیا تھا اس کی وجہ سے تمہیں یہ پریشانی پیش آئی ہے، اور مجھے پہلے ہی تمہاری طبیعت خراب ہونے کا ڈر تھا۔

ریحان کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا، مگر ابھی زیادہ احساس نہیں ہوا تھا۔

ریحان اب اپنے بستر پر آ کر دوبارہ سونے کی تیاری کر رہا تھا، تھوڑی دیر میں ریحان کو نیند آ گئی، اور اس کے امی ابو کی بھی آنکھ لگ گئی، مگر تھوڑی دیر بعد ہی ریحان کو الٹی آنے کا دورہ پڑ گیا اور ریحان نیند سے جاگ گیا، ریحان پہلے کی طرح فوراً تیزی سے دروازہ کھولتا ہوا برآمدہ میں پانی کی ٹونٹی والی جگہ آیا، جہاں اسے بہت سخت الٹی ہوئی۔

ریحان کے اس طرح اٹھ کر تیزی سے بھاگنے، دروازہ کھولنے اور الٹی کرنے کی وجہ سے اس کے امی ابو کی بھی نیند سے آنکھ کھل گئی۔

ریحان کی والدہ نے اٹھ کر ریحان کا منہ صاف کیا اور الٹی والی جگہ پانی بہایا اور ریحان کو دوبارہ اپنی غلطی یاد دلا کر ڈانٹ ڈپٹ کی، اور اپنے بستر پر جا کر لیٹ جانے کا کہا۔

ریحان اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا، مگر اس کا جی برابر متلا رہا تھا، پیٹ میں سخت بے چینی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ریحان کو دوبارہ الٹی آئی اور یہ سلسلہ رات کے آخری حصہ تک اسی طرح چلتا رہا، نہ ریحان خود سکون سے سو سکا، نہ اس کے امی ابو سو سکے۔

ریحان نے ذرا سی دیر صبر نہیں کیا جس کا نقصان یہ ہوا کہ اس کی رات بھی خراب ہوئی اور اس کے امی ابو کی بھی۔

ریحان جب بھی الٹی کرنے کے لئے اپنے بستر سے اٹھ کر دوڑتا، ریحان کی والدہ کو بھی ساتھ اٹھنا پڑتا تھا۔
جب ریحان نے خود اپنی طبیعت کی یہ حالت دیکھی اور پریشانی کا سامنا کیا اور اوپر سے اپنی والدہ کی ہر مرتبہ ڈانٹ بھی کھائی تب جا کر ریحان کو اپنی غلط حرکت پر شرمندگی ہوئی، اور آئندہ کے لئے ریحان نے ایسی حرکت نہ کرنے کا وعدہ کیا۔

پیارے بچو! تم نے ریحان کی جلد بازی اور بے صبری کا واقعہ سُن لیا کہ وہ ذرا سی جلد بازی اور بے صبری کی وجہ سے کتنا پریشان ہوا، اور اپنے امی، ابو کو بھی پریشان کیا، اگر ریحان تھوڑی دیر صبر کرتا تو اس کی والدہ اسے تازہ کھانا تیار کر کے دے دیتیں، جس سے وہ خود بھی سکون میں رہتا، اور دوسرے بھی پریشان نہ ہوتے۔

اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے کہ کھانے پینے یا دوسری ضرورت کے وقت کبھی بھی جلد بازی اور بے صبری نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اپنے اوپر قابو رکھنا چاہئے، اگر تم ایسا کرو گے تو کئی پریشانیوں اور الجھنوں سے بچ جاؤ گے، کیونکہ ''صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے'' اور ''بے صبری کا کڑوا'' اگر درخت سے کوئی پھل پکنے سے پہلے ہی توڑ کر کھانا چاہے تو وہ میٹھا اور ذائقہ دار نہیں ہوتا، کچا ہونے کی وجہ سے اس کا ذائقہ خراب ہوتا ہے، اور جو کوئی پھل پکنے کا انتظار کرے اور صبر سے کام لے تو اس کو ذائقہ دار اور میٹھا پھل کھانے کو ملتا ہے، اسی لئے بڑوں کی یہ کہاوت مشہور ہوئی کہ:

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے اور بے صبری کا کڑوا



ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......ریحان کی طبیعت کس وجہ سے خراب ہوئی؟

(۲)......صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے یا کڑوا؟

(۳)......بے صبری کا پھل کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا؟

صحت کے لئے فائدہ منداور نقصان دہ چیزیں

پیارے بچو! پہلے زمانے میں آج کل کی طرح کی بچوں کے کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں، جیسا کہ آج کل طرح طرح کی چیزیں بازاراور دوکانوں پر آ گئی ہیں، اور تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد بازار میں نئی نئی چیزیں آتی رہتی ہیں۔

شاید ہی کوئی بچہ ایسا ہو جو اِن بازاری چیزوں کو نہ کھاتا ہو، بہت سے بچے تو ایسے ہیں کہ روٹی اور کھانا کم کھاتے ہیں اور یہ چیزیں زیادہ کھاتے ہیں اور کچھ بچے ایسے بھی ہیں کہ پورے پورے دن کھانا نہیں کھاتے اور کھانے کی جگہ بازاری چیزیں کھا کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔

اِن چیزوں میں بچوں کی زیادہ پسندیدہ چیز ''چیونگم'' سمجھی جاتی ہے، یہ چیونگم کیا ہے؟ یہ اصل میں ایک خاص قسم کا ربڑ ہے، جس پر چینی وغیرہ جیسی میٹھی چیز چڑھا کر اسے کھانے کی چیز بنا دیا جاتا ہے، ورنہ حقیقت میں ربڑ کوئی کھانے پینے کی چیز نہیں ہے، چیونگم کے بچوں کی پسندیدہ چیز ہونے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے دیر تک منہ میں رکھا جا سکتا ہے، اور چباتے رہنے سے وہ ختم نہیں ہوتی، اس لئے بچے یہ سمجھتے ہیں کہ دوسری چیزیں کھا پی کر جلدی ختم ہو جاتی ہیں اور چیونگم جلدی ختم نہیں ہوتی، اسے دیر تک مشغلہ بنایا جا سکتا ہے، اس لئے بچوں کے ذہن کے مطابق چیونگم زیادہ اچھی چیز ہوئی۔ چیونگم کے بچوں کو پسند ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے کھاتے رہنے کے کچھ دیر بعد منہ سے غبارے کی شکل میں ربڑ کو پھولایا جا سکتا ہے، اس طرح سے چیونگم کھانے کے ساتھ ساتھ کھیل کا مشغلہ بھی سمجھی جاتی ہے..... مگر بچے ناسمجھی کی وجہ سے یہ نہیں جانتے کہ چیونگم کتنے نقصان کی چیز ہے۔

اس سے پیٹ اور دانتوں میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں، اس کو مستقل چباتے رہنے سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے، اور ربڑ کے چھوٹے چھوٹے ذرات پیٹ میں پہنچنے سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، بعض بچے ساری چیونگم نگل کر پیٹ میں لے جاتے ہیں جو بہت ہی خطرناک ہوتی ہے، پھر معلوم نہیں کہ یہ ربڑ کس گند بلا سے بنائی جاتی اور تیار کی جاتی ہے، اور نہ جانے اس میں کتنے گندے جراثیم شامل ہوتے ہیں۔

اس وجہ سے جو بچے زیادہ چیونگم خوری کے عادی ہوتے ہیں وہ طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں، یہ تو صحت کی بربادی ہوئی اور پیسہ کی بربادی اس کے علاوہ ہے۔

بھلا یہ کوئی سمجھداری اور عقل مندی ہے کہ پیسے بھی خرچ کئے جائیں اور صحت بھی برباد کی جائے، حالانکہ پیسے خرچ کر کے تو بیماری کا علاج کیا جاتا ہے اور صحت بنائی جاتی ہے، مگر ان بچوں کی کم سمجھی دیکھیں کہ پیسے دے کر بیماری خریدتے ہیں، یہ بات تو چیونگم کے بارے میں تھی۔

اب تم آجکل کی بچوں کی پسندیدہ بازاری دوسری چیزوں پر نظر ڈالو گے تو ان میں شاید ہی کوئی چیز ایسی ملے گی جو صحت کو فائدہ پہنچاتی ہو اور نقصان نہ پہنچاتی ہو، چاہے وہ کوئی ٹافی ہو یا چاکلیٹ ہو یا جیلی ہو یا کوئی دوسری چیز، مگر بچوں کو ان چیزوں کے کھانے کا جنون کی حد تک شوق ہوتا ہے۔

یہ صحت کو نقصان پہنچانے والی چیزیں لینے کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، چیزوں کی خاطر رونا دھونا تو عام بات ہے، یہی چیزیں ہیں کہ ان کی خاطر مدرسہ اور اسکول بھی چلے جاتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بچے ان چیزوں کی خاطر اچھے سے اچھا اور برے سے برا کام کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں...... دنیا میں ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں کہ بچوں کو چیز کے بہانے سے بہکا پھسلا کر لوگ اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور پھر ان کو مار کر ان کا خون اور ان کا دل اور گردے وغیرہ فروخت کر دیتے ہیں۔

دیکھئے کہ چیز کی خاطر بعض بچے اپنی جان تک بھی دے دیتے ہیں، یہ چیزوں کا جنون کی حد تک شوق ہونے کی نشانی ہے۔

مگر بچو! اگر تھوڑی سی سمجھداری سے کام لو اور میری بات سمجھنے کی کوشش کرو تو تمہیں چیزوں کی اس مصیبت سے بہت آسانی سے چھٹکارا مل سکتا ہے، اور تم اپنی صحت خراب ہونے سے بچا سکتے ہو، اور اپنی صحت کی حفاظت کر سکتے ہو۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جب بھوک لگے تو گھر کا پاک وصاف کھانا کھاؤ اور پیاس لگے تو صاف ستھرا پانی پیو، اور بس اپنے کام میں لگو۔

ویسے بھی بھوک لگے بغیر کھانا پینا چاہے وہ اچھا ہی کیوں نہ ہو، صحت کے لئے فائدہ مند نہیں ہے، اس لئے سب سے اچھی بات تو یہ ہے کہ اول فول چیزیں کھانے کی عادت ہی نہ ڈالو، بس بھوک لگنے پر گھر کا صاف ستھرا کھانا کھالیا کرو، اور پیاس لگنے پر صاف ستھرا پانی پی لیا کرو۔

بچو! یہ بات ساری زندگی یاد رکھنے کی ہے کہ جب تک پہلا کھانا ہضم نہ ہوجائے اور بھوک نہ لگ جائے، اس وقت تک دوسرا کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ لیکن اگر تم میری یہ بات نہ مانو اور تم پھر بھی کوئی چیز کھانا چاہو تو ایسی چیزیں کھاؤ جو صحت وتن درستی کے لئے فائدہ مند ہوں۔

پہلے زمانے میں ایسی فائدہ مند چیزیں ہی بچے کھایا کرتے تھے، وہ چیزیں دراصل دیسی اور قدرتی ہوا کرتی تھیں، آج کل کی طرح مشینوں سے کیمیکل ڈال کر نہیں بنائی جاتی تھیں، مثال کے طور پر پہلے زمانے میں بچوں کی ایک پسندیدہ چیز بھنے ہونے چنے اور مکئی کے دانے ہوتے تھے، دانے بھوننے کے لئے جگہ جگہ بھٹیاں ہوتی تھیں، ان بھٹیوں میں بہت بڑی کڑھائی درمیان میں لگی ہوئی ہوتی تھی اور اس کے نیچے ایندھن اور لکڑیاں وغیرہ ڈالنے کی جگہ ہوتی تھی، کڑھائی کے اندر ریت بھی ہوتی تھی، جب کسی بچے کو چنے یا مکئی کے دانے لینے ہوتے تھے تو وہ اس بھٹی پر جاتا اور بھٹیارے سے تازہ تازہ دانے بھنوالیتا تھا۔

بچو! چنا تو ویسے بھی طاقت کی چیز ہے، اور یہ ایک طرح کی دوا بھی ہے، اور مکئی بھی کھانے پینے کے کام آتی ہے اور صحت کے لئے فائدہ مند ہے، پھر مکئی کے دانے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کِھیل والے اور دوسرے بغیر کِھیل والے۔

اور آج کل بھی ریڑھی والے یہ دانے بھونتے ہیں، مگر آج کے زمانے میں ان دانوں کا استعمال بہت کم ہوگیا ہے، کبھی کبھار کوئی بچہ کھالیتا ہے، ورنہ زیادہ تر چیونگم، ٹافی، جیلی وغیرہ جیسی چیزیں ہی کھانے کا بچوں کو شوق ہے۔ اب عام چیزوں کی دوکانوں پر چنے کے دانے ملنے کا تصور بھی نہیں رہا پہلے زمانے میں بچوں کی ایک پسندیدہ چیز مُرمُرے کے نام سے مشہور تھی، یہ مُرمُرے دراصل چاول بھون کر بنائے جاتے تھے۔

اسی طرح مونجی (یعنی چھلکے سمیت چاولوں) کو بھون کر کِھیلوں کے نام سے ایک بہت لذیذ چیز تیار

ہوا کرتی تھی، یہ بھی بچوں کی پسندیدہ چیز تھی مگر یہ سردیوں کے موسم میں عام طور پر ہوتی تھی، یہ کھِلیں اتنی نرم ہوتی تھیں کہ بوڑھے لوگ اور بچے جن کے منہ میں دانت نہیں ہوتے تھے وہ بھی آسانی سے ان کھِلیوں کو کھالیا کرتے تھے، اور بچے بہت شوق کے ساتھ ان کھیلوں کو دودھ وغیرہ میں بھگو کر بھی کھایا کرتے تھے۔

اسی طرح پہلے زمانے میں بھنی ہوئی چنے کی دال بھی بچے بہت شوق سے کھاتے تھے، آج کل اس کو مرغ دال کہا جاتا ہے، مگر اب اس کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے۔

اسی طرح پہلے زمانے میں ایک چیز نگدی کے نام سے مشہور تھی، اب بھی کبھی کبھار کسی ریڑھی والے کے پاس یہ نظر آتی ہے، مگر بہت کم۔

اسی طرح پہلے زمانے میں ریوڑی کا استعمال بھی بہت تھا، اور اسی طرح کی چند ایک چیزیں اور بھی تھیں، میں نے تو نمونہ کے لئے چند چیزوں کا ذکر کر دیا ہے۔

بچو! پہلے زمانہ کی ان سب چیزوں میں یہ بات تھی کہ یہ آج کل کی چیزوں کی طرح کم از کم صحت کے لئے نقصان دہ نہیں تھیں، اور ان چیزوں میں طاقت اور غذائیت بھرپور ہوا کرتی تھی۔

مگر بچو! اب ان سب کی جگہ نئی نئی چیزوں نے لے لی ہے، بچوں کا مذاق اور شوق بدل گیا ہے بلکہ بگڑ گیا ہے، اس کی وجہ سے دیسی چیزیں آہستہ آہستہ کم بلکہ ختم ہوتی جارہی ہیں اور مصنوعی، کیمیکل والی چیزیں زیادہ ہوتی جارہی ہیں، جو بہت ہی نقصان دہ ثابت ہو رہی ہیں۔

بچو! میری دعا ہے کہ اللہ میاں تمہیں اور آج کل کے سب بچوں کو نئی نئی چیزوں کے کھانے پینے کے شوق سے بچائیں اور پرانے زمانے کی طرح ان طاقت والی چیزوں کو کھانے کا شوق عطا فرمائیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... چیونگم صحت کے لئے فائدہ مند چیز ہے یا نقصان دہ؟

(۲)...... مکئی کے دانے صحت کے لئے فائدہ مند ہیں یا نقصان دہ؟

(۳)...... پہلے زمانے میں بچے جو چیزیں کھایا کرتے تھے، ان میں کچھ کے نام بتلاؤ؟

پرانے اور آج کے کھیل

پیارے بچو! بچوں کے کھیل کود کی روایت بہت پرانی ہے، پہلے زمانے میں بھی بچے ہوتے تھے اور آج بھی ہوتے ہیں، جو تمہیں آج بڑے نظر آتے ہیں، جیسے تمہاری امی، تمہارے ابو، تمہارے تایا، تمہارے چچا، تمہارے دادا، تمہارے نانا، تمہاری دادی، تمہاری نانی، اور جو جو بھی تمہارے رشتہ میں بڑے ہیں، وہ سب کسی زمانے میں تمہاری طرح چھوٹے چھوٹے بچے تھے، انہوں نے بھی بچپن کا زمانہ کسی نہ کسی طرح سے تو گزارا ہی ہوگا، اور بچپن میں کھیلے کودے بھی ہونگے، کیونکہ جو انسان بھی دنیا میں آتا ہے وہ پہلے بچہ ہی ہوتا ہے، پھر بعد میں بڑا ہوتا ہے۔

لیکن بچو پہلے زمانے میں آج کل کی طرح کے کھیل کود کے نئے نئے طریقے پیدا نہیں ہوئے تھے، جیسا کہ آج کل مختلف قسم کے بیٹری اور سیلوں سے چلنے والے کھلونے ہیں، مختلف طرح کے گیم ہیں اور بچوں کے کھانے پینے کی ہزاروں چیزیں بازار میں آ گئی ہیں، یہ چیزیں تو بہت بعد میں آئی ہیں، پہلے زمانے میں یہ چیزیں کہاں تھی؟

بچو! تم سوچتے ہوگے کہ پھر پہلے زمانے میں بچے کس طرح کھیلا کرتے ہوں گے اور ان کے کھیل کود کی چیزیں کیسی ہوتی ہونگی۔

تو آیئے تمہیں پرانے زمانے کے کھیلوں کے بارے میں بتلاتے ہیں، تا کہ تمہیں پتہ چلے کہ پہلے زمانے میں کس کس طرح کے کھیل ہوا کرتے تھے، اور بچے کس طرح کھیلا کرتے تھے۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تمہیں پہلے زمانے کے سارے کھیلوں کے بارے میں بتلایا جائے گا، ہاں یہ کہیں گے کہ کچھ کھیلوں کے بارے میں بتلایا جائے گا، ان کھیلوں کے پتہ چلنے اور معلوم ہونے کے بعد تمہیں اتنا اندازہ تو ضرور ہو جائے گا، کہ پہلے زمانہ میں کتنی سادگی تھی اور کتنے ہلکے پھلکے اور صاف ستھرے کھیل ہوتے تھے، جن سے جسم کی ورزش بھی ہوتی تھی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت بھی بہت کم آتی تھی اور پیسے بھی خرچ نہیں ہوتے تھے، اور اسی کے ساتھ صحت کے لئے بھی فائدہ مند ہوتے تھے۔

لڑکے اور لڑکیوں کے الگ الگ کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں اس چیز کی عام طور پر پابندی ہوا کرتی تھی کہ اگر کسی جگہ زیادہ تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں جمع ہوتے تھے تو لڑکے الگ کھیلا کرتے تھے، اور لڑکیاں الگ کھیلا کرتی تھیں، اور اگر کوئی لڑکا لڑکیوں کے کھیل میں جا کر گھس جایا کرتا تھا تو اس حرکت کو بہت برا سمجھا جاتا تھا اور ایسی حرکت کے وقت مخصوص الفاظ سے ایسے لڑکے کو شرم دلائی جایا کرتی تھی، مثال کے طور پر کہا جاتا تھا کہ ''لڑکیوں میں لڑکا گو کھانا'' جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر لڑکیوں میں کوئی لڑکا گھس گیا ہے تو یہ حرکت ایسی بری ہے جیسا کہ پاخانہ کھانے کی حرکت بری ہوتی ہے۔

پیارے بچو! پہلے زمانے کی یہ بہت اچھی عادت تھی کہ لڑکے الگ کھیلتے تھے اور لڑکیاں الگ کھیلا کرتی تھیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ لڑکوں کو لڑکوں کے ساتھ کھیلنا مناسب ہوتا ہے اور لڑکیوں کو لڑکیوں کے ساتھ کھیلنا۔

یہ بے شرمی کی بات ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں آپس میں گھل مل کر کھیلیں۔

اللہ میاں نے لڑکیوں کا الگ مزاج بنایا ہے، اور لڑکوں کا الگ مزاج بنایا ہے، اس لئے ہر ایک کو اپنے مزاج والوں کے ساتھ کھیلنا ہی اچھا ہوتا ہے، اور اس سے بہت سی باتیں سیکھ لی جاتی ہیں اور بہت سی خرابیوں سے بچے بچ جاتے ہیں۔

اونچ نیچ کا کھیل

پیارے بچو! پہلے دور میں ایک کھیل ''اونچ نیچ'' کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا، پہلے زمانے میں گھروں میں اندر کے کمروں کے سامنے برآمدے ہوتے تھے اور برآمدوں کے باہر چبوترا ہوتا تھا اور چبوترے کے بعد صحن وغیرہ ہوا کرتا تھا، عام طور پر چبوترا صحن سے کچھ اونچا ہوا کرتا تھا۔

اس چبوترے اور صحن میں یہ اونچ نیچ کا کھیل کھیلا جاتا تھا، اسی طرح پہلے زمانے میں گھروں کے باہر بھی کچھ جگہ چھوڑی جاتی تھی جو کہ باہر گزرنے والی گلی اور راستے سے کچھ اونچی ہوتی تھی، وہاں بھی بچے یہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔

اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور اونچی نیچی جگہ ہوتی تھی وہاں بھی یہ کھیل لیا کرتے تھے، اس کھیل کے دوران ایک بچہ نیچے ہوا کرتا تھا اور باقی سب بچے اوپر ہوا کرتے تھے، نیچے والے بچے کو اوپر چڑھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، وہ اپنے نیچے والے حصے میں کھڑا رہتا تھا اور اوپر والے بچے نیچے والے حصے میں بھاگ کر آتے تھے اور نیچے والا بچہ بھاگ کر ان بچوں کو پکڑنے کوشش کیا کرتا تھا، اور یہ بچے نیچے آنے کے بعد تیزی سے دائیں بائیں سے بھاگ کر اور پکڑنے والے سے اپنے آپ کو بچا کر اپنی اونچی جگہ پہنچ جاتے تھے۔

اس کھیل کے دوران نیچے والا بچہ اوپر والے جس بچے کو بھی نیچے والی جگہ میں پکڑ لیا کرتا تھا، اس کے بعد اس پکڑنے والے بچہ کی باری ہوتی تھی اور وہ پھر پہلے بچے کی طرح نیچے کھڑے ہو کر اوپر سے نیچے آنے والے بچوں کو پکڑا کرتا تھا۔

بچو! اس کھیل میں سب بچے خوب بھاگتے اور دوڑتے تھے اور ان کے جسم کی پوری طرح ورزش ہو جایا کرتی تھی، اور کھانا پینا بھی اچھی طرح ہضم ہو جاتا تھا، کھیلنے کے بعد بھوک بھی اچھی لگتی تھی، اور بچے اپنے آپ کو ترو تازہ محسوس کیا کرتے تھے۔

اور ایک آج کل کے بچے ہیں کہ بھاگنے دوڑنے کا سلسلہ ہی ختم ہو گیا ہے، اور جسمانی ونفسیاتی مریض بننا شروع ہو گئے ہیں۔

رسی جھولنے کا کھیل

پہلے زمانے میں بچوں کو اور خاص طور پر بچیوں کو جھولنے کا بھی بہت شوق تھا۔

آج کل تو جھولنے کا کھیل پارکوں تک رہ گیا ہے، کوئی بچہ کسی پارک میں جاتا ہے یا کوئی جھولا جھلانے والا گلی محلے میں آجاتا ہے تو بچوں کو جھولنے کا موقع مل جاتا ہے، لیکن پہلے زمانے میں تقریباً ہر گھر میں جھولنے کا کھیل کھیلا جاتا تھا، جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ کمروں کی چھت میں یا کسی اونچی جگہ رسی وغیرہ لٹکانے کے کنڈے لگے ہوئے ہوا کرتے تھے، بلکہ بعض گھروں میں خاص جھولنے کی رسی ڈالنے کے لئے لکڑی کی بنی ہوئی بیلن کی طرح کی ایک چیز چھتوں میں لگی ہوئی

ہوا کرتی تھی، اس میں بچوں کے لئے مضبوط رسی ڈال دی جایا کرتی تھی، دونوں رسی کے سرے اور کنارے اوپر مضبوط بندھے ہوئے ہوتے تھے، اس رسی کے درمیان میں کوئی کپڑا، تکیہ یا لکڑی پھنسا کر اور کبھی خالی رسی ہی کے درمیان بچے پیر نیچے زمین پر لٹکا کر کرسی کی طرح دونوں ہاتھوں سے اپنے دائیں بائیں رسی کو پکڑ کر بیٹھ جاتے تھے۔

پھر کبھی تو رسی میں بیٹھنے والا بچہ خود ہی اپنے پاؤں کو زمین پر مار کر جھولنا شروع کر دیا کرتا تھا اور کبھی جھولا دینے والا دوسرا بچہ درمیان میں زمین پر کھڑے ہو کر جھولا دیا کرتا تھا۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک بچہ جھولنے والے کی کمر کی طرف دور کھڑا ہو کر زور زور سے ہاتھوں کے سہارے سے جھولا دیا کرتا تھا۔

اگر یہ جھولنے والی جگہ بڑی ہوتی تو اتنی زور سے جھولے دیئے جاتے تھے کہ آگے اور پیچھے کی طرف سے جھولا کھانے والا بچہ اونچی اونچی چھت سے ملنے کے قریب ہو جاتا تھا۔

جھولنے والا اگر کچھ بڑا لڑکا یا لڑکی ہوتی تو وہ ایک دوسرے چھوٹے بچے کو جھولنے کے دوران اپنی گود میں بھی بٹھا لیا کرتا تھا۔

اس کھیل میں بعض اوقات ایک ساتھ دو بڑے بچے بھی جھولا کرتے تھے، جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک طرف کی رسی میں ایک بچہ اور دوسری طرف کی رسی میں دوسرا بچہ بیٹھ جاتا تھا اور دونوں بچے اپنے اپنے پاؤں دوسرے بچے کی دائیں بائیں طرف رسی میں پھنسا لیتے تھے، یعنی دونوں بچوں کے پاؤں جتنے لمبے ہوتے تھے اُن کو سامنے کی طرف پھیلا کر سامنے بیٹھے ہوئے دوسرے بچے کی رسی کو پیر کے انگوٹھے اور ساتھ والی اُنگلی سے پکڑ لیا کرتے تھے اور دونوں اکٹھے جھولتے تھے۔

پیارے بچو! یہ کھیل بہت اچھا اور مزیدار تھا، کیونکہ اس کھیل سے پورے جسم کی ورزش ہو جایا کرتی تھی اور کھانا بھی ہضم ہو جایا کرتا تھا۔

اور آج کل ایک تو بڑے بڑے اور کھلے کھلے گھر بہت کم ہیں اور دوسرے بچوں کو اس کھیل کا شوق بھی نہیں۔

آج کل تو زیادہ تر ایسے کھیل ہیں جو ایک جگہ بیٹھے بیٹھے کھیلے جاتے ہیں اور ان میں کوئی ورزش نہیں

ہوتی۔ ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور آج کل کے بچوں کے پسندیدہ پروگرام کارٹون نے تو آج کل بچوں کو بہت سست بنادیا ہے، نہ جسم کی ورزش ہے اور نہ کھانا پینا ہضم ہونے کا کوئی انتظام ہے، اس لئے آج کل کے بچے طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔

رسی کودنے کا کھیل

پہلے زمانے میں ایک کھیل رسی کودنے کا ہوا کرتا تھا، جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک اتنی بڑی رسی لے لی جایا کرتی تھی جس کے دونوں سروں کو ہاتھ میں پکڑ کر اپنے پاؤں کے نیچے اور سر کے اوپر سے گزارا جاسکے، اس رسی سے کھیلنے کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ رسی کے دونوں کنارے اور سرے اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ لئے جاتے تھے اور اس رسی کو کھڑے ہو کر اپنے سامنے اور کبھی اپنے پیچھے کی طرف سے زمین سے اوپر اچھل کر اور کود کر پاؤں کے نیچے سے گزارنا ہوتا تھا اور سر کے اوپر سے لا کر دوبارہ نیچے سے گزارا جایا کرتا تھا۔

اس طرح وہ رسی انسان کے اوپر اور نیچے سے تیزی سے گزرا کرتی تھی اور اس کھیل کے دوران جو بچہ جتنی تیزی سے اور جتنی دیر تک مسلسل یہ عمل دہراتا رہتا تھا، اس کی باری ختم نہیں ہوتی تھی اور جب بچہ کے پاؤں سے رسی ٹکرا جاتی تو اس کی باری ختم ہو جاتی تھی۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک گنتی مقرر کر دی جایا کرتی تھی کہ اتنی مرتبہ اس رسی کو تیزی کے ساتھ اپنے پاؤں کے نیچے اور سر کے اوپر سے گزارنا ہے، جو بچہ تیزی کے ساتھ اس عمل کو کرنے میں کامیاب ہو جایا کرتا وہ فتح یاب شمار ہوتا تھا۔

اور کبھی اس کھیل میں رسی کودنے کے ساتھ ساتھ زمین پر چلتے رہنے کی پابندی بھی ہوا کرتی تھی، جس کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ جوں ہی رسی پاؤں کے نیچے سے گزرا کرتی تھی دوسری مرتبہ سر کے اوپر سے ہو کر آنے سے پہلے ایک قدم آگے رکھا جاتا تھا۔

یہ کھیل کبھی اس طرح بھی کھیلا جاتا تھا کہ ایک بڑی رسی لے کر رسی کا ایک سرا ایک بچہ اور دسرا سرا دوسرا بچہ پکڑ لیتا تھا اور آمنے سامنے منہ کر کے یہ دونوں بچے ذرا فاصلہ پر کھڑے ہو کر رسی کو اوپر نیچے

گھماتے تھے اور اسی رسی سے ایک تیسرا بچہ ٹپا اور کودا کرتا تھا اور اس کھیل میں رسی چلتے رہنے کے دوران دائیں بائیں سے ایک بچہ کو آ کر رسی سے لگاتار ٹاپتے رہنا ہوتا تھا، رسی اس کے سر اور پاؤں کے نیچے سے گزر کر آتی رہتی تھی، اور اگر کھیل کے دوران یہ بچہ کسی مرتبہ اُس رسی کو صحیح طور پر ٹاپنے میں ناکام ہو جاتا تھا تو اِس بچے کے رسی ٹاپنے کی باری ختم ہو جاتی تھی۔

پیارے بچو! یہ کھیل بے ضرر اور غیر نقصان دہ تھا اور اس سے عام طور پر کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگتی تھی اور کھیل کے ساتھ ساتھ ورزش بھی بہت اچھے طریقہ پر ہو جایا کرتی تھی، یہ کھیل اگرچہ زیادہ تر لڑکیاں کھیلا کرتی تھیں، مگر بعض اوقات لڑکے بھی کھیلا کرتے تھے۔

پکڑم پکڑائی کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل ''پکڑم پکڑائی'' کے نام سے مشہور تھا، یہ بہت سادہ کھیل تھا۔

اس کھیل میں سب بچے جمع ہو جاتے تھے اور ایک بچہ دوسرے بچوں کو ان کے پیچھے بھاگ کر پکڑنے کی کوشش کیا کرتا تھا، اور جس بچے کو بھی وہ پکڑ لیتا تھا پھر اس بچے کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ دوسروں کو بھاگ کر اسی طرح پکڑے جس طرح پہلے والا بچہ پکڑتا تھا۔

اس کھیل میں ہر بچہ سامنے اور دائیں بائیں بھاگ کر پکڑنے والے بچے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کیا کرتا تھا اور پکڑنے والا دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کیا کرتا تھا، اور کھیل کا یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہتا تھا۔

اور زیادہ تر یہ کھیل مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے کھیلا جاتا تھا۔

پیارے بچو! اس کھیل میں بھاگنے اور دوڑنے سے بچوں کی بہت اچھی ورزش ہو جایا کرتی تھی اور یہ کھیل صحت اور تندرستی کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند تھا۔

اس طرح کے کھیلوں سے جسم پھرتیلا ہو جایا کرتا تھا، اور جسم میں فضول چربی نہیں جمع ہوتی تھی، اور بچے کھیلنے کے بعد اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کیا کرتے تھے، اس قسم کے کھیل دل، دماغ

اور جسم کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند ہوا کرتے تھے۔

اور آج کل بچوں میں اس قسم کے کھیلوں کا شوق اور رواج ہی نہیں رہا، آج کل تو ایسے کھیل کھیلے جاتے ہیں جن کو کھیل کہنا بھی مشکل ہے، کھیلنے کے بجائے زیادہ تر تماشہ بینی ہوتی ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ٹیلی ویژن میں آنے والے پروگراموں میں جو فضول اور مہمل کھیل آتے ہیں، اور خاص طور پر کارٹونوں کو بچے انہیں صرف تماش بین بن کر دیکھتے ہیں، اس طرح کھیلنے کا مقصد کہاں حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر آج کل بچے کوئی کھیل کھیلتے بھی ہیں تو اکثر ایسے کھیل کھیلتے ہیں جن میں نہ دل ودماغ کا کوئی فائدہ ہوتا اور نہ ہی جسم کو کوئی فائدہ پہنچتا، مثلاً ویڈیو گیم کھیل لیا، یا اسی طرح کا کوئی اور کھیل کھیل لیا، ظاہر ہے کہ ان کھیلوں سے نہ جسم کی ورزش ہوتی ہے اور نہ ہی دل ودماغ کو سکون اور تازگی ملتی ہے، بلکہ دل ودماغ پر الٹا بوجھ ہی پڑتا ہے۔

دائیں مچونا کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل ''دائیں مچونا کا کھیل'' کے نام سے مشہور تھا، بعض بچے اس کھیل کو'' چھپن چھپائی کا کھیل'' بھی کہتے تھے۔

اس کھیل کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ ایک بچہ خاص جگہ دیوار وغیرہ کی طرف منہ کر کے اور آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو کر ایک سے مثلاً دس تک بلند آواز سے گنتی گنا کرتا تھا اور کبھی اس سے زیادہ مرتبہ، اتنی دیر میں دوسرے بچے اپنی اپنی جگہ تلاش کر کے چھپ جایا کرتے تھے۔

بچو پہلے زمانے میں گھر بڑے بڑے ہوا کرتے تھے اس لئے چھپنے کی جگہیں بہت زیادہ ہوا کرتی تھیں، وہ بچہ اپنی گنتی پوری کرنے کے بعد چھپے ہوئے بچوں کو تلاش کرنے کے لئے آتا تھا، اور جو بچہ سب سے پہلے چھپا ہوا نظر آجایا کرتا تھا، پھر اس کے بعد تلاش کرنے کا نمبر اس نظر آنے والے بچہ کا ہوا کرتا تھا، یعنی پھر یہ بچہ اس خاص جگہ جا کر مخصوص تعداد میں گنتی گن کر دوسرے چھپے ہوئے بچوں کو تلاش کیا کرتا تھا۔

اس کھیل میں ہر بچہ اپنے چھپنے کے لئے اپنے دماغ سے ایسی جگہ تلاش کیا کرتا تھا جہاں تلاش کرنے والے بچہ کو پتہ نہ چل سکے۔

پیارے بچو! اس کھیل سے بچوں میں دوسرے سے چھپنے اور دوسروں کو تلاش کرنے کا تجربہ اور مہارت پیدا ہوا کرتی تھی، اور بچوں کے دماغ کی صلاحیتیں ابھرا کرتی تھیں۔

ڈلالکھوئی کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل ڈلالکھوئی کے نام سے مشہور تھا، یہ کھیل عام طور پر سردی کے موسم میں زیادہ تر رات کے وقت کھیلا جایا کرتا تھا۔

جس کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ سب بچے گول دائرہ بنا کر اور رضائی کمبل وغیرہ اوڑھ کر بیٹھ جاتے تھے اور ایک مٹی کا چھوٹا سا ڈھیلا ساتھ میں لے لیتے تھے، ایک بچہ مقرر کر دیا جاتا تھا جو کپڑے سے باہر منہ نکال کر بیٹھ جاتا تھا اور باقی بچے کپڑے کے اندر منہ کر کے وہ ڈھیلا کسی بھی ایک بچے کے ہاتھ کی مٹھی میں دے دیا کرتے تھے، اور اس کے بعد سارے بچے مٹھی بند کر کے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ کپڑے سے باہر نکال لیا کرتے تھے اور اس ایک بچہ کی یہ ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ سب بچوں کی بند مٹھیوں کو دیکھ کر اور سب بچوں کے چہروں کو دیکھ کر یہ بتلائے کہ ڈھیلا کون سے بچے کے ہاتھ میں ہے۔

وہ ڈھیلا اتنا چھوٹا ہوا کرتا تھا کہ مٹھی میں دبا لینے کے بعد پتہ نہیں چل پاتا تھا کہ کس بچے کی مٹھی خالی ہے اور کس بچے کی مٹھی میں ڈھیلا موجود ہے۔

پیارے بچو! اس کھیل کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے چہرے کے تاثرات سے بچوں کو اندر کے چھپے ہوئے راز کو سمجھنے اور اپنے راز کو دوسرے سے چھپا کر رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی تھی۔

گول گھومنے کا کھیل

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل زمین پر کھڑے ہو کر تیزی سے گول گھومنے کا ہوتا تھا۔

اس کھیل میں بچہ زمین پر کھڑا ہو کر بہت تیزی سے دیر تک گھومتا رہتا تھا، اور فارغ ہونے کے بعد

زمین پر کھڑا ہونا پڑتا تھا، کیونکہ تیزی سے دیر تک گھومنے سے تھوڑی دیر کے لئے چکر آنے لگتے ہیں اور دائیں بائیں کی سب چیزیں گھومتی ہوئی نظر آتی ہیں اور زمین پر کھڑا رہنا مشکل ہوتا ہے۔

اس کھیل کو کبھی دو بچے مل کر بھی اس طرح کھیلا کرتے تھے کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہو کر اور اپنا ہاتھ دوسرے کی طرف بڑھا کر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوط پکڑ لیتے تھے اور پھر ہاتھ پکڑے پکڑے تیزی سے گھومتے تھے۔ اس کھیل میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ بڑا بچہ دوسرے چھوٹے بچے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کو زمین سے اٹھا کر تیزی سے گھمایا کرتا تھا اور خود بھی ساتھ میں گھومتا رہتا تھا۔

کافی دیر تک اس طرح گھومنے کے بعد دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیا کرتا تھا اور دونوں بچوں کا زمین پر کھڑے ہو کر مقابلہ ہوتا تھا کہ کونسا بچہ کھڑا رہتا ہے اور کونسا بچہ چکرا کر زمین پر بیٹھ جاتا ہے۔

پیارے بچو! اس کھیل میں پورے جسم کی ورزش کا ہونا آپ کو اچھی طرح سمجھ آ گیا ہوگا۔

اس کھیل کا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ بچوں کے پاؤں مضبوط ہو جاتے تھے اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ ہاتھ مضبوط ہو جاتے تھے، اور تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اپنے جسم کے توازن اور بیلنس کو قائم رکھنے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی مشق ہو جایا کرتی تھی۔

گیند بٹوں کا کھیل (مار گیٹ)

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک کھیل گیند بٹوں کے نام سے کھیلا جاتا تھا، جس کو زیادہ تر لڑکیاں اور کبھی لڑکے بھی کھیلا کرتے تھے۔

اس کھیل کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک گیند ہوتی تھی اور کچھ بٹے ہوتے تھے، جو کبھی پتھر کے اور کبھی اینٹ سے توڑ کر بنالئے جاتے تھے۔

زمین پر بیٹھ کر کھیلنے والا بچہ ان بٹوں کو زمین پر ایک ساتھ ڈال دیتا تھا، اور اسی وقت گیند کو اوپر کی طرف اچھال دیتا تھا، اور گیند کے نیچے آنے سے پہلے ایک بٹہ ہاتھ سے اٹھا کر اسی ہاتھ سے اوپر سے آنے والی گیند کو زمین پر گرنے سے پہلے پکڑنا ہوا کرتا تھا۔

اس طرح باری باری کر کے زمین پر موجود سب بٹوں کو اٹھانا پڑتا تھا۔

جب وہ مخصوص بٹے سارے باری باری اٹھالئے جاتے تھے، تو اس کے بعد دوسری مرتبہ ایک ساتھ دو بٹے ہر مرتبہ اٹھانا پڑا کرتے تھے اور گیند اوپر کی طرف اچھال کر ہر مرتبہ گیند بھی زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھ میں پکڑنی ہوتی تھی۔

جب دوسری مرتبہ سارے بٹے ختم ہو جاتے تو تیسری مرتبہ تین تین بٹے ایک ساتھ اٹھانا ہوتے تھے اور پھر چار چار بٹے ہر مرتبہ اٹھانا ہوتے تھے۔

اور آخری مرتبہ سارے بٹے ایک ساتھ اٹھانا ہوتے تھے۔

کھیل کے اس مرحلہ سے گزر کر اگلے مرحلہ پر یہ کرنا ہوتا تھا کہ پھر وہ بٹے ایک ساتھ زمین پر ڈال دیئے جاتے تھے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور دوسری انگلیوں کو زمین پر اس طرح کھڑا کیا جاتا تھا کہ انگوٹھے اور ساتھ والی انگلیوں کے درمیان ایک راستہ بن جاتا تھا، پھر دائیں ہاتھ سے گیند اچھال کر ایک ایک بٹے کو جلدی سے اسی ہاتھ سے زمین پر رکھے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان والے سوراخ میں دھکیل دیا جاتا تھا، اور فوراً اوپر سے آنے والی گیند کو ہاتھ میں پکڑنا ہوتا تھا۔

جب ایک ایک کر کے سارے بٹے ختم ہو جاتے تھے، اس کے بعد ہر مرتبہ گیند اوپر اچھال کر دو بٹوں کو ایک ساتھ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان بنائے ہوئے سوراخ میں دھکیلنا ہوتا تھا۔

اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا تھا۔

آخری مرتبہ سارے بٹوں کو ایک ساتھ سوراخ میں دھکیل کر کھیل میں مکمل کامیابی حاصل ہو جاتی تھی، اور اگر اس کھیل میں کسی مرحلہ پر گیند پکڑنے یا بٹہ اٹھانے میں بچہ کامیاب نہ ہوتا تھا تو اس کی باری ختم ہو جاتی تھی۔

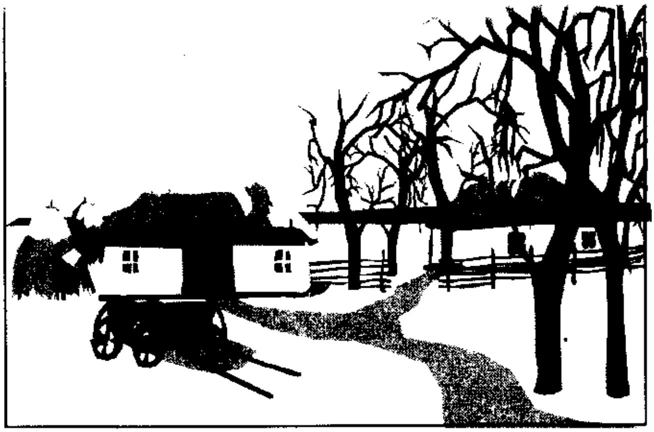
پیارے بچو! اس کھیل کے ذریعہ سے بچوں کی دماغی صلاحیت ابھرتی تھی، کیونکہ چستی اور پھرتی کے ساتھ نیچے اور اوپر ایک ساتھ اپنی توجہ رکھنا ہوتی تھی، اور ہر بٹے کی طرف نظر رکھنی ہوتی تھی۔

ہم نے آپ کو پہلے زمانے کے یہ کچھ کھیل بتلائے جنہیں بچے کھیلا کرتے تھے، اور بھی بہت سے مفید اور جسم، دل و دماغ کی صحت کو نفع پہنچانے والے کھیل کھیلے جاتے تھے، اور اسی لئے پہلے زمانے

کے بچوں اور لوگوں کی صحت اچھی ہوتی تھی، اور وہ عقلمند بھی بہت ہوا کرتے تھے۔
مگر اب ایسے اکثر کھیل ختم ہو گئے اور ٹیلی ویژن اور کارٹونوں کے پروگراموں میں اور اسی قسم کے دوسری چیزوں میں لگ کر بچے اپنا وقت خرچ کرتے ہیں، جن سے نہ تو جسم کی ورزش ہوتی اور نہ ہی دل و دماغ کی صلاحیتیں ابھرتیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... ٹیلی ویژن کے پروگرام اور کارٹون صحت کے لئے فائدہ مند ہیں، یا نقصان دہ ہیں؟
(۲)...... پہلے زمانے کے کھیل صحت کے لئے فائدہ مند ہوتے تھے یا نقصان دہ ہوتے تھے؟
(۳)...... پہلے زمانے کے کسی ایک کھیل کا طریقہ بتلایئے؟





بچوں کو میں کچھ کہتی نہیں

پیارے بچو! تم نے شاید ایک بات سنی ہوگی اور اگر نہیں سنی تو اب سن لو اور وہ یہ ہے کہ بڑے لوگ کہا کرتے تھے کہ سردی کہتی ہے:

بچوں کو میں کچھ کہتی نہیں — جوان میرے بھائی
بوڑھوں کو میں چھوڑتی نہیں — چاہے اوڑھ لیں رضائی

مطلب یہ ہے کہ بچوں کو بچے اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے سردی کچھ نہیں کہتی اور جوان لوگ اس کے بھائی ہیں، اس لئے انہیں بھی کچھ نہیں کہتی، لیکن بوڑھوں کو وہ کسی حال میں نہیں چھوڑتی، چاہے وہ کمبل اور رضائی کیوں نہ اوڑھ لیں۔

مگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سردی کا اثر بچوں پر بھی ہوتا ہے۔

اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ سردی کا اثر بچوں پر بہت جلدی ہوتا ہے، کیونکہ وہ کمزور ہوتے ہیں، اس لئے سردی کا حملہ ان پر جلدی اثر کرتا ہے، پھر تم سوچتے ہوگے کہ بڑوں کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوا؟

تو بچو یاد رکھو کہ بڑے لوگوں کے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ بچوں پر سردی کا بالکل اثر ہوتا ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو سردی لگنے کا زیادہ احساس نہیں ہوتا یعنی ان کو سردی کا لگنا محسوس نہیں ہوتا، وہ سردی لگنے کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔

انہیں بڑے بار بار کہتے ہیں کہ موزے جوتے وغیرہ پہن لو مگر وہ نہیں پہنتے اور یہ بچے جسم کے اندر گھس جانے والی سردی کی وجہ سے نزلہ، زکام، بخار، نمونیہ اور نہ جانے کن کن بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس لئے بچو تمہیں چاہئے کہ سردی سے بچنے اور محفوظ رہنے کا انتظام کرو۔

سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں نہ گھسو، ننگے پاؤں نہ پھرو، موزے اور جوتے پہن کر رکھو اور بھیگے ہوئے کپڑے نہ پہنو، خاص طور پر پہنے ہوئے موزوں اور جوتوں کو بھیگنے سے بچاؤ، اور اسی طرح آستینیں بھی پانی میں نہ بھیگنے دو، اور سر پر بھی ٹوپی رومال وغیرہ اوڑھ کر رکھو، اور سر اور پاؤں

کو سردی سے بچانے کا خاص خیال رکھو، کیونکہ سر اور پاؤں سے سردی جلدی جسم کے اندر پہنچتی ہے۔

اسی طرح سردیوں کے موسم میں رات کو اپنے آپ کو اچھی طرح رضائی، کمبل وغیرہ سے ڈھک کر سوؤ، اور رات کو سوتے ہوئے کسی طرح سے جسم سے کپڑا ہٹ جائے تو دوبارہ جسم ڈھکنے میں سستی نہ کرو، اور سردی کے موسم میں کمرے سے اچانک اور ایک دم سے باہر ٹھنڈے موسم اور ٹھنڈی ہوا میں نہ نکلنا، باہر نکلتے وقت جسم کو اچھی طرح ڈھک لو، جب منہ ہاتھ وغیرہ دھویا کرو، تو تولیہ سے صاف کر کے منہ، ہاتھ وغیرہ کو خشک کر لیا کرو۔

جو بچے سردی سے بچنے کا خیال رکھتے ہیں اور بڑوں کے کہنے پر کپڑے، موزے اور جوتے وغیرہ پہن کر رکھتے ہیں اور ٹھنڈے پانی میں نہیں گھستے اور جو پہلے سردی سے حفاظت کی چیزیں بتلائی گئیں، ان پر عمل کرتے ہیں، وہ سردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی بہت سی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔

اور جو بچے ان چیزوں کا خیال نہیں کرتے وہ بیمار اور پریشان رہتے ہیں۔

سردی لگنے سے نزلہ، زکام، بخار، گلوں کا خراب ہو جانا، نمونیہ اور سینے اور جسم کے دوسرے حصوں میں درد وغیرہ جیسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

بچو! مجھے امید ہے کہ تم سب سردی کے موسم میں سردی اور ٹھنڈ سے بچنے کا خیال رکھو گے، اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت سی بیماریوں اور پریشانیوں سے بچے رہو گے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......سردی لگنے سے کیا کیا بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں، ان میں سے کچھ کا ذکر کیجیے؟

(۲)......سردی سے بچنے کے لئے کیا طریقہ کرنا چاہیے؟

(۳)......وہ کون سے جسم کے دو حصے ہیں جن سے سردی جلدی جسم کے اندر پہنچتی ہے؟

بچّو! پانی میں ڈوب کر مرنے سے بچو

4 جولائی 2004ء اتوار چھٹی کا دن تھا کہ ایک ہی خاندان کے پانچ افراد محمد سعید جس کی عمر 40 سال تھی اور محمد جہانگیر جس کی عمر 35 سال تھی اور ان کے ساتھ تین چھوٹے بچے جن میں سے ایک کا نام بلال تھا اور اس کی عمر صرف 12 سال تھی، دوسرے کا نام عبید تھا اور اس کی عمر صرف 9 سال تھی، اور تیسری بچی جس کا نام رابعہ تھا اور اس کی عمر صرف 4 سال تھی، پکنک منانے کے لئے کراچی کے سمندر کے کنارے پر چلے گئے، اور وہاں جا کر پانی میں نہانا شروع کر دیا، اسی دوران اچانک تیز اور خطرناک پانی کی لہر آئی اور ان چھوٹے بڑے پانچوں افراد کو اپنی تیز لپیٹ میں لے کر گہرے سمندر میں چلی گئی، اور اس طرح یہ پانچوں افراد گہرے سمندر اور تیز پانی کی لہر میں ڈوب کر فوت ہو گئے، جس کے بعد ان کی نعشوں کو تلاش کیا گیا مگر ان میں سے کسی کی بھی نعش نہیں ملی (خبر روزنامہ اسلام راولپنڈی 5 رجولائی 2004ء، ۱۶ جمادی الاولی ۱۴۲۵ھ بروز پیر)

بچو! آپ نے دیکھا کہ کس طرح ایک ہی خاندان کے چھوٹے بڑے پانچوں افراد، ہنستے، کھیلتے اور نہاتے ہوئے پانی میں ڈوب کر دنیا سے چل بسے، اور نعشیں بھی نہیں ملیں، پانی کے سامنے کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکا۔

معلوم نہیں یہ لوگ مرنے کے بعد سمندر کے کس حصے میں جا کر کون کونسے جانور کی غذا بنے ہوں گے؟ کیونکہ سمندر میں بے شمار چھوٹے بڑے جانور ہوتے ہیں جو اپنے شکار کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں اور جوں ہی انہیں کوئی غذا ملتی ہے، تو ہر طرف سے سارے جانور جھپٹ کر اسے کھا لیتے ہیں اور سمندر میں بعض جانور اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ وہ ایک سانس ہی میں پورے انسان کو اپنے پیٹ میں لے جاتے ہیں۔

بچو! پانی بہت خطرناک چیز ہے، جب یہ تیزی سے کسی کی طرف آتا ہے تو اس کا مقابلہ کرنا اور اس سے جان بچانا بہت مشکل ہو جاتا ہے، دیکھو مرنے والے یہ بندے گہرے پانی میں چل کر نہیں گئے تھے، بلکہ گہرے پانی سے دور رہ کر تھوڑے پانی میں ہی کھڑے ہو کر مزے لے رہے تھے، اور گرمی

کے موسم میں ویسے بھی انسان کو پانی اچھا لگتا ہے اس میں جسم ڈال کر یا پانی جسم پر ڈال کر مزہ آتا ہے مگر جب تیز پانی آیا تو سارا مزہ ختم ہو گیا اور پانی نے ذرا سی دیر میں سارے افراد کو ایک دوسرے سے دور اور دنیا سے بھی اتنا دور کر دیا کہ اس کے بعد دنیا میں لوٹ کر آنا بھی ممکن نہیں رہا۔

یہ واقعہ تو پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں 4 جولائی کو اتوار کے دن پیش آیا اور اس سے اگلے ہی دن 5 جولائی پیر کے دن پاکستان کے دارالحکومت ''اسلام آباد'' میں چک شہزاد کے قریب زرعی تحقیقاتی کونسل میں واقع مچھلیوں کے تالاب میں چار لڑکوں کے ڈوب کر فوت ہو جانے کا المناک سانحہ پیش آ گیا۔

یہ چاروں لڑکے صبح سویرے مچھلیوں کے تالاب کے قریب گھومنے پھرنے کے لئے گئے تھے، جن میں عمر اور ابوبکر دو جڑواں سگے بھائی تھے اور دوسرے دو لڑکے مبشر اور عاطف بھی سگے بھائی تھے، ان میں سے دو لڑکے آٹھویں جماعت میں اور دو لڑکے نویں جماعت میں پڑھ رہے تھے، ان چاروں لڑکوں کی عمریں صرف 13 اور 15 سال کے درمیان تھیں۔

تالاب کے قریب جا کر ان میں سے ایک لڑکے کا پاؤں پھسل گیا اور وہ تالاب میں گر پڑا، جسے بچانے کے لئے اس کا سگا بھائی اور دوسرے دونوں سگے بھائی بھی آگے بڑھے، مگر ان میں سے کوئی بھی پانی کا مقابلہ نہ کر سکا اور اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور یہ سب کے سب دس فٹ گہرے پانی میں آناً فاناً ڈوب کر فوت ہو گئے......اس موقعہ پر ان کا ایک اور پانچواں دوست بھی تھا، اس نے عقلمندی سے کام لیا اور پانی میں جانے کے بجائے فوراً گھر والوں کو اطلاع دی اور اپنی جان بچائی۔

اس واقعہ کے بعد وہاں پر موجود لوگوں نے چاروں بچوں کی نعشیں پانی سے باہر نکالیں، جس کے بعد ان بچوں کی نعشوں کا پوسٹ مارٹم کیا گیا اور پوسٹ مارٹم کے بعد ان کے گھر والوں کے حوالہ کر دیا گیا ، ایک طرف تو یہ المناک واقعہ پیش آیا۔

اور دوسری طرف جب اس دلخراش سانحہ اور حادثہ کی اطلاع عمر اور ابوبکر کے فوت ہونے کے بارے میں ان کی والدہ اور دادی کو ''لیہ شہر'' میں دی گئی تو عمر اور ابوبکر کی والدہ اور دادی دونوں ہی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکیں اور غم سے نڈھال ہو کر یہ دونوں بھی اچانک فوت ہو گئیں۔

اسی دن دوپہر کے بعد ان چاروں بچوں کو ان کے آبائی علاقہ (فیصل آباد اور لیہ) میں کفن پہنا کر قبروں میں دفن کر دیا گیا۔

اس موقعہ پر ضلع اسلام آباد کی انتظامیہ نے علاقہ کے سب بچوں کے والدین سے درخواست کی کہ سب والدین اپنے بچوں کو نالوں، ڈیموں اور جھیلوں پر جانے سے روکیں، کیونکہ ذرا سی لاپرواہی سے جان جاسکتی ہے (خبر روزنامہ اسلام راولپنڈی ۶ جولائی ۲۰۰۴ء، ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ بروز منگل)

ایک اور خبر کے مطابق صوبہ سرحد سے کاروبار اور مزدوری کے لئے دو سگے بھائی کوٹلی گئے ہوئے تھے، جو ایک علاقہ کا نام ہے، وہاں سخت گرمی میں پانی میں نہانے کا تقاضا ہوا، اور وہ نہانے کے لئے کوٹلی کے بان نالے میں اتر گئے، نالے میں پانی گہرا ہونے کی وجہ سے ایک بھائی ڈوبنے لگا تو اسے دوسرے بھائی نے بچانے کی کوشش کی تو وہ بھی ساتھ ہی ڈوب گیا، ساتھ میں ایک تیسرا دوست بھی پانی میں موجود تھا، اس نے شور مچا کر انہیں بچانے کی کوشش کی مگر انہیں بچانے کی خاطر وہ بھی پانی میں ڈوبکیاں کھانے لگا، اتنے میں قریب میں موجود لوگ آپہنچے اور کسی طرح سے تیسرے آدمی کو بچالیا، اس کے بعد وہاں کے لوگوں نے نعشوں کی تلاش شروع کی لیکن خبر آنے تک کسی کی بھی نعش نہیں ملی (خبر روزنامہ اسلام راولپنڈی ۱۰ جولائی ۲۰۰۴ء، ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ بروز ہفتہ)

اس قسم کے واقعات ہر سال مختلف جگہوں میں ہوتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو! دیکھا آپ نے کہ پانی کے حملہ سے کوئی دوست کسی دوست کو اور کوئی بھائی کسی بھائی کو نہیں بچاسکا، اب تمہیں اچھی طرح سمجھ آ گیا ہوگا کہ پانی کے ساتھ کھیلنے سے کتنی تباہی اور بربادی آتی ہے، ہر سال گرمیوں کے موسم میں بے شمار بچے اور بڑے، سمندروں، جھیلوں، نالوں، تالابوں اور ڈیموں میں ڈوب کر مرجاتے ہیں، اس کے باوجود لوگوں میں اتنی غفلت ہوگئی ہے کہ وہ پانی کے کھیل سے باز نہیں آتے۔

بچو! آپ سوچتے ہوں گے کہ پانی میں ڈوب کر مرنے والے بڑے بے وقوف ہوتے ہیں کہ خود سے پانی میں ڈوبنے کے لئے پانی میں چلے جاتے ہیں۔

مگر آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ پانی میں ڈوب کر مرنے والے پانی میں ڈوبنے

کا ارادہ کر کے اس کے قریب نہیں جاتے، بلکہ گھومنے پھرنے، نہانے، پکنک منانے اور پانی کا مزہ لینے کے لئے جاتے ہیں اور پانی تو کسی کی نیت اور غرض کو نہیں دیکھتا وہ تو ہر ایک پر اپنا اثر دکھاتا ہے اور اس طرح پکنک کے بجائے سارا ہی کام تمام ہو جاتا ہے اور پانی کے قریب جانے والے کو باہر سے تھوڑا پانی نظر آتا ہے، لیکن پانی میں جگہ جگہ خوب گہری کھائیاں ہوتی ہیں۔

گرمی کے موسم میں پانی کے قریب جانے اور پانی سے کھیلنے اور نہانے کو دل چاہتا ہے، جہاں پانی نظر آتا ہے فوراً اس کے قریب جانے کو دل للچا جاتا ہے، مگر جو سمجھدار اور عقلمند انسان ہوتے ہیں وہ پانی میں ڈوبنے کے خطرناک اور بھیانک انجام کو جانتے ہیں، اس لئے وہ پانی سے دور رہتے ہیں اور پانی کے علاوہ بے شمار دوسری غیر نقصان دہ چیزوں سے کھیل کر اپنا شوق پورا کر لیتے ہیں، مگر جو لوگ کم عقل ہوتے ہیں وہ کشتی میں بیٹھ کر پانی میں سیر و تفریح کی پکنک مناتے ہیں، لیکن اسی دوران گہرے پانی میں پہنچ کر بہت سی مرتبہ کشتی اُلٹ جاتی ہے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے سارے افراد چیختے چلّاتے پانی کی نذر ہو جاتے ہیں۔

اور جب انسان پانی میں ڈوب جاتا ہے تو وہاں اسے سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے جب سانس لیتا ہے تو سانس کے ساتھ پیٹ میں اور دماغ میں پانی چڑھ جاتا ہے اور سارے جسم میں پانی بھر جاتا ہے اور پھر سانس آنا بھی بند ہو جاتا ہے اور اس طرح تھوڑی ہی دیر میں انسان فوت ہو جاتا ہے۔

اور پانی میں گہری کھائیاں بھی ہوتی ہیں اور بعض جگہ دلدل اور کیچڑ بھی ہوتا ہے، ڈوبنے کے بعد انسان وہاں جا کر گندے کیچڑ میں پھنس جاتا ہے اور سانپ، مینڈک وغیرہ اس کو کاٹ کاٹ کر کچومر بنا دیتے ہیں۔

بچو! اگر تم زندگی چاہتے ہو تو پانی کو کھیل تفریح کی چیز نہ بناؤ، ورنہ بے خبری میں پانی میں ڈوب کر مر جاؤ گے.....اچھے، سمجھدار اور عقلمند بچوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ آگے کے انجام کو پہلے ہی سوچ لیتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)..... گہرے پانی میں نہانے اور اس سے کھیلنے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

(۲)..... پانی میں ڈوبنے کے بعد انسان کے سانس کے ساتھ پیٹ میں کیا چیز بھر جاتی ہے؟

بچپن میں غلط کاموں سے نفرت

پیارے بچو! ایک بچہ کم عمری میں والدین کی تربیت اور گھر میں دینی ماحول ہونے کی وجہ سے دین پر گہری نظر رکھتا تھا، اور بہت عقلمند تھا۔

اس کے بچپن کا واقعہ ہے جب کہ اس بچہ کی عمر اتنی کم تھی کہ یہ والد صاحب کے کندھے پر بیٹھا ہوا کہیں جا رہا تھا، راستہ میں اس بچہ کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو ایک کتے کو لے کر جا رہا تھا اور اس کے ساتھ پیار و محبت کا برتاؤ کر رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دونوں (کتا اور کتے کا مالک) آپس میں گہرے دوست ہیں، یہ بچہ اپنے والد کے کندھے کے اوپر سے بیٹھے بیٹھے بولا:
ارے بھائی اگر تم کتے سے اتنی زیادہ محبت کرو گے تو تمہارے پاس رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بتلایا ہے:

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے

ان صاحب نے یہ سن کر جواب دیا کہ:

بیٹا اچھی بات ہے، جب فرشتے نہیں آئیں گے تو موت کا فرشتہ بھی نہیں آئے گا اور موت سے چھٹکارا مل جائے گا، کیونکہ انسان کی جان بھی فرشتہ ہی نکالتا ہے۔

اس بچہ نے فوراً جواب دیا ارے صاحب آپ کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو موت سے تو کوئی نہیں بچ سکتا وہ تو اپنے وقت پر آ کر رہے گی تمہارے پاس جان نکالنے کے لئے رحمت کے فرشتے نہیں آئیں گے بلکہ وہی فرشتے آئیں گے جو کتوں کی جان نکالنے آتے ہیں۔

پیارے بچو! فرشتے اللہ میاں کی نورانی مخلوق ہیں، جو اچھے کام والی جگہوں میں اچھے طریقے سے آتے ہیں اور بُرے کام والی جگہوں میں بُرے طریقے سے آتے ہیں؛ اللہ میاں نے اچھے اور بُرے کاموں کے لیے الگ الگ فرشتے بنائے ہیں۔

رحمت کے فرشتے اچھے لوگوں کے پاس اور اچھے کام والی جگہ پر آتے ہیں۔

پیارے بچو! دیکھو اس بچے نے چھوٹی عمر میں ایک بڑے آدمی کو کتنا اچھا جواب دیا، یہ بچہ

بڑا ہونے کے بعد بہت بڑا عالم اور بزرگ بنا اور دنیا میں لوگ اس بچہ کو مولانا اسماعیل شہید کے نام سے جانتے ہیں۔

پیارے بچو! ایسی اچھی اور عقلمندی کی باتیں اُنہیں بچوں کو آتی ہیں جو اپنے بڑوں کا کہنا مانتے ہیں، اور اُن کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، اور اچھی باتوں کو اپنے دل و دماغ میں بٹھاتے ہیں۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بتلایا ہے کہ

اللہ میاں کے یہاں سخت سے سخت عذاب تصویریں بنانے والے لوگوں کو ہوگا (مشکوٰۃ)

مگر آج کتے پالنے کے شوق میں لوگ آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں، بعض تو سفر اور گھر میں کتے کو اپنا دُم چھلاّ بنا کر ساتھ رکھتے ہیں، اپنے ساتھ سلاتے ہیں، اپنے ہاتھوں سے نہلاتے ہیں۔

بچو! کتا پالنا اور اس سے محبت رکھنا اچھے لوگوں کی نشانی نہیں، بلکہ برے لوگوں کی نشانی ہے، حالانکہ مجبوری کے بغیر کتا پالنا گناہ کی بات ہے۔

مجبوری یہ ہے کہ مثلاً کھیتی کی حفاظت کے لئے، شکار کے لئے، اور چوروں سے حفاظت کے لئے۔

آج مکان، دوکان ہر جگہ جانداروں کی تصویریں ہیں، کہیں سیر و تفریح کے لئے جا رہے ہوں یا مہمان داری میں کوئی شادی بیاہ ہو یا کوئی اور ہر فنکشن ہو، جگہ کیمرے اور تصویروں کی لعنت موجود ہے یہ سب باتیں ہمارے اسلام کے خلاف ہیں، اور ہمیں ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔

پیارے بچو! جب تمہیں یہ بات پتہ چل گئی کہ انسان یا جانور کی تصویر سے اللہ میاں غصہ اور ناراض ہوتے ہیں، تو تمہیں چاہئے کہ تم تصویر والی چیزوں کو پسند نہ کرو، چاہے وہ تصویر والے کپڑے ہوں، یا جوتے ہوں، یا اور کوئی چیز ہو، تم ان سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، اس میں کون سے فرشتے نہیں آتے؟

(۲)...... اللہ میاں کے یہاں سخت عذاب کن لوگوں کو ہوگا؟

(۳)...... کتا پالنا اور کتے سے محبت رکھنا اچھے لوگوں کی نشانی ہے یا برے لوگوں کی؟

پیسوں کا شوق

پیارے بچو! تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ بچوں کو پیسوں کا بہت شوق ہوتا ہے، بچے پیسوں کو حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

بڑے لوگ بھی بچوں کو پیسے دینے میں کوئی عیب نہیں سمجھتے اور روزمرہ بچوں کو پیسے دے کر ان کی مرضی پر چھوڑ دیتے ہیں، ناسمجھ بچے پیسوں کو کسی فائدہ مند چیز میں خرچ کرنے کے بجائے اپنی کم عقلی اور ناسمجھی کے مطابق جو چیز پسند آئے وہ خرید لیتے ہیں یا ویسے ہی کچھ حاصل کئے بغیر ویڈیو گیم وغیرہ جیسی چیزوں میں پیسے خرچ کر دیتے ہیں۔

حالانکہ آج کل کی بہت سی خرافات تو ایسی ہیں کہ پیسوں کے بغیر بھی ان سے رشتہ جوڑنا سخت نقصان دہ ہے۔

اس طرح بچپن میں ہی بچے ان پیسوں کے ذریعے سے غلط چیزوں کے عادی ہو جاتے ہیں، جو بڑے ہو کر دردسری کا باعث بنتے ہیں۔

بچے عموماً پیسوں سے ٹافیاں، چیونگم یا اسی قسم کی دوسری چیزیں لے کر خوش ہو جاتے ہیں۔

حالانکہ یہ چیزیں اکثر و بیشتر صحت کے لئے سخت مضر اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں اگرچہ فوری طور پر ان چیزوں کا نقصان ظاہر نہ ہو لیکن بالآخر کسی نہ کسی وقت ان کے بھیانک نتائج ظاہر ہو ہی جاتے ہیں۔

عموماً آج کل چھوٹے چھوٹے بچوں کے دانت اور گلے خراب ہونے کی شکایت رہتی ہے اور گلے میں ٹانسلز بن جانے کی وجہ سے بخار جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کی بڑی وجہ اس قسم کی اول فول چیزوں کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔

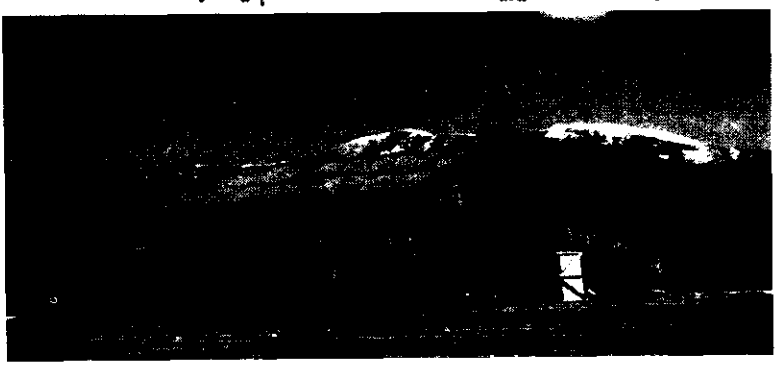
کئی چھوٹے بچوں کے دانتوں میں کیڑے لگ جاتے ہیں اور بچپن ہی میں دانت نکلوانا پڑ جاتے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ دانتوں کی جو نعمت ساری زندگی کام آنے والی تھی وہ بچپن ہی میں ضائع

ہوگئی۔اس لئے بچوں کو اول تو خوامخواہ پیسے دینے کی عادت ہی نہ ڈالی جائے۔
اور پیسے دیئے جائیں تو بچوں کو تاکید کی جائے کہ وہ کسی مفید اور کارآمد چیز میں خرچ کریں۔اور دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔
یادرکھو! بچپن کی آزادی اور پڑی ہوئی بری عادتیں ہمیشہ کی زندگی کا ماتم کردینے سے کم نہیں، اسی لئے شروع ہی سے بچوں کی بری عادتوں پر نظر رکھنا اور ان کو بھلے برے کی تمیز دلانا ضروری ہے۔ورنہ بڑے ہوکر جب یہ سر پر سوار ہوجاتے ہیں پھر فکر کرنے اور پریشان ہونے سے حالات ٹھیک ہونا مشکل ہوتے ہیں۔
اس لئے بچو! یہ بات یادرکھو کہ پیسوں کا شوق اچھی چیز نہیں ہے، بلکہ بری چیز ہے، اور تمہیں ہر وقت اپنے بڑوں سے پیسے مانگنے کے پیچھے پڑے رہنے سے بچنا چاہئے۔
اوراس کے بجائے گھر میں تیار ہونے والا کھانا کھا کر اپنا پیٹ بھرنا چاہئے۔
اس سے پیسے بھی برباد نہیں ہوتے، اور صحت بھی اچھی رہتی ہے۔
اور بازار کی اول فول چیزیں کھانے سے پیسے بھی ضائع ہوتے ہیں، اور صحت بھی خراب ہوجاتی ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......پیسوں کا شوق اچھی چیز ہے یا بری چیز ہے؟
(۲)......بچوں کو پیسے مانگنے کے بجائے کیا کرنا چاہئے؟
(۳)......بازار کی اول فول چیزیں کھانے سے صحت اچھی ہوتی ہے یا خراب؟



زبان کی دولت اور گالی گلوچ

پیارے بچو! زبان اللہ میاں کی طرف سے دی ہوئی بہت بڑی دولت اور نعمت ہے، اس کے ذریعے سے انسان چاہے تو اپنی دنیا کی زندگی کو سکون والی بنا سکتا ہے اور اسی کے ساتھ اس دنیا سے فوت ہونے کے بعد والی ہمیشہ ہمیشہ کی اپنی آخرت والی زندگی کے لئے نیکیوں کے خزانے بھی جمع کر سکتا ہے، اور اگر چاہے تو اپنی آخرت کو تباہ و برباد بھی کر سکتا ہے۔

اس لئے اسلام میں زبان کو قابو میں رکھنے اور کم باتیں کرنے کی بڑی خوبی بتلائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے اچھا کام کیا ہے؟

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا نماز کے وقت پر نماز پڑھنا۔

میں نے پھر پوچھا کہ اس کے بعد پھر کون سا کام اچھا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ

اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہ دینا۔

حضرت محمد ﷺ سے ایک مرتبہ آپ کے ایک صحابی نے پوچھا کہ:

کامیابی کا کیا طریقہ ہے؟

اس کے جواب میں حضرت محمد ﷺ نے ایک چیز یہ بتلائی کہ:

اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔

بچو! حضرت محمد ﷺ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی باتوں میں یعنی جھوٹ، غیبت، چغل خوری، گالی گلوچ میں زبان کو استعمال نہ کرو۔

گالی گلوچ سے دوسرے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اور کسی کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔

پیارے بچو! جس طرح زبان سے قرآن مجید کی تلاوت کی جا سکتی ہے، اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا

جاسکتا ہے، اللہ میاں کا ذکر کیا جاسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح زبان کے کچھ کام ایسے بھی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں اور اس سے انسان کو دنیا وآخرت میں نقصان ہو جاتا ہے، ان نقصان کے کاموں میں ایک چیز گالی گلوچ کرنا ہے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

مسلمان کو گالی دینا بڑے گناہ والی بات ہے۔

پیارے بچو! تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ

تم اگر اپنے ابّو کو گالی دو، تو تمہارے ابّو کے دل پر کیا گزرے گی؟

تم سوچ رہے ہوگے کہ کون انسان ایسا ہوگا جو اپنے ابّو کو گالی دے گا،

تو سنو!

ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ

اپنے ماں باپ کو گالی دینا بڑا گناہ ہے

حضرت محمد ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ

اے اللہ کے رسول بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دے؟

حضرت محمد ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک انسان کسی دوسرے انسان کے باپ کو گالی دے، پھر وہ دوسرا انسان پلٹ کر اس گالی دینے والے انسان کے باپ کو گالی دے۔

اسی طرح کوئی انسان کسی کی ماں کو گالی دے پھر دوسرا انسان اس کے جواب میں گالی دینے والے کی ماں کو گالی دے۔

مطلب یہ ہوا کہ ایک انسان دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے کر اس کے جواب میں اپنے ماں باپ کو گالی دِلوائے تو یہ بھی اپنے ماں باپ کو ایک طرح سے خود گالی دینا ہے۔

پیارے بچو! آج کل بات بات پر ایک دوسرے کو گالی گلوچ کرنا بہت سے بچوں کی ایک عادت بن گئی ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:

مسلمان تو وہ ہوتا ہے جو کسی کو بُرا بھلا نہیں کہتا اور بے حیائی اور بے غیرتی کے کام نہیں کرتا۔

اور گالی گلوچ کرنا بے حیائی کا کام ہے۔

گالی گلوچ کرنے سے زبان پر یہ اثر پڑتا ہے کہ زبان گندی ہو جاتی ہے، اور گالی گلوچ کرنے والی کی دنیا میں عزت بھی نہیں ہوتی، اور گالی گلوچ کرنے سے لڑائی جھگڑا بھی ہو جاتا ہے، اور بعض مرتبہ انسانوں کا قتل بھی ہو جاتا ہے۔

اس لئے بچو تمہیں چاہئے کہ اپنی زبان کو گالی گلوچ اور ہر طرح کی بری باتوں سے بچا کر رکھو اور جب زبان کھولو تو زبان سے اچھی بات کہو یا اللہ کو یاد کرو۔

گالی گلوچ کرنا گندے بچوں کی نشانی ہوتی ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... کسی مسلمان کو گالی دینا کیسی بات ہے؟

(۲)...... گالی گلوچ کرنے سے زبان پر کیا اثر پڑتا ہے؟

(۳)...... گالی گلوچ کرنا اچھے بچوں کی نشانی ہے، یا گندے بچوں کی؟



بے وقوف شیر اور عقلمند خرگوش

پیارے بچو! ایک جنگل میں بہت سارے جانور رہتے تھے، اور آپس میں محبت پیار کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، ایک مرتبہ اس جنگل میں کہیں سے گھومتا پھرتا ہوا بھوکا شیر آ گیا، اور اس نے جانوروں کو پکڑ پکڑ کر چیرنا پھاڑنا اور کھانا شروع کر دیا۔

طرح طرح کے جانور دیکھ کر شیر کے تو مزے آ گئے اور اس نے اس جنگل میں رہنے سہنے کا پکا ارادہ کر لیا، اب وہ روزانہ اپنی مرضی سے جس جانور کا چاہتا چیر کاٹ کر شکار کر لیتا۔

جنگل کے جانور اس شیر سے تنگ آ گئے اور سب نے مل کر اس کا کوئی حل سوچا، مگر کوئی حل سمجھ میں نہیں آیا، سوائے اس کے کہ خود سے کوئی جانور روزانہ شیر کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے اور شیر کو اپنی مرضی سے جس پر چاہے بے دردی کے ساتھ اچانک حملہ کرنے سے منع کر دیں گے۔

یہ مشورہ کر کے چند جانوروں کو شیر کے پاس بھیجا، انہوں نے شیر سے بہت ادب کے ساتھ جا کر کہا کہ حضور آپ کو خوراک تلاش کرنے اور بھاگنے دوڑنے کی تکلیف ہوتی ہے اور ہم سب بھی پریشان ہوتے ہیں، ہم خود ہی آپ کی خدمت میں روزانہ ایک جانور بھیج دیا کریں گے، جسے آپ کھا لیا کریں۔

شیر نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔ اور سب جانوروں نے اس پر اتفاق کیا کہ پرچی سے نام نکال کر شیر کے پاس ایک جانور پہنچا دیا کریں گے، اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔

سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، جنگل کے جانور بیچارے روزانہ مختلف ناموں کی پرچیاں ڈال کر ایک پرچی اٹھاتے، جس جانور کا نام نکل آتا اسے شیر کو کھانے کے لئے پیش کر دیتے۔

ان جانوروں میں ایک خرگوش بھی رہتا تھا، جو بڑا سمجھدار اور عقلمند تھا، جو اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں پرچی اس کے نام نہ نکل آئے، اس ڈر میں ایک ایک دن گزرتا گیا، مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے؟ ایک دن پرچی میں اس غریب خرگوش کا ہی نام نکل آیا، یہ خرگوش اس پرچی کے فیصلے کے مطابق شیر کے پاس جانے پر تو مجبور تھا، کیونکہ فیصلے پر عمل نہ کرنے کی صورت میں اسے

جنگل میں رہنے کی اجازت نہ تھی، اس نے خوب غور وفکر کر کے شیر سے سب جانوروں کی جان چھڑانے کی تدبیر سوچی اور دل میں کہا کہ کیوں نہ کسی طرح شیر کا جھگڑا پاک کر دیا جائے، جس سے میری بھی جان چھوٹ جائے اور دوسرے جانوروں کی بھی، ورنہ تو ایک ایک کر کے سب جنگل کے جانور ہی شیر کے منہ کا نوالہ بنتے رہیں گے۔

خرگوش شیر کا جھگڑا پاک کرنے کی تدبیر سوچ کر شیر کے پاس کچھ دیر سے پہنچا۔

ادھر شیر بھوکا بیٹھا ہوا تھا اور بہت غصہ میں تھا، خرگوش کو دیکھ کر کہنے لگا کہ تم باز آنے والے نہیں ہو، میں پھر پہلے والا طریقہ شروع کر دوں گا کہ جو جانور سامنے آ پڑے گا اسے ہی چیر پھاڑ ڈالا کروں گا، اور تم لوگ اپنا وعدہ صحیح طرح نہیں پورا کر رہے ہو۔

خرگوش نے بڑے ادب کے انداز میں کہا کہ حضور کو اختیار ہے۔ آپ مالک ہیں، مگر میری ایک ضروری بات سُن لیں جو میں سب جانوروں کی طرف سے آپ کو بتلانے آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اس جنگل میں ایک اور شیر آ گیا ہے، جو کہ آپ کے اور ہمارے درمیان کے راستہ میں موجود ہے اور وہ آپ کے لئے جانوروں کی طرف سے بھیجی ہوئی غذا اور خوراک کو راستہ میں ہی ہڑپ کر لیتا ہے، اور میں حضور کے لئے اپنے ایک دوسرے بھائی کو خوراک کے لئے لایا تھا، مگر اس ظالم شیر نے راستے ہی میں اسے چھین لیا، اگر ایسا ہی ہوتا رہے گا تو ہم آپ کا وعدہ کیسے پورا کریں گے؟

یہ قصہ سُن کر شیر تو غصہ میں آگ بگولہ ہو گیا اور دوسرے شیر پر دانت پیسنے شروع کر دیئے، اور خرگوش سے کہا کہ بتلا مجھے کہ وہ کم بخت میرا دشمن کہاں ہے، تاکہ میں اس کو راستہ سے ہٹا کر قصہ ختم کروں، اس کو میرے علاقہ میں آنے اور میری خوراک پر قبضہ جمانے کی ہمت کیسے ہوئی؟

خرگوش شیر کو ساتھ لے کر چل دیا اور ایک بڑے کنویں کے قریب پہنچ کر کہا کہ حضور وہ شیر اس کنویں میں چھپا بیٹھا ہے شیر نے یہ سن کر ذرا کنویں میں جھانک کر جو دیکھا تو اسے کنویں کے پانی میں اپنا سایہ نظر آیا اور ساتھ کھڑے ہوئے خرگوش کا بھی۔

خرگوش نے فوراً کہا کہ دیکھئے حضور یہ ہے وہ ظالم شیر اور میرا خرگوش ساتھی بھی جو میں آپ کے لئے لایا تھا، اسی کے قبضہ میں ساتھ موجود ہے۔

شیر تو پہلے ہی غصہ میں لال پیلا ہوا تھا، اس نے نہ آگے کی سوچی اور نہ پیچھے کی، اور فوراً ہی خرگوش کی بات پر یقین آ گیا اور تیزی سے شیر پر حملہ کرنے اور اپنی خوراک لینے کے لئے تلملاتا ہوا کنویں کے اندر کود پڑا، اور وہاں اسے دوسرا شیر اور اپنی خوراک تو کیا ملتی خود ہی اپنی جان بچانے کے لئے پانی میں ڈبکیاں کھانے لگا۔

مگر اب شیر کے لئے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ کنویں میں پانی بہت گہرا اور نیچا تھا، یہ شیر وہیں گل سڑ گیا۔

اور اس طرح خرگوش کا مقصد حاصل ہو گیا، خرگوش خوش ہوتا ہوا دوسرے جنگلی جانوروں کے پاس پہنچا اور ان کو شیر کے خاتمہ کی اطلاع و مبارکباد دی۔

سب جانوروں نے خرگوش کا شکریہ ادا کیا اور اس کی عقلمندی پر شاباش دی۔

اور سب نے مل کر خرگوش کے اعزاز میں جشن منایا، اور خرگوش کو اپنا سردار بنالیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ عقلمندی کتنی قیمتی چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خرگوش جیسے چھوٹے جانور نے شیر جیسے خطرناک اور خونخوار جانور کو مروا دیا۔

واقعی عقل طاقت سے بڑی چیز ہے، عقل کے بغیر خالی طاقت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، اور عقل تو طاقت کمزور ہونے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

اور اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی بات سن کر فوراً غصہ میں آ جانا اور غصہ میں آ کر جلد بازی میں فیصلہ کرنا نقصان سے خالی نہیں جیسا کہ شیر نے کیا اور اس سے اپنی جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا، اور غصہ میں یہ بھی نہ سوچا کہ کنویں کے پانی میں نظر آنے والا سایہ تو خود میرا اور اسی خرگوش کا ہے جو مجھے چکر میں ڈال رہا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......خرگوش کے پاس کونسی چیز تھی، جس سے شیر کا قصہ پاک کیا؟

(۲)......غصہ میں آ کر جلدی فیصلہ کرنا نقصان کی چیز ہے یا فائدہ کی؟

پیسوں کا لالچ اور شیطانی خواب

پیارے بچو! تمہیں پتہ ہے کہ جب انسان سوجاتا ہے تو اسے سوتے ہوئے مختلف قسم کے خواب نظر آتے ہیں، اور بہت سے خواب شیطانی بھی ہوتے ہیں یعنی کچھ خوابوں میں شیطان آ کر انسان کو پریشان کرتا ہے۔ اور بعض اوقات آپس میں لڑائی جھگڑا بھی کرا دیتا ہے۔

اسی طرح شیطان کے خواب میں آنے، پریشان کرنے اور جھگڑا کرانے کا ایک واقعہ تمہیں سناتا ہوں۔

ایک میاں بیوی گھر میں رہتے تھے، اور دونوں کوئی مالدار تو زیادہ نہیں تھے، دال روٹی سے گزر بسر کرتے تھے، لیکن دونوں میاں بیوی کو روپیوں پیسوں کا بہت لالچ تھا، میاں تو کچھ زیادہ ہی لالچی تھا، اور ہر وقت روپے پیسوں کی فکر میں لگا رہتا تھا، کہ کہیں سے کسی طرح مال دولت اور بہت سا روپیہ پیسہ جمع ہو۔

اسی فکر میں رات کو بستر پر بھی دیر تک سوچتا رہتا، اور سوچتے سوچتے سوجاتا تھا۔

اور بڑوں کی یہ بات مشہور ہے کہ ''بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آیا کرتے ہیں'' کیونکہ بلی کو چھیچھڑوں کا بہت شوق ہوتا ہے، اس لئے اسے خواب میں بھی یہی نظر آیا کرتے ہیں، اس آدمی کا بھی یہی حال تھا، کہ اسے بھی روپے پیسوں کے خواب نظر آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب یہ آدمی سوگیا تو شیطان تو پہلے سے اس آدمی کے پیسوں کے لالچی ہونے سے واقف تھا، اس لئے شیطان نے اس آدمی کو پیسوں کا لالچ دینے کا منصوبہ بنایا۔

اور شیطان اس آدمی کے خواب میں اس طرح سے آیا کہ اس نے بہت سارے روپیوں پیسوں کو ایک گٹھری بنا کر جمع کیا ہوا تھا اور راستہ کے کنارہ کھڑا ہو کر کسی کا انتظار کر رہا تھا، اتنے میں یہ خواب دیکھنے والا آدمی وہاں پہنچ جاتا ہے، شیطان اس سے کہتا ہے کہ یار ذرا یہ پیسوں کی گٹھری وزنی ہے؛ مجھ سے اُٹھتی نہیں ہے، آپ ذرا سہارا لگا کر اٹھوا دو، اور میرے سر پر رکھوا دو، جب یہ آدمی اس گٹھری

کو اٹھواتا ہے تو اس میں بہت وزن ہوتا ہے اور اس کو وزن کی وجہ سے پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ شیطان سے کہتا ہے کہ مجھے زور سے پیشاب لگا ہوا ہے، ذرا میں پیشاب کرلوں، پھر اٹھواتا ہوں، وہ آدمی اتنے میں پیشاب کرتا ہے اور پھر شیطان کو وہ گٹھری اٹھوا دیتا ہے۔

لیکن جب صبح ہوتی ہے تو اس آدمی کا بستر پیشاب سے بھیگا ہوا ہوتا ہے۔

اس کی بیوی صبح اٹھ کر اپنے شوہر پر ناراض ہوتی ہے اور غصہ کرتی ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی اتنے بڑے ہوکر بھی بستر پر پیشاب کرتے ہو،

شوہر عذر معذرت کرتا ہے کہ سوتے ہوئے پیشاب نکل گیا اور مجھے پتہ نہیں چلا۔

پھر دوسری رات کو یہ آدمی سوتا ہے تو پھر وہی خواب نظر آتا ہے اور اسی طرح پیشاب کا تقاضا ہوتا ہے اور پھر بستر پر پیشاب نکل جاتا ہے، اور لگاتار کئی دنوں تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔

بالآخر بیوی تنگ آجاتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ آخر وجہ کیا ہے کہ تم روزانہ بستر پر پیشاب کرتے ہو۔

جب شوہر بیوی کی لعن طعن سنتا ہے تو مجبور ہوکر اپنے روزانہ کے خواب کا منظر سناتا ہے۔

خواب سُن کر بیوی کہتی ہے کہ پیشاب کی تو خیر ہے لیکن تم روزانہ اس دوسرے آدمی کو روپیوں، پیسوں کی گٹھری اٹھوا آتے ہو، اس کے پاس تو کافی پیسے جمع ہوگئے ہوں گے، ایک دن آپ بھی اپنے ساتھ یہ گٹھری لے آؤ، اس سے ہم امیر ہوجائیں گے اور ہماری مدت کی خواہش پوری ہوجائے گی، شوہر اپنی بیوی سے وعدہ کرلیتا ہے، اور رات کو خود گٹھری ساتھ لانے کا ارادہ کرکے سوجاتا ہے، اس رات پھر خواب میں وہی روزانہ والا منظر نظر آتا ہے، اب کی مرتبہ یہ آدمی اس دوسرے آدمی سے کہتا ہے کہ دیکھو بھائی اتنے دنوں سے میں آپ کو گٹھری اٹھوا رہا ہوں، آج اس کے صلہ اور بدلہ میں آپ یہ گٹھری میرے سر پر اٹھوادو، تاکہ میں اپنے گھر لے جاؤں، وہ دوسرا آدمی اس پر تیار ہوجاتا ہے، اور جب اس کے سر پر گٹھری رکھواتا ہے تو گٹھری کا وزن زیادہ ہونے سے اس کو پاخانہ کا تقاضا ہوجاتا ہے اور یہ پاخانہ کرنے کی مہلت مانگتا ہے اور پاخانہ کرتا ہے اور پھر اپنے سر پر گٹھری اٹھا کر خوشی خوشی اپنے گھر چلا جاتا ہے۔

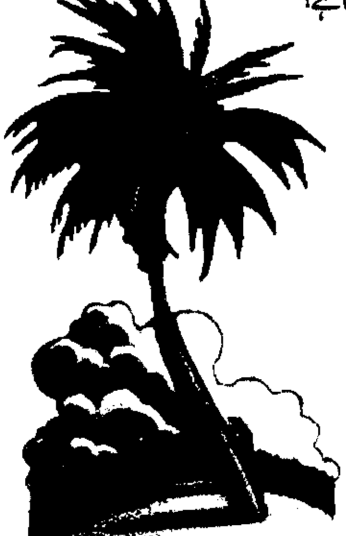
صبح سویرے بیوی پیسوں کے آنے کی خوشی میں اٹھتی ہے تو اسے کمرے میں پاخانہ کی بدبو محسوس ہوتی ہے تو وہ شوہر کو اُٹھاتی ہے اور پیسوں کا معلوم کرتی ہے، شوہر پیسوں کے بارے میں بتلاتا ہے کہ آج رات میں پیسوں کی گٹھری اپنے ساتھ لے آیا ہوں، بیوی کہتی ہے کہ وہ گٹھری کہاں ہے؟
میاں بیوی گٹھری کو ادھر اُدھر ٹٹولتے ہیں تو شوہر کا بستر پاخانہ میں تر بتر ہوتا ہے جس سے بیوی کے ہاتھ بھی بھر جاتے ہیں، روپیہ پیسہ تو کچھ نہیں ملتا، اور پاخانہ کی وجہ سے میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی ہے اور بیوی اپنے شوہر کو مار کر بھگا دیتی ہے اور کہتی ہے کہ پاخانہ سے تو بہتر پیشاب ہی تھا، اس میں اتنی گندگی تو نہیں ہوتی اور اس طرح شیطان کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ لوگوں کو پریشان کرنا اور آپس میں لڑائی جھگڑا کرانا۔

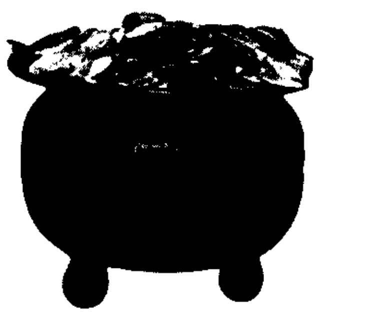
پیارے بچو! اس واقعہ سے تمہیں کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ شیطان کس طرح خواب میں آ کر لوگوں کو پریشان کرتا ہے، اور آپس میں جھگڑے کراتا ہے اس لئے تم شیطانی خوابوں سے ہوشیار رہنا۔ اور تم ہرگز شیطان کے بہکاوے اور اس کے لالچ میں مت آنا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اس آدمی کو خواب میں نظر آنے والا کون تھا؟

(۲)......کیا شیطان انسان کو خواب میں آ کر پریشان کرتا ہے؟





ناسمجھ بچہ اور بے وقوف باپ

پیارے بچو! ایک چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا روٹی کھا رہا تھا، ساتھ میں ایک برتن میں پانی بھی رکھا ہوا تھا، بچہ کے ہاتھ میں سے ایک روٹی کا ٹکڑا اس برتن میں گر گیا، بچہ نے وہ ٹکڑا لینے کے لئے برتن میں جھانک کر دیکھا تو اسے پانی میں اپنے چہرہ کا عکس نظر آیا...... بچہ تو ناسمجھ تھا ہی، اسے کیا خبر کہ یہ میرا ہی عکس نظر آ رہا ہے، یا کوئی دوسرا بچہ پانی کے اندر بیٹھا ہوا ہے...... اس نے سمجھا کہ پانی میں بیٹھے ہوئے اس بچہ نے میرا ٹکڑا لے لیا ہے، اس لئے اس نے رونا شروع کیا کہ ہائے ابو میرا ٹکڑا اس برتن والے بچے نے چھین لیا ہے...... پہلے تو اس کے ابو اپنے کام میں لگے رہے، اور بچہ کی بات کو دھیان سے نہیں سنا، جب بچہ نے زور زور سے رو رو کر چیخنا شروع کیا کہ ابو میرا ٹکڑا بچہ نے چھین لیا ہے، تو اس کے ابو کو فکر ہوئی، کہ کون کمبخت دوسرا بچہ آ کر میرے بیٹے کی روٹی کو چھیننے لگا ہے؟

اس کے ابو خود بھی بے وقوف ٹھہرے بچہ کی ناسمجھی والی بات میں آ گئے اور برتن میں جو جھانک کر دیکھا تو انہیں بھی پانی میں اپنی بزرگ شکل نظر آئی، تو غصہ میں کیا کہتے ہیں کہ میرا بیٹا تو تجھے بچہ ہی سمجھ رہا تھا، مگر تُو تو بڑا آدمی نکلا، تجھے شرم نہیں آتی اتنے بزرگ ہو کر ایک بچہ کا ٹکڑا چھین لیا، تمہیں تو شرم کی وجہ سے پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہئے۔

پیارے بچو! جس طرح اس ناسمجھ بچے نے اپنی ناسمجھی سے پانی میں اپنی نظر آنے والی شکل کو دوسرا بچہ سمجھا، اس بچہ کے ابو نے بھی بے وقوفی میں اور ناسمجھ بچے کی باتوں میں آ کر اپنے چہرہ کی شکل کو دوسرا بزرگ سمجھ لیا، اور اس طرح بچہ کی ناسمجھی کے ساتھ باپ کی بے وقوفی بھی ثابت ہو گئی۔

حالانکہ پانی میں جھانکنے والے کو جو عکس نظر آتا ہے، وہ کوئی دوسرا انسان نہیں ہوتا، بلکہ اپنی ہی شکل نظر آتی ہے، جس طرح سے کہ شیشے اور آئینہ میں سامنے کھڑے ہونے والے کو اپنی شکل نظر آتی ہے، اس کو دوسرا انسان سمجھ لینا بے وقوفی اور ناسمجھی ہے۔

اس سوال کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بچہ کو پانی میں جو بچہ نظر آیا تھا وہ کیا چیز تھی؟

کھانے کا حریص

پیارے بچو! انسان جس چیز کا حریص اور طلب گار رہتا ہے، وہ ہر چیز میں اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کیا کرتا ہے۔

جیسا کہ ایک بھوکے آدمی سے کسی نے پوچھا کہ:

دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟

اس نے کہا کہ:

چار روٹیاں ہوتی ہیں

یعنی کہ اس نے گنتی کے مسئلہ میں بھی اپنی طلب اور بھوک کی وجہ سے روٹیوں کا ذکر شامل کر لیا تھا۔

واقعی لالچی اور نیت خراب اور کھانے کے حریص لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ ہر جگہ سے اپنے کھانے پینے کا مطلب نکالتے پھرتے ہیں،

اور ایسے ہی حریص لوگوں کے بارے میں بڑے لوگوں نے کہا ہے کہ:

جہاں دیکھی توا پرانت وہیں گزاری ساری رات

مطلب یہ ہے کہ وہ جہاں توّا اور پرانت (جو کھانے کے برتن کا نام ہے) دیکھتے ہیں، بس وہیں ٹھہر جاتے ہیں کہ یہاں کھانے کا بندوبست ہے، اور انہیں کسی اور چیز سے زیادہ محبت نہیں ہوتی، جتنی کہ کھانے پینے سے ہوتی ہے۔

ایک آدمی کا واقعہ ہے کہ وہ کچھ قرآن مجید کا پڑھا لکھا انسان تھا، مگر اسے کھانے پینے کی بہت حرص تھی اس لئے وہ قرآن مجید سے بھی اپنے مطلب کی باتیں نکالا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے اس حریص آدمی سے پوچھا کہ تمہیں قرآن مجید میں کونسا حکم سب سے زیادہ پسند آیا اور کونسی دعا سب سے اچھی لگی۔

اس حریص آدمی نے فوراً جواب دیا کہ مجھے قرآن کا سب سے اچھا حکم تو کھانے پینے کا پسند آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
یعنی کھاؤ پیو

اور دعاؤں میں سب سے اچھی دعا یہ لگی جس میں یہ ہے کہ:

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

یعنی اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے مائدہ (خاص قسم کا کھانا) اتار دیجئے

پیارے بچو! دیکھا تم نے کہ اس لالچی اور حریص آدمی نے اپنے مطلب کا حکم اور اپنے مطلب کی دعا قرآن سے کیسے نکال لی۔

واقعی لالچ اور حرص بھی بُری بلا ہے، جو ہر جگہ سے اپنے مطلب کی بات نکلوا دیتی ہے۔

اس لئے **بچو!** تمہیں چاہئے کہ لالچ اور حرص سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو، ورنہ یہ عادت اچھے کاموں کو بھی بُرا بنا دے گی۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جہاں دیکھی توا پرات، وہیں گزاری ساری رات

اس کا کیا مطلب ہے؟

(۲)...... لالچ بری چیز ہے یا کہ اچھی؟



چرسی بھائی کس کے، دم لگایا کھسکے

پیارے بچو! نشہ کرنا بہت بُری عادت ہے، اس سے انسان کی عقل بگڑ جاتی ہے اور آدمی بے وقوفوں والی حرکت کرنے لگتا ہے۔

تم نے گلیوں اور سڑکوں میں چرس اور پاؤڈر سے نشہ کرنے والے لوگوں کو دیکھا ہوگا جو نشہ میں بری حالت بنائے رکھتے ہیں۔

اور یہ صرف نشہ کے یار ہوتے ہیں، جس سے یاری دوستی کرتے ہیں، صرف اپنے اسی مطلب کے لئے کرتے ہیں، اور جب ان کا مطلب پورا ہو جاتا ہے، تو پھر پہچانتے بھی نہیں، اسی لئے تو ان کے بارے میں کسی نے کہا کہ: ع

چرسی بھائی کس کے، دم لگایا کھسکے

آج تمہیں اس طرح کے نشہ کرنے والے لوگوں کے کچھ واقعات سناتے ہیں۔

ایک آدمی نے نشہ کر کے ڈاکخانہ سے ایک ٹکٹ خریدا، اور اسے اپنے ماتھے پر چپکا کر خط ڈالے جانے والے لیٹر بکس میں گھسنے کی کوشش شروع کر دی۔

اور بچو تمہیں معلوم ہے کہ لیٹر بکس کا سوراخ اتنا بڑا نہیں ہوتا کہ اس میں آدمی گھس سکے۔

یہ آدمی نشہ میں دھت ہو کر برابر لیٹر بکس میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اتنے میں پیچھے سے ڈاک لینے کے لئے ڈاکیا آ گیا، اس نے دیکھ کر سمجھا کہ شاید کوئی چور ہے جو لیٹر بکس میں سے چوری کرنا چاہتا ہے، اس لئے اس کی کمر پر ایک زوردار لات ماری۔

جوں ہی کمر پر لات لگی تو اس نشہ میں دھت آدمی نے کہا کہ صاحب ٹکٹ تو ماتھے پر لگا ہے اور آپ مہر پیچھے کمر پر لگا رہے ہیں..... تب ڈاکیے کو معلوم ہوا کہ یہ کمبخت تو نشئی ہے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ نشہ کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ چار نشہ کرنے والے ساتھی کہیں چلے جا رہے تھے، اچانک ایک ساتھی کو خیال آیا کہ ہمیں اپنے آپ کو گن لینا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا کوئی ساتھی گم ہو جائے۔

اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے اس خطرہ کا ذکر کیا تو وہ بھی اس بات سے متفق ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ بات تو آپ نے بہت ضروری بتلائی ہے، ہمیں تو اس کا خیال ہی نہیں تھا، سب نے اس بات سے اتفاق کر کے اپنے ساتھیوں کو گننا شروع کیا، پہلے ایک نے گنا تو اس کی گنتی میں ایک ساتھی کم تھا، یعنی تین ساتھی تھے، چوتھا ساتھی نہیں تھا، پھر دوسرے نے گنا تو اس کے حساب میں بھی ایک ساتھی کم آیا، پھر تیسرے نے اور پھر چوتھے نے باری باری گنا، سب ساتھیوں کے حساب میں ایک آدمی کی کمی آرہی تھی۔

کیونکہ یہ سب نشہ میں مست تھے اور جو بھی گنتی کرتا تھا وہ دوسرے سب ساتھیوں کی گنتی تو کرتا تھا، لیکن اپنے آپ کو حساب میں اور گنتی میں شمار کرنا چھوڑ دیتا تھا۔

بالآخر سارے ساتھی پریشان ہوگئے اور ایک دوسرے سے معلوم کرنے لگے کہ ہم میں سے کونسا ساتھی کم ہے، کسی کو بھی اس کا صحیح جواب نہیں آرہا تھا، اور وہ ساتھی گم ہونے کا الزام ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے کہ تمہاری غفلت اور لاپرواہی سے ہمارا ایک ساتھی گم ہوا ہے، اور تم نے اس کا خیال نہیں کیا

ان چاروں نشوئیوں کا بحث مباحثہ جاری تھا کہ ایک پہلوان ادھر سے گزرا، اس نے ان کو جھگڑتے ہوئے دیکھا تو معلوم کیا کہ کیا قصہ ہے؟

ان سب نے کہا کہ ہمارا ایک ساتھی گم ہوگیا ہے اور وہ مل نہیں رہا۔

پہلوان نے معلوم کیا کہ آپ کتنے ساتھی تھے، انہوں نے کہا کہ ہم چار ساتھی تھے، اور اب تین رہ گئے ہیں، ایک ہمارا ساتھی گم ہوگیا ہے۔

پہلوان نے کہا کہ تمہارا کوئی ساتھی کم نہیں ہے اور تم پورے چار ہی ساتھی ہو، تمہیں غلط فہمی ہوگئی ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی پہلوان کی بات ماننے کے لئے تیار نہ تھا، پہلوان نے ان کو گنوا کر بھی دکھایا کہ دیکھو تم چار کے چار ساتھی ہو، مگر وہ سب بیک زبان کہہ رہے تھے کہ تمہارا حساب غلط ہے، اور ہمارا حساب صحیح ہے، ہمارے حساب میں تین ساتھی ہیں اور ایک ساتھی گم ہے۔

پہلوان کے ہاتھ میں لاٹھی بھی تھی اور اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ بے وقوف اس طرح نہیں سمجھیں گے، کیونکہ لاتوں کے یار باتوں سے نہیں مانا کرتے۔

اس لئے اس نے کہا کہ میرے پاس ایک طریقہ ایسا ہے کہ آپ کا ساتھی فوراً مل جائے گا، لیکن تم میں سے ایک ایک ساتھی کو نمبروار میرے ساتھ گنتی کرنی پڑے گی۔

انہوں نے کہا یہ تو کوئی بھی مشکل کام نہیں، ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

پہلوان نے ان چاروں کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا، اور لاٹھی لے کر ایک ایک پر نمبروار برسانی شروع کی اور جب بھی کسی کے لاٹھی مارتا تو گنتی بھی کرتا جاتا تھا۔

جب پہلوان نے پہلے آدمی کے زوردار لاٹھی ماری اور کہا کہ ایک؛ تو جس کے لاٹھی لگی اس نے بھی ساتھ ہی ایک گنا، پھر دوسرے کے لاٹھی مار کر دو کہا، اس نے بھی دو کہا، پھر تیسرے کے لاٹھی مار کر تین کہا، اس نے بھی تین کہا، پھر چوتھے کے لاٹھی مار کر چار کہا تو اس نے اور اس کے سب ساتھیوں نے اکٹھا چار کہا اور بیک زبان ہو کر کہا کہ مل گیا، مل گیا، ہمارا چوتھا ساتھی مل گیا۔

پہلوان نے اس طرح ان کا جھگڑا ختم کیا اور اپنے گھر کو گیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ نشہ میں مست لوگ نشہ کی وجہ سے اپنی عقل اور سمجھ کو کتنا خراب کر لیتے اور بگاڑ لیتے ہیں۔

اسی لئے تو نشہ کرنا ہمارے اسلام میں گناہ کہا گیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان کی عقل بگڑ جاتی ہے اسی طرح کا ایک پرانے زمانے کا اور بھی واقعہ ہے کہ دو نشئی بیٹھے آپس میں مزے مزے کی باتیں کر رہے تھے اور انہیں میٹھی چیز کا بڑا شوق تھا، پہلے زمانے میں لوگوں کو گنے چوسنے کا بہت شوق تھا۔

پہلے ایک بولا کہ یار اس مرتبہ گنوں کی کھیتی کریں گے، بڑا مزہ آئے گا، جب گنوں کی فصل تیار ہو جائے گی تو تڑاق سے توڑا اور چوسنے لگے۔

دوسرے نے کہا کہ ہاں یار بڑا مزہ آئے گا تڑاق پڑاق سے توڑا اور چوس لیا، یہ سُن کر پہلے آدمی نے کہا کہ میں نے ایک ہی گنا توڑا تھا، تو نے دو کیوں توڑ لئے؟ دوسرے آدمی نے کہا کہ کھیت ہمارا ہے ہم دو کھائیں یا چار، تجھے کیا مطلب ہے، تو بھی اپنے کھیت سے جتنے چاہے کھالے۔

بچو! پہلے آدمی نے گنا توڑنے کو ایک دفعہ تڑاق کہا تھا اور دوسرے نے تڑاق کے ساتھ پڑاق بھی کہہ دیا تھا، جس سے پہلے نے سمجھا کہ اس نے دو گنے توڑے اور میں نے ایک توڑا۔ اس لئے دونوں

میں جھگڑا ہو گیا...... اور جھگڑا بہت بڑھ گیا۔

حالانکہ بچو! ابھی تک نہ گنے کی فصل بوئی گئی تھی اور نہ ہی تیار ہوئی تھی، بس خیالوں خیالوں کی بات تھی، لیکن بات اتنی آگے بڑھی کہ دونوں کا مقدمہ عدالت میں پہنچ گیا۔

جج نے جب ان بیوقوفوں کی کہانی سنی تو ان کی بے وقوفی پر سزا کے طور پر فیصلہ سنایا کہ تم نے گنے بھی کھالئے مگر ابھی تک فصل کا ٹیکس جمع نہیں کرایا، پہلے تم گنے کی کھیتی کا ٹیکس جمع کراؤ، پھر تمہارا اگلا فیصلہ ہوگا۔

جب ان دونوں کو خالی پھیکی میں ٹیکس کا جرمانہ بھرنا پڑا تب آنکھیں کھلیں کہ خالی کے جھگڑے میں کتنا نقصان ہو گیا۔

پیارے بچو! تم نے نشہ کرنے والوں کے یہ چند واقعات سن کر اندازہ لگالیا ہوگا کہ نشہ انسان کو کتنا بے وقوف اور احمق بنا دیتا ہے۔

اس لئے پیارے بچو! تم کبھی نشہ کے قریب مت جانا اور اس سے ہمیشہ دور رہنا کبھی اس کو ہاتھ تک بھی نہ لگانا، ورنہ تم بھی ایسے ہی بے وقوف بن جاؤ گے اور طرح طرح کا نقصان اٹھاؤ گے۔

پیارے بچو! یہ نشہ کرنے والے اور چرسی لوگ اپنے چرس اور نشہ کا انتظام کرنے کے لئے طرح طرح سے لوگوں کی بہت سی چیزیں بھی چوریاں کرتے ہیں، ان کو تو اپنے نشہ سے مقصد ہوتا ہے، اس کے بدلہ میں وہ نہ کسی باپ اور بیٹے کی پرواہ کرتے اور نہ کسی بڑے چھوٹے کی کوئی عزت کرتے، اسی لئے ان کے بارے میں مشہور ہوا کہ: ع

چرسی بھائی کس کے، دم لگایا کھسکے

ہے کہ یہ کسی کے بھائی نہیں ہوتے نشہ کا دم لگایا یعنی اپنا مطلب نکالا اور کھسک گئے، یعنی

یئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... نشہ کرنے والا لیٹر بکس میں اپنے آپ کو کیا سمجھ کر گھسنے کی کوشش کر رہا تھا؟

(۲)...... نشہ میں انسان کی عقل صحیح رہتی ہے یا خراب ہو جاتی ہے؟



گھمنڈی چوہدری



پیارے بچو! تم نے ریل میں سفر کیا ہوگا، ریل میں پیشاب وغیرہ کرنے کے لئے بیت الخلاء (باتھ روم) بھی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ ریل میں ایک چوہدری صاحب بھی سفر کر رہے تھے، انہوں نے اسٹیشن پر جلدی سے پہنچ کر ریل کے آتے ہی اس میں گھس کر پوری سیٹ پر اپنا بستر بچھالیا، اور ایک پوری سیٹ پر قبضہ کرلیا اور اس پر لمبے ہو کر لیٹ گئے۔

ریل کا یہ ڈبہ ایسا تھا کہ اس میں سیٹیں بک نہیں تھیں، ٹکٹ لے کر جسے جہاں جگہ مل جائے بیٹھنے کی اجازت تھی۔

ریل میں مسافر بہت زیادہ تھے، کتنے ہی لوگ کھڑے ہوئے بھی تھے، لوگوں نے ان چوہدری صاحب سے کہا کہ چوہدری صاحب ذرا بیٹھ جاؤ اور ہمیں بھی بیٹھنے کے لئے جگہ دے دو۔

مگر چوہدری صاحب نے سب کو ڈانٹ دیا اور کہا کہ کہیں اور جا کر بیٹھنے کی جگہ تلاش کرو، یہ جگہ میری ہے اور میں نے پہلے سے اس جگہ بستر بچھایا ہوا ہے۔

لوگوں کے بار بار کہنے سے چوہدری صاحب پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور وہ پیر پھیلا کر لیٹے رہے اور کسی کو بھی بیٹھنے کا موقع نہیں دیا۔

پیارے بچو! ریل میں جتنے مسافر بھی ٹکٹ لے کر سفر کرتے ہیں ان سب کا برابر حق ہوتا ہے۔

اس لئے بلاوجہ زیادہ جگہ گھیر کر بیٹھ جانا اور دوسروں کو جگہ نہ دینا بہت بُری بات ہے۔

لیکن یہ چوہدری صاحب بہت گھمنڈی اور تکبر والے آدمی تھے، اس لئے انہوں نے اپنے قریب میں کسی غریب کو بٹھانا گوارا نہیں کیا۔

جب کافی سفر ہوگیا اور ریل کو چلتے چلتے بہت دیر ہوگئی، تو ان چوہدری صاحب کو پیشاب کرنے کا تقاضا ہوا۔

اور یہ ریل کے ڈبہ کے بیت الخلاء میں پیشاب کرنے کے لئے چلے گئے، اور اندر سے کنڈی بند کر

لی۔

قدرت کا کرنا کہ کسی طرح سے خود ہی یا پھر کسی مسافر نے اس بیت الخلاء کی باہر سے کنڈی لگا دی۔

جب چودھری صاحب پیشاب کر کے فارغ ہوئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو باہر سے کنڈی لگی ہوئی تھی۔

انہوں نے بیت الخلاء کے اندر ہی سے غصہ میں کہا کہ ارے کم بختو باہر سے کنڈی کھولو۔

مگر کسی نے کنڈی نہیں کھولی۔

یہ چوہدری صاحب اندر سے دروازہ پیٹتے رہے اور کھٹکھٹاتے رہے۔

مگر لوگوں نے کہا کہ اب بدلہ لینے کا اچھا موقعہ ہے، سسرے کو اندر ہی بند پڑا رہنے دو، ہمیں بھی اس بہانے سے کچھ دیر بیٹھنے کو جگہ ملے گی۔

جب چوہدری صاحب کے غصہ کرنے اور لوگوں کو طعن وتشنیع کرنے کا کوئی اثر نہ ہوا۔

تو چوہدری صاحب کا کچھ گھمنڈ ٹوٹا، اور کہنے لگے کہ کوئی بھائی ذرا باہر سے مہربانی کر کے کنڈی کھول دیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اب کنڈی کھول دو چوہدری صاحب کا غصہ اور تکبر ختم ہو گیا، مگر دوسرے لوگوں نے کہا کہ نہیں، اس طرح نہیں کھولیں گے، پہلے ان سے بیت الخلاء میں بند رہنے کی حالت ہی میں توبہ کراؤ کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔

لوگوں نے ان سے کہا کہ چوہدری صاحب پہلے توبہ کرو کہ اب کبھی ایسی حرکت نہیں کرو گے اور دوسرے لوگوں کو بھی بیٹھنے کی جگہ دو گے۔

چوہدری صاحب نے بیت الخلاء کے اندر سے ہی توبہ کی، اور کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں، اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، اور اب باہر آ کر تم کو بھی بیٹھنے کی جگہ دوں گا۔

تب جا کر لوگوں نے کنڈی کھولی اور چوہدری صاحب نے سکون کا سانس لیا۔

اور اس کے بعد شرمندہ ہو کر اپنا بستر لپیٹ کر شریفوں کی طرح بیٹھ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی بیٹھنے کی جگہ دے دی۔

کیونکہ اب ان کا تکبر ٹوٹ گیا تھا اور اپنے تکبر اور گھمنڈ کی سزا مل چکی تھی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ دوسروں کو تنگ اور پریشان کرنے اور گھمنڈ کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ بعد میں خود ہی لوگوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑ جاتا ہے۔

اس لئے تم کبھی کسی کو تنگ اور پریشان مت کرنا اور اپنے اوپر گھمنڈ مت کرنا اور کبھی اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا اور اچھا اور دوسرے لوگوں کو ذلیل مت سمجھنا۔

کیونکہ اچھے بچوں کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ وہ ایسے واقعات سُن کر اپنے آپ کو صحیح کر لیتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... گھمنڈی چوہدری نے کیا حرکت کی تھی، جس کی اسے سزا ملی؟

(۲)...... گھمنڈی چوہدری کو کیا سزا ملی؟

(۳)...... گھمنڈی چوہدری نے آئندہ کے لئے کس بات سے توبہ کی تھی؟



ایک بوڑھا اور حکیم

پیارے بچو! جب انسان کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کو کئی بیماریاں گھیر لیتی ہیں، نظر کمزور ہو جاتی ہے، جگہ جگہ درد رہتا ہے، دانت ٹوٹ جاتے ہیں اور کمر جھک جاتی ہے اور اس طرح کے اور بھی کئی مسئلے مسائل ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک بوڑھے آدمی کا واقعہ ہے کہ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کو طرح طرح کی بیماریاں اور تکلیفیں ہو گئیں، اور وہ علاج کے لئے ایک حکیم کے پاس گیا۔

اس بوڑھے آدمی نے حکیم سے جا کر کہا کہ حکیم صاحب پہلے تو میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، لیکن اب مجھے کئی بیماریاں ہو گئی ہیں اور ان بیماریوں کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، آپ بتلائیں کہ ان کی کیا وجہ ہے، اور مجھے اتنی بیماریاں کیوں ہو گئی ہیں؟

حکیم صاحب نے معلوم کیا کہ آپ کو کیا کیا بیماریاں ہیں؟

بوڑھے نے کہا کہ نظر کمزور ہو گئی ہے۔

حکیم نے کہا کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھے نے کہا کہ دماغ بھی کمزور ہو گیا ہے، سر خالی خالی سا رہتا ہے۔

حکیم نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھے نے کہا کہ ہاتھ پاؤں وغیرہ میں درد رہتا ہے؟

حکیم نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھے نے کہا کہ دانتوں میں بھی درد رہتا ہے، کئی دانت ٹوٹ گئے ہیں اور کچھ ہل رہے ہیں؟

حکیم نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

بوڑھے نے کہا کہ مزاج بھی چڑچڑا ہو گیا ہے، بات بات پر غصہ آتا ہے، اور جو کوئی میری مرضی کے خلاف بات کرے اس سے لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔

حکیم نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

حکیم کی یہ باتیں سن کر بوڑھے نے غصہ میں آگ بگولہ ہوکر کہا کہ میں تو تیرے بارے میں بہت کچھ سُن کر آیا تھا، کہ تجھے حکمت کے بارے میں بہت معلومات ہیں، مگر یہاں آ کر پتہ چلا کہ تو نے تو حکمت میں بڑھاپے کے علاوہ کوئی اور چیز پڑھی ہی نہیں، ہر مرض اور ہر بیماری کی وجہ بڑھاپا بتلاتا ہے اور بوڑھے نے یہ کہہ کر حکیم کے ایک مارا۔

حکیم نے کہا کہ میں تمہاری بات کا بُرا نہیں مانتا، کیونکہ آپ کی یہ باتیں اور غصہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

یہ سُن کر بوڑھے کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اور اسے بات سمجھ میں آئی اور پھر اس نے حکیم سے طاقت کی دوالی، اور اپنے گھر گیا۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ بڑھاپے میں انسان کی کیا حالت ہوجاتی ہے اسی لئے تو تجربہ کاروں نے بڑھاپے کا نام، بُرا آپا رکھا ہے۔

یعنی بڑھاپے میں انسان کا اپنا آپا بُرا ہوجاتا ہے۔

پیارے بچو! بڑھاپے کے آنے سے پہلے انسان کو اپنی زندگی اور صحت کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

جس کا طریقہ یہ ہے کہ خوب محنت سے کام کاج کرو، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کیونکہ بڑھاپے میں یہ کام کرنا مشکل ہوجاتے ہیں۔

اور ایک دفعہ بڑھاپا آنے کے بعد پھر واپس نہیں جاتا، یہ تو مرنے پر ہی جا کر ختم ہوتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بوڑھے کو اتنی بیماریاں کس وجہ سے ہوئیں؟

(۲)...... حکیم نے بوڑھے کے مارنے پر کیا جواب دیا؟

(۳)...... کیا بڑھاپا آنے کے بعد واپس بھی آجاتا ہے؟

ایک شاعر اور مالدار

پیارے بچو! تم نے شاعروں کے بارے میں سنا ہوگا، شاعر وہ لوگ ہوتے ہیں جو شعر بنا کر لوگوں کو سناتے ہیں، جس سے لوگ خوش ہوتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو پیسے بھی دیتے ہیں۔

پہلے زمانے میں شعروشاعری کرنے اور سننے کا لوگوں کو بہت شوق تھا، امیر اور مالدار لوگ شاعروں کو اپنے یہاں بلا کر شعر سنتے تھے اور شاعروں کو پیسے دیتے تھے...... مالداروں کو خوش کرنے کے لئے شاعر بھی ایسے ایسے شعر بنایا کرتے تھے، جن میں مالداروں کی خوب تعریف ہوتی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی شاعر نے ایک مالدار کی شعر میں خوب تعریف کی۔

جس سے وہ مالدار بہت خوش ہوا، اور اس نے خوش ہو کر شاعر سے کہا کہ آپ کل ہمارے پاس آنا ہم تمہیں اتنا اور اتنا انعام دیں گے...... وہ انعام بہت زیادہ تھا، جس کو سُن کر شاعر تو بہت خوش ہو گیا، اور خوشی خوشی اپنے گھر لوٹا اور سب گھر والوں کو کل ملنے والے انعام کا بتلایا، گھر والے بھی خوش ہو گئے اور خوشی خوشی میں گھر والے ساری رات جاگتے رہے، سوئے بھی نہیں، اور جو تھوڑے بہت گھر میں پیسے رکھے تھے وہ بھی ایک رات میں کھا پی گئے، اور یہی سوچتے رہے کہ کل تو اتنے زیادہ پیسے آنے والے ہیں ہی، اس لئے اس تھوڑے سے خرچہ سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اگلے دن صبح صبح نہا دھو کر اور صاف ستھرے کپڑے پہن کر یہ شاعر مالدار کے گھر پہنچا اور سلام کیا۔

اس مالدار نے سلام کا روکھا سا جواب دیا، اور شاعر کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

تھوڑی دیر انتظار کے بعد شاعر نے سوچا کہ شاید مالدار صاحب مصروفیت کی وجہ سے اپنا وعدہ بھول گئے ہوں گے، انہیں وعدہ یاد دلانا چاہئے، یہ سوچ کر شاعر نے کہا کہ حضور میں فلاں شاعر ہوں اور میں نے آپ کی تعریف میں کل شعر سنائے تھے...... مالدار نے کہا کہ سنائے ہوں گے تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور آپ بہت خوش ہوئے تھے...... مالدار نے کہا تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور آپ نے مجھ سے فلاں انعام کا وعدہ کیا تھا؟...... مالدار نے کہا تو کیا ہوا؟

شاعر نے کہا کہ حضور میں وہ انعام لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں؟

مالدار نے کہا کہ اوہو، بھائی وہ سب باتیں تو کل کی اس شعر وشاعری کی محفل تک تھیں، اب وہ کہاں رکھی ہیں؟ اور میں کوئی بے وقوف نہیں ہوں کہ اپنا پیسہ خواہ مخواہ برباد کرتا پھروں؟

شاعر نے کہا کہ حضور کیا مطلب ہے؟...... مالدار نے کہا کہ مطلب صاف ہے کہ آپ نے ہمیں اپنی زبان سے اچھی بات کرکے خوش کیا تھا، آپ نے ہمیں کچھ دیا نہیں تھا، اسی طرح ہم نے بھی بدلہ میں آپ کو زبان سے اچھی بات کرکے خوش کر دیا تھا اور زبان کا بدلہ زبان سے کر دیا تھا، اور حساب اسی وقت برابر ہوگیا تھا، اب ہماری طرف آپ کا کچھ بھی باقی نہیں ہے۔

اس لئے آپ باعزت طریقہ پر یہاں سے سیدھے اپنے گھر تشریف لے جایئے۔

یہ سن کر غریب شاعر منہ لٹکا کر اور شرمندہ ہو کر بوجھل قدموں سے اپنے گھر واپس لوٹ گیا اور گھر والوں کو جا کر واقعہ سنایا، جس سے گھر میں تو ایک کہرام مچ گیا اور ساری خوشیاں غمی میں بدل گئیں۔

اور جو گھر میں پیسہ تھا وہ بھی برباد ہوگیا۔

پیارے بچو! واقعی ہی شعر وشاعری میں زبانی جمع خرچ ہوتی ہے، اور بہت سے شاعر اپنے شعروں میں ایسی اونچی اونچی بے حقیقت باتیں کہہ دیتے ہیں، جن کا کوئی سر اور پیر نہیں ہوتا۔

اور بعض دفعہ شاعر سمندروں سے یا پہاڑوں سے یا درختوں سے، یا چاند، سورج اور ستاروں سے باتیں کرتے ہیں، اور بعض دفعہ فوت شدہ لوگوں کو بھی اپنے شعر میں اس طرح مخاطب کرتے ہیں کہ جیسا کہ یہ چیزیں اور فوت شدہ لوگ ان کی باتوں کو براہِ راست سن رہے ہیں۔

حالانکہ حقیقت میں یہ بات نہیں ہوتی...... اس لئے شعر وشاعری کو حقیقت سمجھ لینا غلط ہے، اور شاعروں کی باتوں سے خوش ہو جانا اور ان کی خاطر اپنا پیسہ برباد کرنا بے وقوفی ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... شاعر نے مالدار کو کس طرح خوش کیا تھا؟

(۲)...... مالدار نے شاعر سے کس چیز کا وعدہ کیا تھا؟

(۳)...... مالدار نے شاعر کو انعام دینے سے کیوں منع کیا تھا؟

خرگوش اور کچھوے کی دوڑ

پیارے بچو! ایک جنگل میں ایک خرگوش رہتا تھا، اور ساتھ ہی پانی کا دریا بھی گزر رہا تھا، جس سے خرگوش کبھی کبھی پانی پینے کے لیے آتا تھا۔

اس دریا میں ایک کچھوا بھی رہتا تھا، جس نے دریا کے کنارے پتھروں کے درمیان اپنا گھر بنا رکھا تھا۔

جب خرگوش دریا پر پانی پینے کے لئے آتا تو خرگوش اور کچھوے کی ملاقات اور سلام دعا ہوتی، جس سے دونوں میں کچھ جان پہچان ہوگئی تھی، اور کبھی کبھی دونوں میں کوئی بات چیت بھی ہو جاتی تھی، اور کبھی دریا سے باہر نکل کر کچھوا بھی آجاتا تھا۔

بچو! تمہیں معلوم ہے کہ خرگوش بہت تیز دوڑتا ہے، اور کچھوے کے چلنے کی رفتار خرگوش کی رفتار سے بہت کم ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ خرگوش نے کچھوے کو طعنہ دیا کہ آپ بہت سُست ہو، اور میں بہت چُست ہوں، کچھوے نے کہا کہ مجھے اللہ نے بس ایسا ہی بنایا ہے، اور میں اپنی حیثیت سے ٹھیک چلتا ہوں، مگر خرگوش کچھوے کو طعنے ہی دیتا رہا کہ نہیں آپ بہت سست ہو۔

کچھوے نے خرگوش سے کہا کہ میں تو ایک رفتار سے چلتا رہتا ہوں، اور تھکتا نہیں ہوں اور آپ تیز دوڑ کر جلدی تھک جاتے ہو۔

جب کچھ دیر تک دونوں میں بحث و مباحثہ ہوتا رہا، تو خرگوش نے کچھوے کو اپنے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی، اور مقابلہ کے لیے لمبا سفر تجویز کیا۔

اور خرگوش نے یہ بھی شرط رکھ دی کہ جو بھی پیچھے رہ گیا، اس کو اپنے کان کٹوانا پڑیں گے۔

کچھوا اگرچہ خرگوش کا دوڑ میں مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ تھا، لیکن خرگوش کے زور دینے پر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے تیار ہو گیا، اور اللہ سے مدد مانگی، خرگوش نے تو دریا سے باہر اس کے کنارے پر خشکی میں دوڑنا تھا، اور کچھوے نے پانی میں دوڑنا تھا۔

مقابلہ شروع ہوتے ہی خرگوش نے تو بہت تیز دوڑ لگائی،اور کافی دُور نکل کر جب وہ تھک گیا،تو اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو کچھوے کا کہیں سے کہیں تک نام ونشان بھی نہ تھا،خرگوش مطمئن ہوگیا،اور سوچنے لگا کہ ابھی تو کچھوا بہت پیچھے ہے،اور میں اس سے کافی آگے نکل آیا ہوں،اور کچھ تھک بھی گیا ہوں،کیوں نہ کچھ دیر آرام کرلوں،اور ایک میٹھی نیند کرلوں،تا کہ پھر تازہ دم ہو کر ایک اور تیز دوڑ لگاؤں اور آگے پہنچ جاؤں۔

اس خیال سے خرگوش ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں لیٹ گیا،اور اسے نیند آ گئی،تھوڑی دیر بعد خرگوش کی آنکھ کھلی،اور اس نے آگے دوڑنا چاہا،مگر سوچا کہ کچھوے کو آنے دو،اس کو بتاتا ہوں کہ تم مجھ سے کیا مقابلہ کرو گے،میں تو ایک میٹھی نیند سو بھی چکا ہوں،اور تم ابھی تک برابر چلتے چلتے یہیں تک پہنچے ہو۔

اس نے تھوڑی دیر انتظار کیا تو کچھوا بھی پہنچ گیا،خرگوش نے کچھوے کے پہنچتے ہی اس پر لعن طعن اور اس کو شرمندہ کرنا شروع کردیا۔

کچھوا بیچارہ خاموش اپنے سفر میں مشغول رہا۔

خرگوش نے پھر ایک اور تیز دوڑ لگائی،اور آگے چل کر پھر جب کچھ تھکن محسوس ہوئی تو اسی خیال سے پھر ٹھہر گیا کہ کچھ دیر اور میٹھی نیند سو لیتا ہوں،اور یہ سوچ کر لیٹ گیا۔

اس مرتبہ اور اچھی اور گہری نیند آئی،کیونکہ تھکن بھی تو کچھ زیادہ ہوگئی تھی،تھوڑی دیر گزرنے کے بعد کچھوا بھی پہنچ گیا،اور ادھر خرگوش کی بھی آنکھ کھل گئی،اس نے آنکھیں کھول کر کچھوے کو آتا ہوا دیکھا،مگر یہ سوچ کر کہ کچھوا تو آہستہ آہستہ چلے گا،میں اس کے پیچھے چل کر بھی منزل پر اس سے پہلے پہنچ جاؤں گا،کیوں نہ کچھ دیر اور آرام کرلیا جائے۔

خرگوش دوبارہ سو گیا،اور اس کی آنکھ جب کھلی تو دیر ہو چکی تھی،اور ادھر کچھوا منزل کے قریب پہنچنے والا ہو چکا تھا۔

خرگوش بہت تیز دوڑتا ہوا منزل پر پہنچا،تو وہاں کچھوا پہلے سے موجود تھا،خرگوش کان کٹنے کے ڈر سے وہی کھڑا رہا،کچھوے نے کہا کہ کہو میاں کہاں گئیں وہ ساری دوڑیں۔

مگر خرگوش کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

خرگوش نے کہا کہ بھائی میری اپنی غلطی ہے، میں اپنے گھمنڈ میں رہا کہ میں تیز دوڑتا ہوں، اور درمیان میں آرام کرتا رہا، مگر آپ اپنے کام میں مسلسل لگے رہے، اور آپ فتح یاب ہو گئے۔

اور یہ کہہ کر فوراً وہاں سے کان دبا کر بھاگ دوڑا کہ کہیں کان نہ کٹوانے پڑ جائیں اور جا کر کسی اور جنگل میں پناہ لی، مگر ہمیشہ کان کٹنے کے ڈر سے اپنے کان دبا کر ہی رکھتا تھا، اور ہر وقت ڈر اور خوف میں رہتا تھا، اور اس ڈر ڈر میں ایک دن وہ خرگوش فوت ہو گیا۔

پیارے بچو! اپنے کام میں لگے رہنے کی اتنی برکت اور فائدہ ہے کہ کچھوا بھی خرگوش جیسے تیز جانور سے اس کی بدولت جیت گیا۔

اور بڑائی، گھمنڈ اور کام کو درمیان میں چھوڑ دینا اتنی بُری چیز ہے کہ جس کی وجہ سے خرگوش کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس لیے تمہیں چاہیے کہ اپنے کام میں لگے رہا کرو، اور اس میں ناغہ اور غیر حاضری نہ کیا کرو، چاہے وہ پڑھائی کا کام ہو یا اور کوئی کام ہو، اس سے تم ایک دن کامیابی کو پا لو گے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... خرگوش اور کچھوے کی دوڑ میں کون جیتا اور کون ہارا؟

(۲)...... خرگوش تیز دوڑنے کے باوجود پیچھے کیوں رہ گیا؟

(۳)...... کچھوا آہستہ چلنے کے باوجود آگے کیسے نکل گیا؟



کمر پر شیر کی تصویر

پیارے بچو! تم نے بعض لوگوں کے جسم کے کسی حصہ پر کالے رنگ کی پکی لکھائی سے کچھ لکھا ہوا، یا کوئی نقش ونگار بنا ہوا دیکھا ہوگا۔

بعض لوگ اپنی کمر پر، بعض لوگ ہاتھوں پر مختلف قسم کی لکھائی یا کوئی نقش ونگار کراتے اور بنواتے ہیں، یا کسی جانور وغیرہ کی تصویر بنواتے ہیں۔

جسم پر اس طرح کی لکھائی کرانا بہت بڑا گناہ ہے، اس لیے کسی بھی مسلمان کو یہ کام نہیں کرانا چاہیے لیکن بعض اللہ کے نافرمان لوگ یہ کام کراتے ہیں۔

آؤ تمہیں اس کے بارے میں ایک قصہ سُنائیں۔

ایک آدمی اپنی کمر پر شیر کی تصویر بنوانے کے لیے تصویر بنانے والے کے پاس گیا، اور جا کر کہا کہ میری کمر پر شیر کی تصویر بنادو۔

پیارے بچو! جس چیز سے جسم پر یہ تصویر بنوائی جاتی ہے، اس کے آگے ایک سوئی لگی ہوئی ہوتی ہے، جس کے جسم پر چلنے سے جسم میں بہت تیز کرنٹ کی طرح گدگداہٹ ہوتی ہے، اس لیے تصویر بنوانے والے کو تصویر بنواتے وقت بڑی مشکل پیش آتی ہے۔

خیر جب اس آدمی کے جسم پر وہ آدمی شیر کی تصویر بنانے لگا، تو مشین کے چلنے اور سوئی کے چُبھنے سے تکلیف محسوس ہوئی، تو اس نے اوپر کو اچھل کر شور مچایا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟...... تصویر بنانے والے آدمی نے کہا کہ شیر کی تصویر بنا رہا ہوں...... اس آدمی نے کہا کہ یہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ تم شیر کی تصویر بنا رہے ہو، لیکن یہ بتلاؤ کہ اس وقت شیر کی کیا چیز بنا رہے ہو؟

تصویر بنانے والے نے اس کے جواب میں کہا کہ اس وقت میں شیر کی دُم بنا رہا ہوں۔

اس آدمی نے کہا کہ اس شیر نے کوئی اپنی دم سے مکھیاں تھوڑا ہی اُڑانی ہیں، اس لیے بغیر دم کا شیر بنادو تصویر بنانے والے نے پھر کمر پر سوئی چلانی شروع کی، اس آدمی نے پھر اچھل کر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو؟...... تصویر بنانے والے نے کہا کہ شیر کی آنکھیں بنا رہا ہوں...... اس آدمی نے کہا کہ

اس شیر کو آنکھوں کی کیا ضرورت ہے؟ یہ کوئی دیکھے گا تھوڑا ہی...... اس لیے تم بغیر آنکھوں کا شیر بنادو...... تصویر بنانے والے نے پھر کمر پر سوئی چلانا شروع کی...... اس آدمی نے پھر اچھل کر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو؟...... تصویر بنانے والے نے جواب دیا کہ اب شیر کی ناک بنا رہا ہوں۔

اس آدمی نے کہا کہ اس کو ناک کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کوئی سونگھنا تھوڑا ہی ہے، تم بغیر ناک کا شیر بنادو...... تصویر بنانے والے آدمی نے پھر سوئی چلانا شروع کی...... اس آدمی نے پھر کود کر کہا کہ اب کیا کر رہے ہو؟...... تصویر بنانے والے آدمی نے کہا کہ اب شیر کا منہ بنا رہا ہوں۔

اس آدمی نے کہا کہ اس کو منہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کوئی کھانا تھوڑا ہی کھانا ہے، تم بغیر منہ کا شیر بنادو۔

جب ہر ہر چیز پر اس آدمی نے تصویر بنانے والے کو منع کیا تو پھر تصویر بنانے والے کو اس پر سخت غصہ آ گیا، اور اس نے اس آدمی کے ایک لات مار کر کہا کہ کمبخت یہاں سے دفع ہو جا، ہم نے تو آج تک ایسا شیر نہیں دیکھا کہ جس کے نہ دُم ہو، نہ منہ ہو، نہ آنکھ ہو، نہ ناک ہو، نہ پیٹ ہو، اور نہ ہی پاؤں ہوں، تم تو ہر چیز کے بغیر ہی شیر بنوانا چاہتے ہو، پھر شیر کس بلا کا نام ہوگا۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ اگر انسان کسی بھی چیز کے ہر ہر حصے کا انکار کرتا چلا جائے، تو پھر اس چیز کا وجود ہی نہیں رہتا۔

اسی طرح اسلام بھی نماز، روزے، زکاۃ، حج اور بہت سارے نیک اعمال کا نام ہے، اگر ہم ان سب پر عمل نہیں کریں گے، اور ایک ایک کر کے سب کو چھوڑتے چلے جائیں گے، تو پھر اسلام بھی باقی نہیں رہے گا...... اس لیے ہمیں اسلام کی ہر بات کو ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اور ہر کام کو پورا پورا کرنا چاہئے، اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جسم پر کچی لکھائی کرانا یا تصویر بنوانا اچھا کام ہے یا برا؟

(۲)...... کمر پر شیر کی تصویر والے واقعہ سے کیا سبق حاصل ہوا؟

شیطان کے لڑائی کرانے کا طریقہ

پیارے بچو! شیطان انسانوں کا بہت بڑا دشمن ہے، یہ انسانوں کو اچھے کام کرتا ہوا دیکھ کر کبھی خوش نہیں ہوتا، اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ انسانوں کو غلط راستہ پر لگائے، اور ان سے کس طرح گناہ کرائے، تاکہ شیطان کی طرح دوسرے انسان بھی جہنم کی آگ میں جلیں۔

شیطان انسانوں کو آپس میں محبت پیار سے رہتا ہوا دیکھ کر بھی خوش نہیں ہوتا، اور ہمیشہ لڑائی کرانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، کیونکہ اسے انسانوں سے جلن اور حسد ہے۔

اور شیطان کے لڑائی کرانے کا طریقہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے، بس یہ شروع میں کوئی چھوٹا سا کام ایسا کر دیتا ہے، کہ جو بڑھتے بڑھتے بڑی چیز بن جاتا ہے، اور لڑائی جھگڑے، مار پٹائی، اور قتل تک بھی نوبت آ جاتی ہے۔

آؤ تمہیں ہم آج شیطان کا ایک ایسا ہی واقعہ سناتے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی آدمی کی شیطان سے ملاقات ہوئی، اور اس آدمی نے شیطان سے کہا کہ تم بڑے بے شرم اور بے غیرت ہو، ہر وقت لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑا، مار پیٹ، اور قتل کراتے رہتے ہو۔

شیطان نے جواب میں اس آدمی کو کہا کہ کیوں تم مجھے مفت میں بدنام کرتے پھرتے ہو، میں تو صرف ذرا سی انگلی لگایا کرتا ہوں، باقی کام تو انسان خود ہی کرتے ہیں۔

اس آدمی نے شیطان سے پوچھا وہ کس طرح؟

شیطان نے کہا میری بات تمہیں اس طرح سمجھ میں نہیں آئے گی، چلو میں تمہیں ساتھ لے جا کر دکھا دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر شیطان اس آدمی کو اپنے ساتھ ایک مٹھائی بنانے والے حلوائی کی دوکان پر لے گیا، اور وہاں جا کر شیطان نے حلوائی کی دوکان میں میٹھے شیرے کی کڑھائی میں انگلی ڈبوئی اور شیرے میں آلودہ یہ انگلی دیوار پر مَل دی۔

پیارے بچو! آپ کو معلوم ہے کہ مٹھائی والوں کا یہ شیرہ بہت میٹھا ہوتا ہے، کیونکہ وہ چینی سے بنایا

جاتا ہے، اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ میٹھی چیز پر مکھی بہت جلدی آ کر بیٹھتی ہے۔

شیطان کا شیرہ کی انگلی لگانا تھا کہ تھوڑی دیر میں ہی اس شیرے پر ایک مکھی آ کر بیٹھ گئی، اور پھر اور مکھیاں بھی آ کر بیٹھ گئیں، جب مکھیاں زیادہ جمع ہوگئیں، تو مکھیوں کو کھانے کے لئے چھپکلی بھی دوڑتے ہوئے آ گئی۔

اس حلوائی نے چھپکلی اور چوہوں کو بھگانے کے لئے ایک بہت اچھی بلی پال رکھی تھی، جس کو یہ حلوائی روزانہ خوب دودھ پلاتا اور اس سے محبت و پیار کرتا تھا۔

بلی نے جب چھپکلی کو دیکھا تو وہ چھپکلی پر حملہ کرنے کے لئے دوڑی۔

ادھر دوکان پر ایک پولیس والا مٹھائی خرید رہا تھا، اور اس کے ساتھ اس کا ایک کتا بھی تھا۔

اس کتے نے جب بلی کو دیکھا تو فوراً اس بلی پر حملہ کر کے اسے پھاڑ کر مار دیا۔

مٹھائی کی دوکان والے نے جب یہ دیکھا کہ اس کی قیمتی بلی کو کتے نے مار دیا تو اس نے اپنی مٹھائی بنانے والے ایک بڑے اور تیز چمچے سے کتے کا پیٹ پھاڑ دیا، اور کتا بھی وہیں اور اسی وقت مر گیا۔

جب پولیس والے نے اپنا کتا مرتا ہوا دیکھا تو اس نے غصہ میں آ کر اپنی بندوق سے مٹھائی والے کو گولی مار دی۔

ادھر بازار والوں نے جمع ہو کر اس پولیس والے کو مار دیا۔

جب حکومت کو پولیس والے کے مرنے کا پتہ چلا، تو اس بازار میں فوج بھیج دی، اور فوج کی اور بازار والوں کی لڑائی شروع ہوگئی، اور بے شمار لوگ دونوں طرف سے قتل ہوگئے، اور مر گئے، ہر طرف لاشیں ہی لاشیں اور خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔

یہ سارا واقعہ ہونے کے بعد شیطان نے اس آدمی سے کہا کہ دیکھا آپ نے کہ میں نے تو صرف شیرے کی انگلی ہی لگائی تھی، باقی سارا کام تو انسانوں نے خود ہی کیا۔

تب اس آدمی نے شیطان سے کہا کہ لڑائی کا کام تو تُو نے ہی شروع کیا تھا، اور سارا کام تو اس شیرے کی انگلی سے ہی شروع ہوا تھا۔

یہ سُن کر شیطان وہاں سے دُم دبا کر بھاگ گیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ شیطان جو انسانوں کا دشمن ہے وہ کس طرح سے انسانوں کے درمیان لڑائی جھگڑے ڈالتا ہے، اور کتنی مکاری سے اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتا ہے۔

اس لئے تمہیں چاہئے کہ شیطان کی مکاری سے ہوشیار رہو، اور جب لڑائی جھگڑے کی کوئی بات ہو تو اسے شیطان کی طرف سے سمجھو، اور اس بات کو آگے نہ بڑھاؤ، اور غصہ میں آ کر کوئی حرکت نہ کرو۔

اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑی نہ بنایا کرو، لڑائی جھگڑے کو ختم کرنے کی کوشش کیا کرو۔

جیسے اگر تمہیں کسی نے برا بھلا کہہ دیا تو تم خاموش اور چپ ہو جاؤ، ورنہ شیطان کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اور بات بہت آگے بڑھ جائے گی۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......لڑائی جھگڑے کون شروع کراتا ہے؟

(۲)......شیطان، انسانوں کا دوست ہے یا دشمن؟



کُتّے کے منہ پر ہانڈی

پیارے بچو! تم نے دیکھا ہوگا کہ تمہارے ماں باپ تم سے بہت محبت کرتے ہونگے، اور جب تم میں سے کسی کی طبیعت خراب ہوجاتی ہوگی تو یہ بھی سوچتے ہونگے کہ تمہاری طبعیت خراب نہ ہو، چاہے اس کے بدلہ میں ان کی اپنی طبیعت کیوں نہ خراب ہوجائے۔

اسی طرح کسی زمانے میں ایک بوڑھی عورت اپنے گھر میں رہتی تھی، اور اس کے ساتھ اس کی ایک جوان بیٹی بھی رہتی تھی، مگر اس بوڑھی عورت کی یہ جوان بیٹی بیمار رہتی تھی، ایک مرتبہ تو اس کی بیٹی کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور وہ بیماری کی وجہ سے رات دن چار پائی پر لیٹی رہنے لگی۔

یہ بوڑھی عورت اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتی تھی کہ یا اللہ اگر اس بیماری سے میری بیٹی کی جان لینی ہے، تو اس کے بدلے میری جان لے لے، اسے زندہ رکھ، صحت عطا فرما، اس نے ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے، اس بوڑھی عورت کو یہ دعا کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ محلہ کے کسی گھر میں باہر گلی سے کتا چلا گیا، اس نے گھر میں جا کر دیکھا تو ایک بڑی ہانڈی میں بڑی ہڈی رکھی ہوئی تھی، اس نے ہانڈی میں منہ ڈال کر اس ہڈی کو منہ میں پکڑ لیا، اور ہانڈی سے منہ باہر نکالنے کی کوشش کی، تو ہانڈی کا منہ چھوٹا تھا، اور کتے کے منہ میں بڑی ہڈی ہونے کی وجہ سے اس کا منہ کھل کر بڑا ہوگیا تھا، جو ہانڈی سے باہر نہیں نکل رہا تھا، اور کتا کسی طرح ہڈی چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا، اور اسے کوئی عقل تو تھی نہیں کہ ہڈی کو منہ سے چھوڑ کر اپنا منہ باہر نکال لیتا۔

اس لئے کتے نے اسی طرح ہانڈی سمیت بھاگنا شروع کردیا، اور کتا بار بار اپنا منہ اوپر سے نیچے کی طرف زور زور سے بھی ہلاتا جاتا تھا، تاکہ ہانڈی اس کے منہ سے الگ ہو۔

کتے کا پورا چہرہ ہانڈی کے اندر تھا، اور اس کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا، اور دور سے دیکھنے والوں کو بھی سامنے سے ہانڈی کے نیچے والا حصہ نظر آتا تھا، اور پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ کیا بلا ہے؟ اور دیکھنے والے کو ڈر بھی لگتا تھا، کیونکہ ہانڈی کے نیچے کا حصہ کالا سیاہ تھا، اس لئے کتے کی یہ شکل بہت بھیانک اور

ڈراؤنی بن گئی تھی۔

اس حال میں بھاگتا بھاگتا یہ کتا اس بوڑھی عورت کے گھر میں چلا گیا، جہاں اس عورت کی بیٹی بھی بیمار پڑی تھی، بوڑھی عورت نے جب اس بھیانک منظر کو دیکھا تو بہت گھبرائی، بوڑھی عورت نے پہلے سے کسی سے سنا ہوا تھا کہ جب فرشتہ اور ملکُ الموت کسی کی روح نکالنے کے لئے آتا ہے تو بعض دفعہ بہت بھیانک شکل میں آتا ہے۔

اس لئے بوڑھی عورت نے اسے دیکھ کر یہی سمجھا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے، اور مجھے مارنے کے لئے آیا ہے۔

اور اس بوڑھی عورت کو اب اپنی موت قریب سے نظر آنے لگی، کیونکہ اس نے سوچا کہ میں ہی یہ دعا کرتی تھی کہ یا اللہ مجھے موت آجائے، میری بیٹی کو نہ آئے۔

اب وہ عورت موت سے ڈر کر گھر میں ادھر ادھر بھاگنے لگی، کتے کو تو کچھ نظر نہیں آرہا تھا، وہ بھی دائیں بائیں جو بھی جگہ ملتی، تیزی سے بھاگتا تھا، بوڑھی عورت نے سوچا کہ شائد دعا قبول ہو گئی ہے، اور اب یہ بیٹی کے بدلے میں میری روح نکالے گا۔

اس لئے یہ عورت زور زور سے چیخنے اور شور مچانے لگی اور کہنے لگی کہ ارے بھیا! تندرست اور بیمار میں کچھ تمیز کر، میری بیٹی اندر فلاں جگہ لیٹی ہوئی ہے، اس کی طرف جا، میں تو بھلی چنگی ہوں، میری روح مت نکالنا، کیونکہ میں مرنا نہیں چاہتی۔

بوڑھی عورت کی چیخ سُن کر کتے نے اور تیز بھاگنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ وہ بوڑھی عورت ڈر ڈر کر ہی مر جاتی، مگر اللہ کا کرنا کہ کتا جہاں سے آیا تھا، اسی دروازہ کی طرف دوڑتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد بوڑھی عورت کی جان میں جان آئی۔

اور اب اس کی بیمار بیٹی نے کہا کہ اماں جی آپ کی وہ ساری دعائیں کہاں چلی گئی تھیں؟

بوڑھی عورت نے کہا کہ بیٹی میں تو وہ دعا موت کو دیکھے بغیر کیا کرتی تھی، اب مجھے یہ منظر دیکھ کر موت سے ڈر لگنے لگا ہے، اور اب میں ایسی دعا ہرگز نہ کروں گی۔

اور اب تو میں نیک عورت بن کر نماز روزہ کروں گی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ جب انسان کو اپنی آنکھوں سے موت نظر آتی ہے تو پھر اسے کتنی گھبراہٹ ہوتی ہے، اور وہ موت سے بچنے کی کس طرح کوشش کرتا ہے، اور پھر یہی سوچتا ہے کہ مجھے موت نہ آئے فلاں کو آ جائے، چاہے وہ اس کی اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن بچو! یاد رکھو کہ موت کا فرشتہ بھیانک صورت میں ایسے انسان کے پاس ہی آتا ہے جو برا انسان ہوتا ہے، اچھا عمل نہیں کرتا۔ اور جو انسان نیک ہوتا ہے، اور اچھے عمل کرتا ہے، نماز، روزہ کرتا ہے، اس کے پاس بہت خوبصورت شکل میں آتا ہے، اور اسی وجہ سے نیک اور اچھے انسان کو موت سے گھبراہٹ نہیں ہوتی، اور برے انسان کو گھبراہٹ ہوتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ گھر کا دروازہ بند رکھنا چاہئے، ورنہ کتا وغیرہ گھر میں آ کر چیزوں کو خراب کر دیتا ہے، اور نقصان ہو جاتا ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو ایسی دعا نہیں کرنی چاہئے، اور اسے موت سے پہلے نیک عمل کر کے اور گناہ سے بچ کر موت کی تیاری کرنی چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... یہ بوڑھی عورت کیا دعا کرتی تھی؟

(۲)...... جب بوڑھی عورت نے کتے کو دیکھا تو اسے کیا سمجھا؟

(۳)...... بوڑھی عورت نے موت سے ڈر کر کیا کہا؟



ایک بے وقوف بڑھیا اور باز

پیارے بچو! پرانے زمانے میں کسی جگہ ایک بوڑھی عورت رہا کرتی تھی، اس عورت کی ساری زندگی اپنے گھر میں رہتے ہوئے ہی گزر گئی تھی، اور اسے دنیا کی باتوں کا کچھ زیادہ پتہ نہیں تھا۔

ایک مرتبہ اس عورت کے گھر میں کسی کا پلا ہوا ''باز'' اڑکر پہنچ گیا۔

بچو! باز ایک کبوتر سے بڑا جانور ہوتا ہے، جس کے منہ کی چونچ اور پنجے کچھ ٹیڑھے ہوتے ہیں۔

اس بوڑھی عورت نے اس سے پہلے کبھی کسی باز کو دیکھا نہیں تھا، اس نے باز کو پکڑ لیا، اور جب اس کی چونچ اور پنجوں کو ٹیڑھا دیکھا، تو سوچنے لگی کہ بے چارہ کتنی مصیبت میں ہے، ٹیڑھی چونچ سے تو اسے کھانا کھانے میں بڑی مشکل ہوتی ہوگی، اور ٹیڑھے پنجوں سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہوگا، اور شاید یہ باز اسی لئے پریشان ہوکر مدد کے لئے میرے پاس آیا ہے۔

اس بوڑھی عورت نے باز پر رحم اور ترس کھاتے ہوئے قینچی سے اس کی چونچ کا آگے والا حصہ کاٹ دیا، اور ٹیرھے پنجے بھی کاٹ دیئے، اور سوچا کہ اب باز کو پریشانی سے نجات مل گئی ہے۔

مگر اس بوڑھی عورت کو کیا خبر کہ باز تو اب معذور ہوگیا، کیونکہ اس کی چونچ اور پنجوں کا ٹیڑھا ہونا اس کے لئے پریشانی کی چیز نہیں تھی، بلکہ اس کے ضرورت کی چیز تھی، اور اس کے شکار کرنے کے ہتھیار تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کا اس کی ضرورت کے مطابق ہی اس کا جسم بنایا ہے، چاہے وہ ٹیڑھا ہو، یا سیدھا ہو۔

پیارے بچو! معلوم ہوا کہ کسی سے ہمدردی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا طریقہ پتہ ہو، کیونکہ جب تک طریقہ کا پتہ نہیں ہوتا، اس وقت تک دوسرے کی خدمت اور مدد کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

اسی طرح ایک آدمی نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ دوست وہ ہوتا ہے کہ مصیبت اور پریشانی کے وقت اپنے دوست کی مدد کرے، اور اس کا ہاتھ پکڑ لے۔

ہاتھ پکڑنے کا مطلب تو یہ تھا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو پریشانی سے الگ کرلے اور اس کو سہارا

دے، اور اس کی مدد کرے۔
مگر اس بے وقوف نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ مصیبت اور پریشانی کے وقت حقیقت میں ہاتھ ہی پکڑ لے۔
اب اس آدمی کا ایک دوست بھی تھا، اس نے ارادہ کیا کہ جب میرے دوست پر کوئی مصیبت اور پریشانی آئے گی تو میں اس کا ہاتھ پکڑ کر ضرور اس کی مدد کروں گا۔
ایک مرتبہ اس نے دیکھا کہ اس کے دوست کی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے، اور دونوں ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔
اس نے سوچا کہ اس وقت میرا دوست مصیبت اور پریشانی میں ہے اور مجھے اس کے ہاتھ پکڑ کر اس کی مدد کرنی چاہئے، یہ سوچ کر وہ فوراً بھاگا بھاگا اپنے دوست کے پاس پہنچا، اور جا کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے، اور دوسرے آدمی نے خوب دل بھر کے اس کے دوست کی پٹائی کی۔
اس کے دوست نے ہاتھ چھڑانا چاہے، مگر اس نے اس کے ہاتھ نہیں چھوڑے۔
جب خوب پٹائی ہوگئی اور مار پڑ گئی تو اس کا دوست اس سے ناراض ہوا کہ تم کیسے دوست ہو، تم نے میری پٹائی کرا دی۔
تو اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کی مدد کی ہے، دوست نے پوچھا کیا اس طرح مدد ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے فلاں کتاب میں یہ بات پڑھی تھی، تو اس کے دوست نے پھر اسے کہا کہ تو بے وقوف ہے، ہاتھ پکڑنے کا مطلب تو مدد کرنا ہے۔
پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ مدد کرنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اور بے وقوف انسان مدد کرنے کے نام پر کئی دفعہ مصیبت کھڑی کر دیتا ہے۔
اور اسی لئے بڑے لوگوں نے کہا ہے کہ بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہوتا ہے، یعنی بے وقوف انسان سے ہرگز دوستی نہیں کرنی چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بے وقوف انسان کو دوست بنانا چاہئے کہ نہیں؟

ایک طوطا اور بے وقوف خریدار

پیارے بچو! طوطا ایک سبز رنگ کا پرندہ ہوتا ہے، جو دیکھنے میں بہت اچھا لگتا ہے، اور جب اس پرندہ کو کچھ تھوڑا بہت بولنا سکھایا جاتا ہے تو یہ بولنا بھی سیکھ جاتا ہے، مگر اس کو بولنا سکھانے کے لئے بہت کوشش کرنا پڑتی ہے، ایک لفظ طوطے کے سامنے بار بار بولنا پڑتا ہے، تب جا کر طوطا انسانوں کی بات کا نقل کرنا اور بولنا سیکھتا ہے۔

لیکن بعض طوطے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بولنا نہیں سیکھ سکتے، ہاں اپنی آواز میں ضرور بولتے ہیں، مگر انسانوں کی کسی بات کی نقل نہیں کر پاتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آدمی نے ایک طوطا پالا اور اسے مختلف باتیں بولنا سکھائیں، اور ایک بات یہ بھی سکھائی کہ ''اس میں کوئی شک نہیں''

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ طوطے نے اور تو کوئی بات بولنا سیکھی نہیں، مگر صرف یہی بات بولنا سیکھی:

''اس میں کوئی شک نہیں''

اب جب بھی یہ طوطا بولتا تو یہی بات کرتا:

''اس میں کوئی شک نہیں''

طوطے کے مالک نے بہت کوشش کی کہ اس کو اور کوئی بات بھی بولنا آ جائے، طوطے کو اور کوئی بات کرنا نہیں آئی، شاید طوطے نے سمجھا ہو کہ بس مجھے تو ایک ایسی بات بولنا آ گئی ہے جو میرے لئے کافی ہے، اور اب مجھے دوسری کوئی بات سیکھنے کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جب بھی اس طوطے سے مالک یا کوئی اور بات کرتا تو وہ ہر بات کے جواب میں یہی کہتا:

''اس میں کوئی شک نہیں''

چاہے کوئی غلط بات کہتا یا صحیح بات کہتا، جھوٹ بولتا یا سچ بولتا، طوطا ہر بات میں یہی کہتا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

طوطے کا مالک تھوڑے دنوں کے بعد طوطے کی اس عادت اور اس حرکت سے تنگ آ گیا، اور

طوطے سے ایک بات سنتے سنتے اس کے تو کان پک گئے، اس لئے طوطے کے مالک نے تنگ آ کر ایک مرتبہ اس کو بیچنے اور اپنی پریشانی سے جان چھڑانے کا ارادہ کرلیا، اور سوچا کہ میں نے طوطے پر بہت محنت کی ہے، اور اسے بولنا سکھانے کی بہت کوشش کی ہے، اس لئے اس کی قیمت زیادہ لے کر ساری محنت وصول کرنی چاہئے۔

اور وہ طوطے کو بیچنے کے لئے بازار میں لے کر پہنچ گیا۔

لوگ طوطے کے مالک سے آ کر معلوم کرتے کہ اس طوطے کی کتنی قیمت ہے؟ تو وہ بہت زیادہ قیمت بتلاتا، لوگ سن کر واپس چلے جاتے۔

طوطے کے مالک نے سوچا کہ اس طرح تو یہ فروخت ہونے والا نہیں ہے، اس لئے اس نے اس کا ایک طریقہ سوچا۔

اب کی مرتبہ جب ایک اور آدمی طوطے کی قیمت معلوم کرنے کے لئے آیا، تو اس نے طوطے کی قیمت بتلائی، تو اس خریدار نے کہا کہ تم طوطے کی بہت زیادہ قیمت مانگتے ہو، کیا واقعی یہ طوطا اتنی قیمت کا ہے؟ اور اس طوطے میں کیا خوبی ہے جو اس کی اتنی زیادہ قیمت ہے؟

طوطے کے مالک نے کہا کہ تم ان باتوں کا جواب خود طوطے سے معلوم کر سکتے ہو، پھر تمہیں خود ہی طوطے سے جواب ملنے کے بعد حقیقت کا پتہ چل جائے گا، کیونکہ یہ طوطا ہر بات کا ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔

یہ سن کر خریدار کو بڑا تعجب ہوا، اور سوچا کہ اگر ایسی بات ہے تو طوطے کی قیمت پھر تو کوئی زیادہ نہیں ہے۔

خریدار نے طوطے کے پنجرہ کے قریب بیٹھ کر طوطے کی طرف منہ کر کے اس سے پوچھا کہ تمہارا مالک جو قیمت بتلا رہا ہے کیا سچ مچ تم اتنی قیمت کے ہو؟

طوطا فوراً بولا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

خریدار تو بڑا خوش ہوا، اور سوچا کہ کبھی مجھ سے پہلے کوئی دوسرا خریدار آ کر اسے نہ خرید لے، اس لئے

اس نے فوراً جیب سے پیسے نکال کر طوطے کے مالک کو دیئے، اور خوشی میں دوڑتا ہوا طوطے کو اپنے گھر لایا۔

گھر آ کر طوطے سے کہا میں نے تمہیں خرید کر بہت بڑی عقلمندی کی ہے؟

طوطے نے کہا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

خریدار اور بھی بہت خوش ہو گیا، اور طوطے کی خوب خدمت اور اس کو خوب اچھی اچھی چیزیں کھلانا شروع کر دیں، کبھی طوطے کے لئے بازار سے آم لاتا، کبھی امرود لے کر آتا، کبھی اور کچھ لے کر آتا، کبھی اس کو چوری بنا کر کھلاتا۔

مگر جب طوطا ہر بات کے جواب میں ایک ہی بات کہتا تو اسے کچھ شک ہونے لگا، اس لئے اس نے طوطے سے کچھ الٹے سیدھے سوالات کیئے، جن کے جواب میں طوطا ایک ہی بات کہتا تھا، کیونکہ اسے کچھ اور بات آتی ہی کہاں تھی؟

اب تو خریدار بہت پریشان ہوا، اور طوطے کی ایک ہی بات سنتے سنتے وہ بھی تنگ آ گیا، اس نے طوطے سے ایک دن کہا کہ میں نے تمہیں خرید کر بہت بڑی بے وقوفی کی ہے۔

طوطے نے فوراً کہا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

اس آدمی نے پھر کہا کہ شاید مجھ سے بڑا بے وقوف دنیا میں کوئی نہ ہوگا؟

طوطے نے اس کے جواب میں بھی کہا:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

اس آدمی نے غصہ میں آ کر کہا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ تجھے پنجرے سے باہر نکال کر پھینک دوں، اور تجھے کچھ کھانے پینے کے لئے نہ دوں؟

طوطے نے کہا کہ:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

اس آدمی نے غصہ میں آ کر پنجرہ کھولا تو طوطا فوراً پنجرے سے باہر نکل کر اڑنے لگا، اس آدمی نے کہا کہ تو تو بڑا بے وفا نکلا، اور لوگوں نے تیرا نام جو طوطا چشم رکھا ہے، وہ بالکل صحیح رکھا ہے۔

طوطا یہ کہتا ہوا اڑ گیا کہ:

''اس بات میں کوئی شک نہیں''

پیارے بچو! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو؛ کوئی فیصلہ کرنے کے لئے جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

بلکہ فیصلہ کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح دیکھ بھال لینا چاہئے، ورنہ انسان نقصان اٹھاتا ہے، اور دھوکہ کھا جاتا ہے۔

جیسا کہ اس طوطے کے خریدار نے دھوکا کھایا۔

آج کل بھی لوگ بازار میں ایسی چیزیں فروخت کرتے ہیں جن کے اوپر خوبصورت لیبل لگا ہوتا ہے، اور اندر سے وہ چیز خراب ہوتی ہے۔

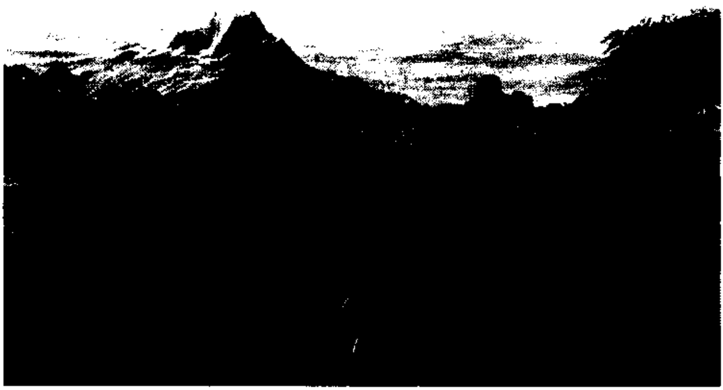
اس لئے جب کوئی چیز خریدیں تو خوب اچھی طرح اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......طوطا ہر بات کے جواب میں کیا کہتا تھا؟

(۲)......طوطے کا پہلا مالک اس سے کس لئے تنگ آ گیا تھا؟

(۳)......طوطے کو خریدنے والے نے طوطے کی کس بات سے دھوکا کھایا؟



ایک شرارتی گھوڑا اور بے وقوف مالک

پیارے بچو! کسی زمانے میں ایک آدمی کے پاس ایک گھوڑا تھا، لیکن وہ گھوڑا بہت شرارتی تھا، کام کاج بالکل نہ کرتا تھا، کھانے پینے کی ہر چیز میں بھی ناک منہ چڑھاتا تھا، اور اس گھوڑے میں کوئی اچھی عادت اور کوئی خوبی والی بات مالک کو نظر نہیں آتی تھی۔

اس لئے اس گھوڑے کے مالک نے ایک دن گھوڑے کی عادتوں سے تنگ آ کر اس کو فروخت کرنے کا فیصلہ کرلیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچنے لگا کہ میرے گھوڑے میں تو کوئی خوبی ہے ہی نہیں، اس لئے اسے تو کوئی بھی نہیں خریدے گا۔

اسی پریشانی کی حالت میں اس نے اپنے کسی دوست سے مشورہ کیا، اور کہا کہ میں اپنے گھوڑے سے بہت تنگ ہوں اور اس نے پریشان کیا ہوا ہے، کسی کام کا نہیں، اس نے مفت میں خرچہ سر پر بڑھا رکھا ہے......اس کے دوست نے اسے مشورہ دیا کہ تم فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ، وہ خرید وفروخت کرنے کا دلاّل (ڈیلر) ہے، اور وہ دلالی میں بہت چالاک ہے، ہر گھٹیا سے گھٹیا اور خراب سے خراب چیز بھی فروخت کرا دیتا ہے۔

پیارے بچو! آجکل بھی چیزیں فروخت کرانے والے دلال ہوتے ہیں، جنہیں ڈیلر یا کمیشن ایجنٹ کہا جاتا ہے اور بعض لوگ ان کو بروکر بھی کہتے ہیں، ان میں جو لوگ ایماندار نہیں ہوتے، وہ اپنا کمیشن لینے کے لئے جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں کو خراب چیزیں بھی فروخت کرا دیتے ہیں۔

گھوڑے کا مالک دوست کے کہنے پر اس دلال کے پاس چلا گیا، اور اس کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر کیا، دلال نے کہا کہ میں آپ کا گھوڑا تو فروخت کرادوں گا، مگر اس کام کے اتنے پیسے لوں گا۔

گھوڑے کا مالک تو گھوڑے سے پوری طرح تنگ آیا ہوا تھا، اور وہ ہر طرح سے گھوڑے کو فروخت کرنا چاہتا تھا، اس لئے وہ دلال (ڈیلر) کو پیسے (یعنی کمیشن) دینے پر تیار ہوگیا، اور وقت اور جگہ معلوم کر کے دلال کے پاس گھوڑا لیکر پہنچ گیا۔

دلال نے گھوڑا فروخت کرنے کی آواز لگائی تو خریدار گھوڑا دیکھنے کے لئے قریب آئے، اور معلوم

کیا کہ اس گھوڑے کی قیمت کتنی ہے؟ دلال نے گھوڑے کی بہت زیادہ قیمت بتلائی۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ اس کی قیمت اتنی زیادہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اور اس میں کیا خوبیاں ہیں جو اتنی زیادہ قیمت مانگتے ہو؟ دلال نے کہا کہ اس میں بے شمار خوبیاں ہیں۔

دلال نے کہا کہ اس پر جتنا بھی وزن لادا جائے تو یہ اس وزن کو برداشت کر لیتا ہے، اور ایک دو جتنے بندے بھی اس کے اوپر بیٹھ جائیں یہ ان کو اپنے اوپر بہت آسانی سے بٹھا لیتا ہے۔

اور جہاں اور جتنے لمبے سفر پر لے جانا چاہو، بآسانی چلا جاتا ہے، یہ گھوڑا لمبے اور پہاڑی سفر سے بھی نہیں تھکتا...... اور جہاں بٹھاؤ وہیں بیٹھ جاتا ہے...... اور جو چیز کھلاؤ وہی کھا لیتا ہے، کسی چیز سے بھی ناک منہ نہیں چڑھاتا...... اور یہ گھوڑا جب کسی کو اپنے اوپر بٹھا کر دوڑتا ہے تو اس طرح دوڑتا ہے، جیسا کہ پانی پر دوڑ رہا ہو، بس یہ سمجھ لو کہ یہ انتہائی شریف جانور ہے، دنیا جہان کی کوئی خوبی ایسی نہیں جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔

گھوڑے کا مالک بھی ساتھ کھڑا یہ سب باتیں سن رہا تھا، جب اس نے دلال کی زبان سے اپنے گھوڑے کی یہ خوبیاں سنیں تو اس نے فوراً دلال سے کہا کہ صاحب میں نے اپنا گھوڑا نہیں بیچنا،

دلال نے معلوم کیا کہ وہ کیوں؟ اس نے جواب میں کہا کہ صاحب اتنی خوبیوں والا گھوڑا اگر میں نے بیچ دیا تو پھر اس جیسا گھوڑا مجھے کہاں سے ملے گا، اور میں ایسے اچھے گھوڑے کو ہرگز نہیں بیچوں گا...... یہ کہہ کر اس نے دلال کے ہاتھ سے گھوڑے کی رسی چھڑائی اور بے وقوف اپنے گھر چلا گیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ دلال اور ڈیلر کتنے زبان دراز ہوتے ہیں کہ اپنا کمیشن لینے کے لئے اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ جس سے مالک بھی متاثر ہو جاتا ہے...... بھلا سوچنے کی بات ہے کہ اگر اس گھوڑے میں اتنی خوبیاں ہوتیں تو مالک کو پریشان ہونے اور اس کو بیچنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو عقلمند اور سمجھدار ہونا چاہئے اور اسے کسی کی باتوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجئے!

(۱)...... دلال کسے کہتے ہیں؟

(۲)...... جھوٹ بول کر کوئی چیز فروخت کرنا اچھا کام ہے کہ برا؟

لڑاکا بھائی اور عقلمند باپ

پیارے بچو! ایک آدمی کے چار بیٹے تھے، بیٹے جوان ہوگئے اور باپ بوڑھا ہوگیا، یہ چاروں بیٹے ایک دوسرے سے بہت لڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور رہنا سہنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

باپ ان سب بیٹوں کو سمجھاتا کہ دیکھو آپس میں لڑنا جھگڑنا اور نا اتفاقی رکھنا اچھی بات نہیں، اس سے تم کمزور ہو جاؤ گے، لوگ تمہیں نقصان پہنچائیں گے، اور اگر ایک ساتھ مل کر رہو گے اور لڑائی جھگڑا نہیں کرو گے تو تم مضبوط اور طاقت ور رہو گے اور لوگ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

مگر بیٹوں کو یہ بات کسی طرح سمجھ نہیں آتی تھی، اور وہ لڑنا جھگڑنا نہیں چھوڑتے تھے، اور آپس میں لڑنے جھگڑنے کی وجہ سے کافی نقصان بھی اٹھاتے تھے۔

باپ نے اپنے ان چاروں بیٹوں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن ان کو کسی طرح باپ کی بات سمجھ نہیں آئی، جب باپ بہت بوڑھا اور بیمار ہوگیا اور اسے ڈر ہوا کہ اگر میں اسی حال میں فوت ہوگیا اور میرے یہ بیٹے آپس میں لڑتے ہی رہے تو میرے بعد میرے مال اور جائیداد اور زمین کے بارے میں بھی لڑیں جھگڑیں گے اور نقصان اٹھائیں گے اور ان کے لڑنے جھگڑنے کی وجہ سے اس مال پر دوسرے لوگ قبضہ کرلیں گے، یا لڑنے جھگڑنے میں ہی سارا مال خرچ ہو جائے گا۔

ایک دن لیٹے لیٹے باپ کو خیال آیا کہ اپنے سب بیٹوں کو بہانے سے جمع کرے اور ایک تدبیر کر کے انہیں سمجھائے۔

یہ سوچ کر اس نے کسی سے ایک لمبا دھاگا منگوایا اور اس کو کئی ٹکڑے کر کے سارے دھاگوں کو ایک ساتھ ملا کر رکھ لیا۔

اور پھر اپنے سب بیٹوں کو جمع کیا اور کہا کہ اب میری زندگی کا کچھ پتہ نہیں، میں تمہیں ایک خاص وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

سب بیٹے وصیت کے نام سے جمع ہوگئے اور سوچا کہ شاید والد کو فوت ہونے سے پہلے ہمیں کچھ مال

و دولت وغیرہ دینے کا ارادہ ہو گیا ہے۔

جب سب بیٹے جمع ہو گئے تو اس نے سب کو سامنے بٹھا کر نمبروار ایک ایک بیٹے کو اپنے قریب بلایا اور کہا کہ اس دھاگے کے دو ٹکڑے کر دو، مجھے اس کے دو ٹکڑوں کی ضرورت ہے، سارے بیٹوں نے نمبروار آ کر اپنی طاقت لگائی اور زور آزمائی کی مگر کوئی بیٹا بھی دھاگے کے دو ٹکڑے نہیں کر سکا۔

جب چاروں بیٹے تھک کر بیٹھ گئے، تو باپ نے چاروں بیٹوں کو ایک ساتھ اپنے قریب بلا کر اس جمع شدہ دھاگے میں سے ایک ایک دھاگا چاروں بیٹوں کو دیا اور کہا کہ اب ہر ایک اپنے اپنے دھاگے کے دو دو ٹکڑے کر دے۔

تو سب بیٹوں نے بہت آسانی سے اپنے اپنے حصہ کے دھاگے کے دو دو ٹکڑے کر کے باپ کے سامنے پیش کر دیئے۔

باپ نے اپنے چاروں بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے پیارے بیٹو!

پہلے تم میں سے ہر ایک نے اس دھاگے کے دو ٹکڑے کرنے چاہے تو کوئی بھی دو ٹکڑے نہیں کر سکا، مگر اب تم میں سے ہر ایک نے بہت آسانی سے دھاگہ کے دو دو ٹکڑے کر دیئے، حالانکہ یہ دھاگہ وہی ہے جو پہلے تھا۔

کیا تم بتا سکتے ہو، اس کی کیا وجہ ہے؟

تو سب بیٹوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ پہلے یہ سب دھاگے اکٹھے اور ایک ساتھ جمع تھے اس لئے ان کی طاقت جمع ہونے کی وجہ سے زیادہ تھی اور وہ ہمارے توڑنے سے نہیں ٹوٹ سکے۔

مگر اب یہ الگ الگ ہو گئے تھے، اس لئے ان کی طاقت تقسیم ہونے سے کمزور ہو گئی تھی اور وہ ہمارے توڑنے سے آسانی کے ساتھ ٹوٹ گئے۔

اس پر باپ نے کہا کہ میرے پیارے بیٹو یہی معاملہ تمہارے اکٹھے محبت اور پیار کے ساتھ رہنے اور آپس میں لڑنے جھگڑنے کا بھی ہے کہ تم ایک ساتھ محبت اور پیار کے ساتھ رہو گے تو تمہیں کوئی توڑ نہیں سکے گا اور تمہاری چار حصوں کی طاقت ایک ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے زیادہ ہو گی۔ اور اگر لڑو جھگڑو گے تو تم میں سے ہر ایک کو الگ الگ جو بھی چاہے گا نقصان پہنچا سکے گا، کیونکہ اس وقت

تمہاری طاقت چار حصوں میں تقسیم ہو چکی ہوگی۔

اس مثال سے چاروں بیٹوں کے بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی اور انہوں نے آئندہ لڑائی جھگڑا ختم کرنے کا عہد کرلیا اور اسی وقت ایک دوسرے سے دل صاف کر کے ایک ساتھ محبت و پیار سے رہنے لگے۔

جب ان کے دشمنوں نے چاروں میں محبت و پیار دیکھا تو سب دشمن ڈر کر بھاگ گئے اور سوچنے لگے کہ ان چاروں سے کون مقابلہ کرے گا اور اس طرح ان چاروں بھائیوں سے سب علاقہ والے ڈرنے لگے اور ان کی عزت اور احترام کرنے لگے۔

تھوڑے دنوں کے بعد والد کا انتقال ہو گیا، مگر چاروں بیٹوں نے والد کی قیمتی وصیت کو نہیں چھوڑا۔

پیارے بچو! تم نے آپس کے لڑائی جھگڑوں کا نقصان اور محبت و پیار کا فائدہ دیکھ لیا۔

امید ہے کہ تم بھی آپس میں سب بہن بھائی محبت و پیار کے ساتھ رہو گے اور لڑائی جھگڑے سے بچو گے۔ تا کہ تمہاری بھی سب لوگ عزت کریں اور کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچائے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... سب دھاگے ایک ساتھ جمع کرنے سے طاقت کمزور ہوتی ہے، یا زیادہ؟

(۲)...... ہر دھاگے کے الگ الگ ہونے سے طاقت کمزور ہوتی ہے یا زیادہ؟

(۳)...... سب بھائیوں کے آپس میں محبت و پیار کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟



دو کام چور دوست

کسی زمانے میں دو کام چور اور انتہائی سست انسان ایک شہر میں رہتے تھے، دونوں کی عادت ایک جیسی ہونے کی وجہ سے آپس میں دوستی بھی تھی، ہر جگہ ایک ساتھ رہتے سہتے تھے، اور ہر کام میں سُستی کیا کرتے تھے، اور سُستی کرنے میں انتہاء سے کام لیا کرتے تھے، اور اپنا ہر چھوٹا چھوٹا کام ایک دوسرے پر ڈالا کرتے تھے...... اور ایسے کام چور آدمی کو کاہل اور ایسی کام چوری اور سستی کرنے کو کاہلی کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ یہ دونوں کام چور تنگ آ کر ہسپتال میں پہنچ گئے، اور جا کر کہا کہ ہم سخت بیمار ہیں اپنا علاج کرانا چاہتے ہیں؟ ڈاکٹروں نے معلوم کیا کہ تمہیں کیا بیماری ہے؟ ان کام چوروں اور کاہلوں نے کہا کہ یہ بیماری ہے کہ ہم اپنا کوئی کام نہیں کر سکتے...... ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟

کام چوروں اور کاہلوں نے کہا کہ اگر یہ بات ہمیں پتہ ہوتی تو ہم اپنا علاج خود ہی نہ کر لیتے، تمہارے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟ آخر بحث و مباحثہ کے بعد ڈاکٹروں نے ان دونوں کو ہسپتال میں داخل کر لیا...... اور انہیں ہسپتال میں ایک ساتھ دو بستر دیدیئے گئے، جس پر ساتھ ساتھ دونوں کام چور لیٹ گئے...... ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہسپتال میں کوئی بیمار صحت یاب ہوا تو اس نے اس کی خوشی میں مریضوں میں مٹھائی تقسیم کرائی۔

جب مٹھائی ان کام چوروں کے پاس پہنچی تو انہوں نے مٹائی دینے والے سے کہا کہ وہ ان کے سینے پر مٹھائی رکھ دے...... مٹھائی تقسیم کرنے والے نے دونوں کا حصہ ان کے سینے پر رکھ دیا اور چلا گیا۔

اب یہ دونوں کام چور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یار یہ مٹھائی میرے منہ میں ڈال دو۔

لیکن جواب میں ہر کام چور دوسرے سے کہتا کہ پہلے تم میرے منہ میں ڈالو، پھر میں تمہارے منہ میں ڈالوں گا...... آخر ان میں سے کسی نے بھی دوسرے کے منہ میں مٹھائی نہ ڈالی اور دونوں کام چور اسی طرح پڑے رہے، اتنے میں باہر سے ایک کتا اندر آیا، اس نے دیکھا کہ دونوں آدمی حس و حرکت نہیں کر رہے اور سوئے ہوئے ہیں، اس نے بڑے آرام سے آ کر ہر ایک کے سینے سے

مٹھائی اٹھائی اور کھا گیا...... پھر تھوڑی دیر بعد کتا آیا اور کام چوروں کی حس و حرکت نہ کرنے سے تو وہ پہلے سے ہی مطمئن تھا، اس لیے اپنی عادت کی وجہ سے آرام سے ایک کام چور کے منہ پر آ کر پیشاب کرنے لگا، اس نے دوسرے کام چور سے کہا کہ یار اس کتے کو ہٹا دو۔

دوسرے نے کہا کہ میں کیوں ہٹاؤں آپ نے کون سا میرے منہ میں مٹھائی ڈالی تھی۔

پھر تھوڑی دیر بعد یہ کتا دوسرے کام چور کے اوپر جا کر پیشاب کرنے لگا، اس نے بھی دوسرے کام چور سے کہا کہ یار اس کتے کو بھگاؤ، دوسرے کام چور نے کہا کہ میں کیوں بھگاؤں آپ نے کونسا میری مرتبہ کتے کو بھگایا تھا۔

اور اس طرح دونوں کام چور اپنی سستی کی وجہ سے کتے کے پیشاب سے نہا لیے۔

جب ہسپتال کے ڈاکٹروں کو معلوم ہوا کہ یہ تو انتہائی کام چور لوگ ہیں، اور یہ تو یہاں رہ کر بھی دوسرے لوگوں کو کام چور بنا دیں گے، اور کتوں کی گند بھی ہمارے سے صاف کرائیں گے تو انہوں نے ان کام چوروں کو وہاں سے دھکے دے کر بھگا دیا، اور کہا کہ تم لوگوں کو کوئی بیماری نہیں ہے، تم اچھے خاصے ہو کر کام چور اور سست بنے ہوئے ہو، اور تمہارا علاج ہمارے پاس نہیں ہے، اور تم خود ہی سُستی چھوڑ کر اپنا بہتر علاج کر سکتے ہو...... اور اس طرح ان کام چوروں کو بے عزت ہو کر وہاں سے نکلنا پڑا۔

پیارے بچو! کام چوری اور سستی بہت بُری چیز ہے، اس کی وجہ سے نہ انسان کا کوئی کام ہوتا ہے اور نہ ہی عزت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس کا ڈاکٹروں کے پاس کوئی علاج ہے۔

کام چوری اور سستی کا اصل علاج تو خود انسان کے اپنے پاس ہی ہوتا ہے اور کام چوری اور سُستی کا وہ علاج چُستی ہے...... یعنی جب بھی سُستی آئے تو انسان اس کو چھوڑے اور فوراً چستی کر کے اپنا ضروری کام کرے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... کاہل کسے کہا جاتا ہے؟

(۲)...... سُستی کا علاج کیا ہے؟

(۳)...... سُستی کا نقصان کیا ہے؟

دیر سے اُٹھنے والا کاہل

پیارے بچو! ایک آدمی بہت کاہل اور سُست تھا، اس کی صبح سویرے آنکھ کھل جاتی تھی، مگر وہ دیر تک بستر پر پڑا انگڑائیاں لیتا رہتا تھا، اور جب خوب دن کا حصہ گزر جاتا تب بستر سے اُٹھ کر الگ ہوا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اس کاہل اور سست آدمی سے کسی نے کہا کہ صاحب آپ کی آنکھ تو بہت جلدی کھل جاتی ہے، پھر بستر پر دیر تک لیٹ کر کیا مقدمہ بازی کرتے رہتے ہو، جو اٹھنے میں اتنی دیر لگا دیتے ہو؟

اس کاہل نے کہا کہ صاحب کیا بتلاؤں ایک بہت مشکل مقدمہ میں پھنسا رہتا ہوں، جس کا آسانی سے فیصلہ نہیں ہوتا۔

دوسرے آدمی نے کہا کہ وہ کیا مقدمہ ہوتا ہے؟

اس کاہل نے کہا کہ صاحب جب میری آنکھ کھلتی ہے تو دو آدمی میرے سامنے آ کر جھگڑنے اور بحث ومباحثہ کرنے لگتے ہیں۔

دوسرے آدمی نے کہا کہ ان کا نام کیا ہے؟

کاہل نے جواب میں کہا کہ ایک کا نام سُستی ہے، اور دوسرے کا نام چُستی ہے۔

دوسرے آدمی نے پوچھا کہ وہ دونوں آپ کے سامنے آ کر کیا بحث کرتے ہیں؟

کاہل نے جواب میں کہا کہ چستی صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ جلدی اٹھ کر کام کاج میں لگنا ضروری ہے، اس لئے جلدی اٹھنا چاہیئے۔

اور سستی صاحب کہتے ہیں کہ اتنی جلدی اٹھنا ضروری نہیں، کام کاج کے واسطے پورا دن پڑا ہے، اس لئے جلدی اٹھنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا ابھی آرام کرنا چاہیئے اور تھوڑی دیر بعد اٹھ جانا، تھوڑی دیر اور آرام کرنے سے کچھ نہیں بگڑتا۔

اسی طرح سے دونوں میں دیر تک بحث ومباحثہ رہتا ہے، اور میں دونوں کے بیانات سُن کر فیصلے کی کوشش کرتا رہتا ہوں، تم ہی انصاف سے بتاؤ کہ ایسے الجھے ہوئے مسئلہ کا فیصلہ اتنی آسانی سے کیسے

ہوسکتا ہے، اس میں وقت تو لگتا ہی ہے۔
یہ سن کر دوسرا آدمی تو حیران و پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا کہ اس احمق اور بے وقوف کو کیا کہوں، جس نے بلاوجہ کی کچہریاں اور عدالتیں لگا رکھی ہیں، اور اصل مسئلہ سُستی کا ہے، جو اس نے خواہ مخواہ میں اپنے گلے ڈال رکھا ہے، اور اس نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے جھوٹی عدالتیں اور مقدمے قائم کرر کھے ہیں۔
پیارے بچو! تمہیں چستی اور سستی کے آپس میں بحث و مباحثہ کی حقیقت معلوم ہوگئی ہوگی کہ شیطان فرضی کہانیاں ڈال کر انسان کو الجھائے رکھتا ہے، اور انسان کا وقت اور زندگی برباد کرتا رہتا ہے۔
اس لئے تمہیں چاہئے کہ صبح آنکھ کھلتے ہی بستر سے الگ ہوجایا کرو، اور وضو کر کے نماز پڑھا کرو اور تلاوت اور دوسرے ضروری کاموں میں لگا کرو۔
اور ایک اچھی ماں کی اپنے بیٹے کے لئے نصیحت کو یاد رکھا کرو، جو اپنے بیٹے کو روزانہ صبح یہ نصیحت کیا کرتی تھی کہ

اٹھو بیٹا، آنکھیں کھولو بستر چھوڑو، ہاتھ منہ دھولو
اتنا سونا ٹھیک نہیں ہے وقت کا کھونا ٹھیک نہیں ہے
سورج نکلا تارے بھاگے دنیا والے سارے جاگے
پھول کھلے ہیں رنگ رنگیلے سرخ سفید اور نیلے پیلے
تم بھی اُٹھ کر باہر جاؤ ایسے وقت کا لُطف اُٹھاؤ

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......اس آدمی کے دیر سے اُٹھنے کی اصل وجہ کیا تھی؟
(۲)......صبح آنکھ کھلتے ہی بستر پر پڑے رہنا اچھی بات ہے کہ بُری؟

سڑا ہوا چاند اور کالا حبشی

پیارے بچو! بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ بچہ کا پاخانہ (پوٹی) دھلواتی ہیں، تو اپنے ہاتھ اچھی طرح دھونے سے پہلے کسی اور کام میں لگ جاتی ہیں، اور ہاتھوں میں پاخانہ لگا رہ جاتا ہے، جو کہ اچھی عادت نہیں۔

پیشاب پاخانہ ناپاک اور گندی چیزیں ہیں، انہیں فوراً اچھی طرح دھونا چاہئے۔

تمہیں آج اس بارے میں ایک واقعہ سناتے ہیں۔

ایک عورت اپنے بچہ کا پاخانہ دھلا رہی تھی، اور اتفاق سے یہ چاند رات تھی، مگر ابھی تک چاند نظر نہیں آیا تھا۔

اس عورت کے بچہ کا پاخانہ دھلاتے وقت ہی کسی نے کہا کہ دیکھو چاند نظر آ گیا ہے یہ عورت بچہ کی طہارت کراتے ہی فوراً دوڑتی ہوئی آئی اور اپنی انگلی ناک کے قریب رکھ کر چاند دیکھنے کی کوشش کرنے لگی تو اسے بھی چاند نظر آ گیا۔

لیکن اس کی انگلی پر کچھ پاخانہ لگا ہوا تھا، اور انگلی ناک کے قریب تھی جس کی اسے بدبو آ رہی تھی مگر اسے اس چیز کا خیال نہیں تھا کہ بدبو میری انگلی سے آ رہی ہے، اس نے چاند نظر آنے کے ساتھ ہی کہا کہ اوہو اس مرتبہ تو سڑا ہوا چاند نکلا ہے، کیونکہ اس میں سے بدبو آ رہی ہے۔

مگر اس بے وقوف کو کیا خبر کہ بدبو چاند میں سے نہیں بلکہ اس کے ہاتھ میں سے آ رہی تھی۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ طہارت کر کے فوراً ہاتھوں کو خوب اچھی طرح دھو لینا چاہئے۔

دوسری یہ کہ جلد بازی میں کسی چیز میں عیب نہیں نکالنا چاہئے۔

ورنہ انسان کا عیب اپنا ہوتا ہے، مگر وہ دوسرے میں نظر آنے لگتا ہے۔

اسی طرح ایک کالے حبشی کا بھی واقعہ ہے۔

ایک کالا حبشی چلا جا رہا تھا، اس نے اتفاق سے کبھی اپنا منہ آئینہ میں نہیں دیکھا تھا، اسے راستہ میں

ایک آئینہ پڑا ہوا ملا، اس نے اس آئینہ کو اٹھایا اور منہ کے سامنے کیا تو اس میں اس کا چہرہ نظر آیا، جو اسے بہت بدنما معلوم ہوا، کالا سیاہ رنگ، بڑے بڑے ہونٹ، موٹی اور چپٹی ناک۔

تو اس نے اس آئینہ کو زمین پر پھینک کر مارا، اور کہا کہ تو اتنا بھدا اور بدنما ہے، کہ رنگ بھی کالا نظر آتا ہے، اور ہونٹ بھی موٹے نظر آتے ہیں اور ناک بھی موٹی اور چپٹی نظر آتی ہے، اور تیرے بدنما ہونے کی وجہ سے ہی شاید کسی نے تجھے یہاں پھینکا ہوا ہے، اگر تو اچھا ہوتا تو شاید تجھے کوئی یہاں نہ پھینکتا۔

اور یہ کہتا ہوا آگے چلا گیا۔

پیارے بچو! اس کالے حبشی نے اپنے چہرہ کے بدصورت ہونے کو آئینہ کا خراب ہونا سمجھا اور یہ نہیں سمجھا کہ آئینہ کا اس میں کوئی قصور نہیں، اس کے سامنے تو جیسی بھی چیز آتی ہے وہ اس کا عکس دکھلاتا ہے...... اسی طرح بعض انسانوں کی حالت ہوتی ہے کہ انہیں دوسروں کے عیب اور دوسروں کی خرابیاں تو نظر آتی ہیں، مگر اپنی خرابیاں اور اپنی برائیاں نظر نہیں آتیں۔

عقل مند انسان وہ ہے جو اپنی خرابی اور اپنے عیب کو اپنا سمجھ کر اس کو دُور کرنے کی کوشش کرے، نہ یہ کہ دوسروں کو غلط کہنے لگے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بدبو چاند میں تھی یا اس عورت کی انگلی میں؟

(۲)...... چہرہ حبشی کا بدنما تھا یا آئینہ خراب تھا؟



بُوجھ بُجھکڑ صاحب کا تجربہ

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک بہت عمر کا بوڑھا آدمی تھا، جس کا نام بوجھ بجھکڑ تھا۔ یہ ایک گاؤں میں رہا کرتا تھا۔ بعض لوگ اس کو بہت تجربہ کار سمجھتے تھے اور اس سے مصیبت کے وقت اور مشکل گھڑی میں مشورے لیا کرتے تھے، بعض دفعہ یہ ایسے غلط مشورے دے دیتا تھا کہ بہت بڑا نقصان ہو جاتا تھا، لیکن لوگ پھر بھی اس کو ماننے والے تھے، شاید وہ بھی بُوجھ بجھکڑ صاحب کی طرح کے ہی ہوں گے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ اس گاؤں کے قریب کھجور کے اونچے درخت پر ایک بھوکا آدمی چڑھ گیا اور چڑھ کر خوب کھجوریں کھائیں، جب کھجوریں کھا چکا تو اب نیچے اترنے کی فکر ہوئی، جب اس نے نیچے دیکھا تو زمین سے بہت اونچا فاصلہ نظر آیا۔

پہلے تو وہ بھوک بھوک میں کھجوروں کی خاطر اوپر چڑھ گیا تھا، اور یہ خیال بھی نہیں آیا تھا، کہ میں اتنا اوپر آ گیا ہوں، اور اب کھجوریں کھانے سے کچھ پیٹ بھی بھاری ہو گیا تھا، اس لئے اسے اب نیچے اترتے ہوئے ڈر محسوس ہو رہا تھا، اس نے نیچے زمین کی طرف دیکھا کہ شاید کوئی آتا جاتا ہو، تو اس سے اپنی پریشانی کا ذکر کرے، مگر نیچے کوئی آدمی بھی نہیں تھا۔

اب اس نے زور زور سے شور مچانا شروع کیا کہ کوئی بچائے کوئی بچائے۔

تھوڑی دیر میں ادھر سے کسی آدمی کا گزر ہوا تو اس نے اس آدمی کو دیکھ کر گاؤں کے لوگوں کو جا کر خبر کی۔

گاؤں کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور اس کے قریب جمع ہو گئے۔

وہ آدمی چیخ چیخ کر لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ کسی طرح مجھے درخت سے نیچے اتارو، ورنہ میں نیچے گر کر فوت ہو جاؤں گا۔

لوگوں نے اسے نیچے اتارنے کا طریقہ سوچا، آپس میں مشورہ کیا، لیکن کوئی طریقہ سمجھ نہیں آیا۔

آخر انہوں نے اپنے گاؤں کے تجربہ کار بوجھ بجھکڑ صاحب سے اس کا طریقہ معلوم کرنے کا فیصلہ کیا

اور بوجھ بجھکڑ صاحب کو بلایا...... بوجھ بجھکڑ صاحب نے پوری صورتِ حال دیکھ کر اور خوب سوچ کر لوگوں سے کہا کہ یہ آدمی بہت آسانی اور آرام سے محفوظ طریقہ پر نیچے آجائے گا، گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... بوجھ بجھکڑ کی بات سن کر سب لوگوں کو اطمینان ہوا، اور انہوں نے درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کو حوصلہ دلایا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، اب بوجھ بجھکڑ صاحب آگئے ہیں اور وہ آپ کو محفوظ طریقہ پر نیچے اتارنے کا انتظام کر رہے ہیں۔

بوجھ بجھکڑ صاحب نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ جلدی سے ایک مضبوط اور موٹے رسے کا انتظام کرو بُوجھ بجھکڑ صاحب کے کہنے پر لوگ ایک مضبوط اور موٹا رسا لے آئے۔

بوجھ بجھکڑ صاحب نے کہا کہ اس رسے کے ایک کنارے کو کسی طرح درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کے پاس پہنچاؤ، لوگوں نے رسے کا ایک کنارا کسی طرح محنت کر کے درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کے پاس پہنچادیا۔

بوجھ بجھکڑ صاحب نے کہا کہ اس آدمی کو کہو کہ اپنے جسم کو مضبوطی سے اس رسے کے ساتھ باندھ لے، اس آدمی نے ایسا ہی کیا۔

پھر بوجھ بجھکڑ صاحب نے نیچے کھڑے ہوئے کچھ طاقت ور لوگوں کو کہا کہ وہ اس رسے کے دوسرے کنارے کو مضبوطی سے پکڑ کر کھڑے ہو جائیں اور جب میں تم کو کہوں تو طاقت کے ساتھ اس رسے کو کھینچیں، بوجھ بجھکڑ صاحب کے کہنے پر لوگوں نے رسے کو طاقت سے کھینچا تو وہ آدمی دھڑام سے زمین پر آ کر گرا، اور گرتے ہی فوت ہو گیا۔

لوگوں نے اس کے فوت ہونے کا بوجھ بجھکڑ صاحب کو بتلایا تو بوجھ بجھکڑ صاحب نے کہا کہ ہم نے تو اس طرح رسے کے ساتھ باندھ کر بہت سے لوگوں کو کنویں سے باہر نکالا ہے اور سب زندہ سلامت نکل آئے، کوئی بھی اس طرح فوت نہیں ہوا، اور یہ میری زندگی میں اس طرح فوت ہونے کا پہلا واقعہ ہے...... اس لئے اس آدمی کے فوت ہونے میں تمہاری کوئی غلطی معلوم ہوتی ہے، شاید تم نے رسی کھینچنے میں کوئی غلطی کی ہو اور پوری طاقت نہ لگائی ہو۔

اور اس طرح بُوجھ بجھکڑ صاحب نے ان لوگوں کو دھمکا کر بھگا دیا۔

لوگ بھی احمق اور بے وقوف تھے اور بوجھ بجھکڑ صاحب کے ماننے والے بھی، اس لئے انہوں نے بھی اس میں اپنی ہی غلطی سمجھی۔

پیارے بچو! بوجھ بجھکڑ صاحب نے درخت سے نیچے اتارنے کا جو طریقہ تجویز کیا وہ سراسر غلط تھا، اور اس طریقہ کو کنویں سے باہر نکالنے کی طرح سمجھنا بھی غلط تھا، کیونکہ نیچے سے کوئی چیز اوپر کو کھینچنے اور اوپر سے نیچے کی طرف کھینچنے میں بہت فرق ہوتا ہے، اوپر سے تو وزن والی چیز خود بھی نیچے آ جاتی ہے جبکہ کسی وزن والی چیز کو نیچے سے اوپر لانے کے لئے اسے کھینچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان ہی بوجھ بجھکڑ صاحب کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ شادی کے لئے کہیں بارات جا رہی تھی، لوگوں نے بوجھ بجھکڑ صاحب کو تجربہ کار بزرگ ہونے کی وجہ سے بارات میں ساتھ لے لیا، تاکہ کسی مشورہ کی ضرورت ہو تو ان سے مشورہ کر لیں۔

اس زمانے میں بہت سے لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے، یہ بارات بھی پیدل جا رہی تھی۔

راستے میں ایک پانی کا نالہ بھی آتا تھا، جس میں بارش کے وقت زیادہ پانی ہو جاتا تھا، اور دوسرے وقت میں تھوڑا پانی ہوتا تھا، اور لوگ اس پانی میں سے آسانی سے پیدل چل کر گزر جاتے تھے۔

اس دن اتفاق سے کہیں پیچھے بارش ہوئی تھی، جس کی وجہ سے اس نالے میں پانی زیادہ آیا ہوا تھا، لیکن پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کتنا گہرا پانی ہے۔

یہاں پہنچ کر بارات پریشان ہو گئی اور بوجھ بجھکڑ صاحب سے مشورہ کی ضرورت پڑی، جب بوجھ بجھکڑ صاحب سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے سوچ کر اس کا حل نکالا۔

انہوں نے کہا کہ تم ایسا کرو کہ کوئی لمبی رسی لے کر اس میں کوئی اینٹ وغیرہ باندھ کر اس پانی میں ڈال کر دیکھو کہ کتنا فٹ پانی ہے، لوگوں نے جب ناپ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ اس میں دس فٹ گہرا پانی ہے بوجھ بجھکڑ صاحب نے دیکھا کہ اتنے سارے لوگ ہیں اور ان میں کسی کا قد پانچ فٹ سے کم نہیں، لہٰذ سب کی مجموعی لمبائی ملا کر تو بیسیوں فٹ ہو جاتی ہے، جبکہ پانی صرف دس فٹ گہرا ہے، اس لئے سب مل کر پانی میں اتریں، تو بہت آسانی سے پار اتر جائیں گے۔

اس لئے اس نے سب لوگوں کو کہا کہ تم بے فکر ہو کر پانی میں چلے جاؤ، اور میں نے حساب کر لیا ہے،

تم پانی میں نہیں ڈوبو گے...... کچھ سمجھدار لوگ تو باہر ہی رہے، مگر جو لوگ بوجھ بجھکڑ صاحب کی بات پر یقین کرتے تھے، وہ بے فکر ہو کر پانی میں چلے گئے، اور پانی میں جاتے ہی ڈوب گئے۔

لوگوں نے بوجھ بجھکڑ صاحب سے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا، غضب کیا کہ سارے کنبہ کو پانی میں ڈبوا دیا، تو بوجھ بجھکڑ صاحب نے دوبارہ حساب لگا کر کہا کہ میرا حساب صحیح ہے، وہ اپنی غلطی کی وجہ سے ڈوبے ہیں......اور یہ کہتا رہا کہ:

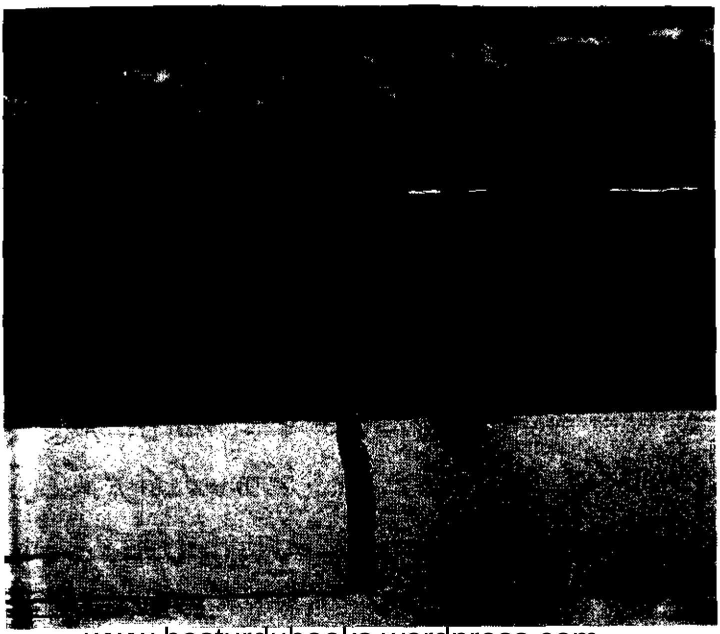
حساب جوں کا توں   کنبہ ڈوبا کیوں

پیارے بچو! بوجھ بجھکڑ صاحب نے یہاں بھی لوگوں کو اپنی بے وقوفی سے مروا دیا۔
اس سے پتہ چلا کہ بے وقوفوں کی بات کو نہیں ماننا چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بوجھ بجھکڑ صاحب نے جو دونوں واقعات میں مشورے دیئے، وہ صحیح تھے یا غلط تھے؟

(۲)...... بوجھ بجھکڑ صاحب نے درخت سے نیچے اتارنے کے لئے جو رسی سے آدمی کو نیچے کھینچوایا وہ غلط تھا یا صحیح؟



گدھے کی بے وقوفی

پیارے بچو! گدھا جانوروں میں بے وقوف جانور سمجھا جاتا ہے، اسی لیے جب کسی انسان کو بے وقوف کہنا ہوتا ہے تو بعض لوگ اس کی بے وقوفی بتلانے کے لیے اسے گدھا یا کھوتا کہتے ہیں، اور کھوتا بھی گدھے ہی کا دوسرا نام ہے۔

گدھے کی بے وقوفی کے بارے میں اس کی یہ عادت مشہور ہے کہ جب برسات کا موسم ہوتا ہے، اور جنگل میں چارہ خوب زیادہ ہوتا ہے، تو گدھا چارہ خوب زیادہ کھانے کے باوجود کمزور ہوجاتا ہے، اور جب جنگل میں چارہ کی کمی ہوتی ہے اور اس کو کم کھانے کو ملتا ہے، تو یہ چارہ کم کھانے کے باوجود موٹا تازہ ہوجاتا ہے۔

جب لوگوں نے اس کی وجہ معلوم کی تو پتہ چلا کہ گدھا چارہ کھاتے وقت دائیں بائیں کے چارہ کو دیکھتا رہتا ہے، اگر اسے زیادہ چارہ نظر آتا ہے، جیسا کہ برسات کے موسم میں خوب چارہ اور سبزہ اُگتا ہے، تو یہ بے چارہ اس فکر میں کمزور اور دُبلا ہوتا چلا جاتا ہے، کہ اتنا سارا چارہ موجود ہے، اور مجھ سے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا جاسکا، یعنی گدھے کی اس پر نظر ہوتی ہے کہ چارہ تو سب موجود ہے، اور جو کچھ کھالیا، اس پر نظر نہیں ہوتی۔

اور جب خشک موسم ہوتا ہے اور چارہ وسبزہ کم اُگتا ہے، تو تھوڑا کھانے کے باوجود گدھا دیکھتا ہے دائیں بائیں چارہ نہیں ہے، وہ تو یہ سمجھ کر خوش ہوتا رہتا ہے کہ میں نے دائیں بائیں کا سارا چارہ کھالیا ہے۔

یہ گدھے کی بے وقوفی کی نشانی ہے۔

آؤ آج تمہیں گدھے کی بے وقوفی کے چند قصے سُناتے ہیں۔

ایک آدمی کے گھر میں ایک گدھا اور خرگوش پلے ہوئے تھے، خرگوش اوپر نیچے اُچھلتا اور کودیاں مارتا، تو مالک اس سے بہت خوش ہوتا، اور اس کو اپنے ہاتھ سے روٹی کھلاتا، اور کبھی انڈا دودھ میں گھول کر پلاتا اور گود میں بٹھا کر پیار کرتا۔

گدھا بھی اپنی جگہ کھڑا ہو کر غور سے یہ منظر دیکھتا رہتا تھا۔

ایک دن گدھے نے سوچا کہ یہ تو بڑا ظلم ہو رہا ہے، میں دن بھر وزن اُٹھاتا ہوں، اور کام کاج کرتا ہوں، مگر مجھے مالک کبھی نہ تو گود میں بٹھاتا ہے، اور نہ ہی دودھ پلاتا ہے، اور یہ کمبخت خرگوش کام کا نہ کاج کا اور سیر پکے اناج کا، مفت میں یہاں روٹیاں توڑ رہا ہے، اور انڈے دودھ پی پی کر مزے لے رہا ہے، اور مالک کی ساری مہربانیوں کو اپنی طرف کر رہا ہے، کیوں نہ مجھے بھی خرگوش کی طرح اچھل کود کر کے مالک کی مہربانیوں سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

یہ سوچ کر گدھے نے بھی اگلے دن اُچھلنا کودنا شروع کر دیا، اور زور زور سے اپنے پاؤں اوپر اُٹھا کر کودیاں مارنا شروع کر دیں۔

جب مالک نے گدھے کی یہ حرکت دیکھی تو اس نے سوچا کہ شاید گدھے کو مکھی، مچھر وغیرہ تنگ کرتے ہوں گے، اس لیے ایسا کرتا ہے، اس لیے گدھے کو کچھ نہ کہا۔

گدھے نے سوچا کہ شاید ابھی مالک نے مجھے صحیح طرح نہیں دیکھا، یا ابھی میرے اُچھلنے اور کودنے میں کوئی کمی ہے۔

اگلے دن پھر گدھے نے اور زور زور سے اُچھلنا اور کودنا شروع کیا، مالک اس کے قریب آیا کہ دیکھے شاید گدھے کو کوئی مکھی، مچھر تو تنگ نہیں کر رہا۔

مالک نے دیکھا کہ نہ کوئی مکھی ہے، اور نہ مچھر ہے، بلا وجہ میں ہی گدھا کودیاں لگا رہا ہے، اور شرارت کر رہا ہے، یہ دیکھ کر مالک کمرے میں ڈنڈا لینے کے لیے گیا، گدھے نے سوچا کہ شاید میرے لیے اندر سے روٹی اور انڈا، دودھ وغیرہ لینے گیا ہے، اس لیے اور زور زور سے اُچھلنا شروع کیا تا کہ مالک اور خوش ہو کر زیادہ سے زیادہ دودھ وغیرہ لائے۔

مالک نے اندر سے ڈنڈا اٹھایا اور فوراً باہر آ کر گدھے کی کمر پر زور زور سے چار پانچ ڈنڈے لگائے، زوردار ڈنڈے کھاتے ہی گدھا تو بے چارہ ساری اُچھل کود بھول گیا اور ہمیشہ کے لئے سکون پڑ گیا اور اپنی پہلی زندگی کو ہی غنیمت سمجھا۔

پیارے بچو! تم نے گدھے کی بیوقوفی کا نتیجہ دیکھ لیا، کہ کیا نکلا؟

گدھے کو اپنے آپ کو خرگوش جیسا جانور سمجھ کر اس جیسی حرکتیں کرنا بے وقوفی ہی کی وجہ سے تو تھا، اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ خرگوش کے اچھلنے کودنے سے تو مالک خوش ہوتا ہے، کیونکہ خرگوش کو مالک نے پالا ہی اس لئے ہے تاکہ وہ اچھلے کودے اور مالک کا دل بہلائے اور مالک کو خوش کرے۔
لیکن مالک میرے اچھلنے کودنے سے خوش نہیں ہوگا بلکہ الٹا ناراض ہوگا اور انڈے روٹی کے بجائے ڈنڈے اور سوٹی ملے گی۔

پیارے بچو! بڑوں کی کہاوت ہے کہ ''جس کا کام اسی کو ساجھے''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا جو کام ہوتا ہے وہ اسی کو کرنا اچھا ہوتا ہے۔

پیارے بچو! اب ہم آپ کو گدھے کا ایک اور واقعہ سناتے ہیں۔

ایک آدمی نے گھر میں ایک بیل (یعنی ویڑا) اور ایک گدھا پالا ہوا تھا۔

گدھے کا تو کام کم ہوتا تھا، اس لئے وہ تو زیادہ تر دن میں گھر میں کھڑا کھڑا چارہ کھاتا رہتا، اور بیل بیچارہ صبح کو کھیت میں چلا جاتا اور وہاں جا کر دن بھر کبھی کھیت میں ہل چلاتا، کبھی کنویں سے پانی کھینچتا اور شام کو اپنے اور گدھے کے لئے چارہ بھی لاتا، اور دوسری چیزیں بھی لاد کر لاتا۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں کھیت میں فصل بونے سے پہلے زمین کی مٹی کو نرم کرنے کے لئے لکڑی اور لوہے سے خاص طرح کی بنی ہوئی ایک چیز بیل سے چلوائی جاتی تھی، جس کو ہل کہا جاتا تھا، اور کھیت کے لئے کنویں سے بیل سے پانی بھی کھنچوایا جاتا تھا اور بیل کے پیچھے لکڑی کی گاڑی باندھ کر اس پر سامان لانے لے جانے کا کام لیا جاتا تھا، جس کو بیل گاڑی کہا جاتا تھا۔

ایک مرتبہ گدھے نے شام کے وقت بیل سے کہا کہ یار مالک تم پر بڑا ظلم کرتا ہے، صبح سے شام تک تم سے بہت زیادہ کام کاج کراتا ہے اور ڈنڈے بھی مارتا ہے۔

بیل نے کہا کہ یار میں کیا کروں مجبور ہوں۔

گدھے نے کہا کہ میں تمہیں اس مصیبت سے بچنے کا ایک طریقہ بتلاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آج رات کو چارہ کم کھاؤ اور اپنے آپ کو مالک کے سامنے بیمار ظاہر کرو اور صبح کو جب مالک کام پر لے جانے کے لئے آئے تو زمین پر گر جاؤ اور لیٹ کر لمبے لمبے سانس لینے لگو اور آنکھیں بند کر لو۔

مالک بیمار سمجھ کر تمہیں کام پر نہیں لے جائے گا، اور تمہاری دن بھر کے لئے کام سے جان چھٹی رہے گی

بیل نے گدھے کے مشوہ پر عمل کیا مالک نے بیل کو جب دیکھا کہ چارہ نہیں کھا رہا، تو اس کی بڑی خدمت کی اس کو پیار کیا، اور اسے اچھا چارہ بنا بنا کر پیش کیا، لیکن بیل نے ناک سے سونگھ کر چھوڑ دیا، اور صبح کو بھی گدھے کے مشورہ پر عمل کیا۔

بالآخر مجبور ہو کر گھر کے مالک نے بیل کو تو اپنی جگہ رہنے دیا اور گدھے کو گاڑی میں جوڑ کر ڈنڈے مارتا ہوا کھیت میں لے گیا اور کھیت میں لے جا کر دن بھر ہل بھی چلوایا۔

گدھے نے نہ کبھی بیل گاڑی چلائی تھی اور نہ ہی کبھی ہل چلایا تھا، بیچارہ دن بھر ڈنڈے کھاتا رہا، اور مالک کی باتیں بھی سننے کو ملیں کہ کمبخت سستی دکھاتا ہے، اب تو بیل بوڑھا ہو گیا ہے اور دوسرے بیل خریدنے کے پیسے نہیں ہیں، اب تو بیل کے حصہ کا سارا کام تجھ ہی کو کرنا پڑے گا۔

شام کو جب گدھا ڈنڈے کھا کر تھکا ہارا گھر میں آیا تو بیل کے سامنے دن بھر کی مصیبت کی کہانی سنائی بیل نے خوش ہو کر کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے، مشورہ تو آپ کا ہی تھا۔

تھوڑی دیر بعد گھر میں مالک کے کچھ دوست آ گئے اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں، دوست نے بیل اور گدھے کا حال چال پوچھا۔

مالک نے کہا کہ سسرا بیل تو لگتا ہے کہ بوڑھا ہو گیا ہے، اب کام کاج کے قابل نہیں رہا، اور اس بوڑھے بیل کو تو شاید کوئی خریدے گا بھی نہیں، دیکھتا ہوں اگر ٹھیک نہ ہوا تو کسی قصائی کو بلا کر اسے فروخت کر دوں گا، وہ ذبح کر کے گوشت فروخت کر دے گا۔

اور جہاں تک گدھے کا سوال ہے تو اب بیل کا کام تو اس گدھے سے ہی لینا پڑے گا، اور ابھی اسے گاڑی اور ہل چلانے کی عادت نہیں ہے، کمبخت کچھ سُستی بھی دکھاتا ہے، جب ڈنڈے پڑیں گے خود سیدھا ہو جائے گا۔

مالک کی یہ بات سُن کر گدھے اور بیل دونوں کے تو کان کھڑے ہو گئے اور ہوش ٹھکانے آ گئے۔

بیل نے گدھے سے کہا کہ لے تیرے مشورہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ تو بھی مصیبت میں پڑا، اور میری بھی خیر نہیں خیر گدھے اور بیل دونوں نے یہ باتیں سُن کر اس پر اتفاق کیا کہ پہلے والی زندگی گزارنا اچھی ہے، یہ

سارا ڈرامہ ختم کرو تا کہ دونوں سے مصیبت ٹلے۔

رات کو مالک نے بیل کو چارہ ڈالا تو اس نے مزہ سے خوب کھایا اور صبح کو بھی سیدھے منہ کھیت پر چلا گیا، اور اس طرح گدھے سے بھی مصیبت ٹل گئی اور بیل بھی قصائی کی چھری سے بچ گیا۔

پیارے بچو! تم نے دیکھا کہ بے وقوف گدھے کے مشورہ کا کیا نتیجہ نکلا کہ دونوں ہی کی مصیبت آ پڑی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بے وقوف کا مشورہ جس طرح دوسرے کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے، اسی طرح مشورہ دینے والے کے حق میں بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔

اس لئے بے وقوف سے مشورہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ عقلمند سے مشورہ کرنا چاہئے۔

اور اسی طرح جو انسان کسی معاملہ سے واقف نہ ہو، اس سے بھی مشورہ نہیں کرنا چاہئے، جس طرح کہ گدھا بیل اور کھیتی کے معاملات سے واقف نہ تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ بیل کو تو مالک نے اسی کام کے لئے رکھا ہوا ہے، اگر وہ اپنا کام نہ کرے گا تو پھر اس کے رکھنے کا کیا فائدہ رہے گا۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی پتہ چلی کہ ہر انسان کو اپنا کام صحیح صحیح کرنا چاہئے اور کام چوری یا دھوکہ بازی سے کام نہیں لینا چاہئے، جس طرح کہ بعض بچے جھوٹ موٹ میں اپنے آپ کو بیمار ظاہر کر کے پڑھائی سے چھٹی کر لیتے ہیں، اس کا بہت بڑا نقصان ہے۔

پیارے بچو! تمہیں گدھے کی بیوقوفی کا ایک اور واقعہ سناتے ہیں۔

بچو! جس طرح جانوروں میں گدھا بے وقوف جانور سمجھا جاتا ہے، اسی طرح جانوروں میں بھیڑیا اور لومڑی بہت چالاک جانور سمجھے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ بھیڑیئے اور لومڑی نے ایک گدھے کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔

اور کہا کہ ہم نے بڑے بڑے ظلم اور گناہ کیئے ہیں اس لئے ہم سب کو کسی مبارک جگہ جا کر توبہ کرنی چاہئے لومڑی اور بھیڑیے نے اس طرح میٹھی میٹھی باتیں کر کے گدھے کو اپنے خاندان سے الگ کر کے اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے تیار کر لیا۔

اور بھیڑیا، لومڑی اور گدھا تینوں کسی ایک طرف ویران جگہ چلے گئے۔

وہاں پہنچ کر گدھے نے کہا کہ بھائیو پہلے تم اپنے اپنے گناہوں کا ذکر کر کے توبہ کرو، بعد میں میں توبہ

کروں گا۔

بھیڑیئے نے کہا کہ ہائے میری مغفرت کیسے ہوگی اور قیامت کے دن مجھ پر کیا گزرے گی، میں نے تو ایسا ظلم کیا ہے کہ جب مجھے یاد آتا ہے تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چالاک لومڑی نے کہا کہ وہ کیا ظلم تھا؟

بھیڑیا بولا کہ:

ایک کمبخت بکری کے چار بچے تھے، وہ بکری اپنا پیٹ بھرنے کے لئے گھر سے باہر جا کر دائیں بائیں چارہ کھاتی پھرتی رہتی تھی اور بچوں کا کوئی خیال ہی نہیں کرتی تھی، بکری کی اپنے بچوں پر یہ بے رحمی مجھ سے دیکھی نہ گئی اور میں نے اس بکری کو کھا کر قصہ صاف کر دیا۔

پھر میں نے سوچا کہ اب بکری کی ماں تو کمبخت رہی نہیں، اور یہ سارے بچے ماں کے بغیر بھوکے مر جائیں گے، ان کے کھانے پینے کا اب کون انتظام کرے گا؟

یہ سوچ کر میں نے اس کے ایک بچہ کو کھا کر اس کا مسئلہ حل کر دیا۔

پھر میں نے سوچا کہ اب یہ دوسرے بچے ماں کے بغیر اور اپنے بھائی کے غم میں کیسے زندہ رہ سکیں گے، یہ تو رو رو کر مر جائیں گے، اس لئے میں نے ان تینوں کو بھی چیر پھاڑ کر اس غم سے نجات دلا دی۔

پیارے بچو! بھیڑیے کی یہ ساری باتیں اس کی مکاری اور چالاکی کی نشانی تھیں، کہ اپنے ظلم کی داستان بھی ایسے انداز میں سنائی کہ اس میں بھی اپنا قصور نہیں مانا۔

اور جب تک اپنی غلطی کو نہ مانا جائے اس وقت تک توبہ کیسے ہو سکتی ہے؟

لیکن چاپلوس لومڑی بھی بھیڑیے کی خالہ تھی، اس نے بھیڑیئے کی باتیں سُن کر کہا کہ اے رحم دل، کیوں روتا ہے؟ اور بلا وجہ میں کیوں دل چھوٹا کرتا ہے، اس میں رونے اور افسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

بے شک تو نے بکری اور اس کے بچوں کو چیر پھاڑ کر مارا ضرور ہے، لیکن اللہ میاں تو نیت کو دیکھتا ہے، میں اللہ میاں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تیری نیت ہر دفعہ اچھی اور بھلائی کی تھی، بکری کو مارنا تو ضروری

تھا ہی، کیونکہ وہ بچوں کی خبر گیری نہیں کرتی تھی۔

رہا بچوں کا معاملہ! تو اس معاملہ کو بھی اللہ میاں خوب جانتے ہیں کہ تو نے ان کا قصہ بھی اس لئے پاک کیا تا کہ ان کو یتیمی اور ماں کے بغیر زندہ رہنے کے غم سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے، اس لئے تجھے افسوس اور غم نہیں کرنا چاہئے۔

اور اللہ سے ثواب کی امید رکھنی چاہئے، اللہ بڑا رحیم اور کریم ہے، اگر تجھ جیسے پاک ذات اور رحم دل کو قیامت کے دن عذاب ہوگا تو پھر عذاب سے کون بچے گا؟

پھر لومڑی نے کہا کہ مشکل تو مجھ کمبخت کی ہے کہ معلوم نہیں کہ میرا قیامت میں کیا حال ہوگا، اور میرے ساتھ کیا گزرے گی، میں نے تو وہ کام کیا ہے کہ شاید سارے ہی جانور میرے اس کام سے پناہ مانگیں گے؟

بھیڑیئے نے کہا کہ وہ کیا کام تھا؟

لومڑی بولی کہ ایک گھر میں منحوس بہت سی مرغیاں پلی ہوئی تھیں، جن میں مرغی کے بچے بھی تھے، لیکن یہ رات بھر آپس میں اس قدر لڑتی جھگڑتی تھیں کہ خدا کی پناہ۔

پھر اوپر سے صبح ہونے سے پہلے ہی مرغ اذان دے دے کر لوگوں کی نیند خراب کر دیتے تھے، نہ رات کو سونے دیتے اور نہ صبح کو۔

اور رہا دن کا معاملہ تو یہ مرغیاں دن بھر بھی گلی محلّہ میں اس قدر گند مچاتی تھیں کہ جہاں دیکھو وہیں بیٹ، صرف مرغیوں کا گھر ہی نہیں سارا محلّہ گندگی سے بھرا ہوا تھا، لوگوں کو چلنا پھرنا مشکل تھا۔

پھر اوپر سے برتنوں میں پانی پینے کے لئے منہ ڈال کر الگ گندا کیا کرتی تھیں۔ سارے گھر اور محلّہ پر قیامت برپا تھی، گھر والوں اور محلّہ والوں کی یہ حالت دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے ایک رات ان کے ڈربے میں گھس کر سب کو کھا پی کر برابر کیا۔

یہ داستان سنا کر لومڑی نے زور زور سے رونا شروع کیا۔

لیکن مکار بھیڑیئے نے فوراً لومڑی کو تسلی دینی شروع کی کہ اے نیک بی بی اتنی کیوں روتی ہے، اس میں تیرا کچھ گناہ نہیں، وہ سب مرغیاں اسی سزا کے قابل تھیں۔

تم نے جو کچھ کیا انسانوں کی فلاح اور سکون کے لئے کیا، اور اللہ میاں بڑے انصاف والے ہیں وہ ضرور قیامت کے دن تجھے اس عمل کا ثواب دیں گے۔

گدھا بھی کھڑا یہ سب داستان سُن رہا تھا، اور بھیڑیئے اور لومڑی کی رحم دلی سے متاثر ہو رہا تھا، ان کی طرف سے کوئی نقصان پہنچنے کا تو اسے کوئی خطرہ ہی نہ تھا، اور اس طرف سے وہ بالکل بے فکر تھا۔

پھر بھیڑیئے اور لومڑی نے مل کر کہا کہ میاں گدھے اب تمہاری باری ہے۔

تم نے تو بڑے بڑے ظلم کئے ہوں گے، تم بھی تو اپنی غلطیوں کی معافی چاہو، گدھا تو بھیڑیئے اور لومڑی کی باتیں سُن کر پہلے ہی مطمئن ہو گیا تھا کہ اگر ایسے بڑے بڑے گناہ بھی معاف ہو سکتے ہیں تو میرا کیا ذکر، میں نے تو کبھی ایسا کوئی گناہ کیا ہی نہیں، لیکن آخر توبہ تو کرنی تھی، اس لئے اس نے اپنی غلطی کو یاد کر کے کہا۔

کہ اللہ میاں آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور میرے ساتھ میرے یہ پیارے دوست بھیڑیا اور لومڑی بھی گواہ ہیں کہ نہ میرے سینگ ہیں کہ کسی کو ماروں، اور نہ میرے پنجے ہیں کہ کسی کو چیروں اور نہ ہی بھیڑیئے بھائی اور لومڑی بہن کی طرح تیز دانت ہیں کہ کسی کو پھاڑوں، ہاں ساری زندگی میں مجھ سے دو غلطیاں ہوئی ہیں۔

ایک تو یہ کہ میں بہت بھوکا تھا اور مجھ پر گھاس لدی ہوئی تھی جو اگرچہ میرے ہی لئے تھی، لیکن میں نے مالک کی اجازت کے بغیر سخت مجبور ہو کر اس میں منہ ڈال کر تھوڑی سی کھالی تھی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ ایک دن میں گلی میں چلا جا رہا تھا، گلی میں کھیلنے والے شرارتی بچے بھی مجھے چھیڑنے لگے، میں نے ان کی شرارت سے بچنے کے لئے ان کی طرف پیچھے سے اپنی لات چلائی، جس سے وہ بیچارے ڈر کر بھاگ گئے مگر لات ان کو لگی نہیں، لیکن میں پھر بھی اپنی غلطیوں کو مانتا ہوں، آپ کریم ہیں، یقیناً مجھے معاف کر دیں گے۔

یہ سُن کر بھیڑیا بولا کہ ظالم تجھے شرم نہیں آتی، اتنے بڑے بڑے گناہ کر کے پھر معافی کی امید رکھتا ہے، تو نے مالک کی گھاس چرا کر کھائی، اور اپنے مالک کا بھی خیال نہیں کیا، ایسے چوروں اور خائنوں کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں اور پھر اوپر سے دوسرا جرم یہ کیا کہ بیچارے معصوم بچوں کی

طرف لات چلائی، اتنے چھوٹے بچے کہ اگر تیری لات کسی کو لگ جاتی تو وہ معصوم تو وہیں مرجاتے یا کم از کم اگر زخمی ہی ہو جاتے، تو ان کے ماں باپ اور گھر والوں پر کیا گزرتی، سب پریشان ہوتے، ڈاکٹروں کی بھاری بھرکم فیس الگ دینی پڑتی۔

اور اگر کوئی فوت ہو جاتا تو کفن دفن اور سوگ کی پریشانیاں الگ ہوتیں۔

گدھے نے کہا کہ پھر میرا گناہ کس طرح معاف ہوگا؟ بھیڑیے نے کہا اس کا ابھی انتظام کرتے ہیں۔

اس کے بعد لومڑی بولی کہ سچ تو یہ ہے کہ اگر گدھے جیسے ظالموں کے بھی گناہ معاف ہوا کریں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے، اور ایسے ظالموں کے گناہ معاف ہونے کی تو صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کی گندگی سے دنیا کو پاک کر دیا جائے، یہ کہہ کر پہلے سے طے شدہ سازش کے مطابق بھیڑیا اور لومڑی دونوں مطمئن اور بے فکر اور اپنی غلطیوں کی طرف دھیان کئے ہوئے بے چارے غریب گدھے پر چپٹ گئے اور اس کو چیر پھاڑ کر اپنی خوراک کا انتظام کیا، اور خوشی خوشی اپنے گھر لوٹے۔

پیارے بچو! گدھے نے اپنی بے وقوفی سے بھیڑیئے اور لومڑی جیسے اپنے دشمن کو اپنا ہمدرد سمجھ کر اپنی جان گنوائی اور بھیڑیئے اور لومڑی نے اپنی مکاری سے نہ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور نہ ہی ظلم کا سلسلہ ختم کیا بلکہ غریب اور ناسمجھ گدھے کو بھی بہلا پھسلا کر اور اپنے آپ کو اس کا ہمدرد ظاہر کر کے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو بے وقوفی سے دشمن کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔

اور دشمن کو کسی بہانے سے اپنا ہمدرد نہیں سمجھنا چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......گدھے اور خرگوش والے واقعہ میں گدھے کی بے وقوفی کیا تھی؟

(۲)......گدھے اور بیل کے واقعہ میں گدھے کی بے وقوفی کیا تھی؟

(۳)......گدھے اور بھیڑیئے اور لومڑی والے واقعہ میں بھیڑیئے اور لومڑی کی چالاکی کیا تھی؟

گدھے پر یادگار سفر

پیارے بچو! پہلے زمانے میں ایک غریب آدمی نے گدھا پال رکھا تھا اور گدھے کے ذریعہ سے سامان لانے لے جانے کا کام کاج لیا کرتا تھا۔

اس آدمی کے گھر میں اس کی بیوی اور ایک بیٹا بھی رہتا تھا۔

ایک مرتبہ اس آدمی کو اپنے گاؤں سے کسی دوسرے علاقہ میں اپنے جاننے والوں کے یہاں جانا تھا، اور بیوی بچے بھی اس کے ساتھ جا رہے تھے، اور کچھ سامان بھی تھا۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں آج کل کی طرح ریل گاڑی، بس اور جہاز وغیرہ کا سفر نہیں تھا، کیونکہ اس وقت یہ چیزیں نہیں تھیں، یہ تو بہت بعد میں ایجاد ہوئیں۔

پہلے زمانے میں لوگ پیدل، یا گھوڑوں، گدھوں، اونٹوں یا بیل گاڑی وغیرہ پر سفر کیا کرتے تھے۔

اس آدمی کے پاس صرف ایک ہی گدھا تھا، اور اس آدمی نے اپنے بیوی بچہ کے ساتھ جس جگہ جانا تھا، وہاں تک پہنچنے سے پہلے درمیان میں کچھ اور آبادیاں بھی آتی تھیں۔

ان غریبوں نے سوچا کہ ہم لوگ تو پیدل چلتے ہیں اور سامان گدھے کے اوپر رکھ لیتے ہیں اور اس طرح سفر کرلیں گے۔

ان لوگوں نے گدھے پر سامان رکھا اور خود پیچھے پیچھے پیدل چلنا شروع کیا، جب اگلے گاؤں کی آبادی سے یہ لوگ گزرنے لگے تو کچھ لوگوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ دیکھو کتنے بے وقوف لوگ ہیں کہ:

''گدھا بھی رکھا ہوا ہے اور اس کے باوجود خود سارے کے سارے پیدل چل رہے ہیں''

ان غریبوں نے لوگوں کی یہ بات سُن کر سوچا کہ لوگ صحیح کہتے ہیں، ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے، اور انہوں نے مشورہ کرکے اپنے بیٹے کو گدھے پر بٹھا دیا اور خود پیدل چلنا شروع کیا، جب یہ غریب کچھ آگے پہنچے تو لوگوں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ:

''دیکھا تم نے ان بے وقوفوں کو کہ انہوں نے کل کے بچے کو تو گدھے پر بٹھا رکھا ہے اور

خود بوڑھے ماں باپ پیدل چل رہے ہیں، نہ بیٹے کو بوڑھے ماں باپ پر ترس آتا، اور نہ ہی ماں باپ کو اپنے بیٹے کو سر پر چڑھانے کا خیال آتا، بڑا ہو کر بیٹا انہیں اس ناز نخرے اور لاڈ پیار کا صحیح سبق سکھا دے گا''

غریب میاں بیوی کے دل پر لوگوں کی اس بات کا اثر ہوا، اور انہوں نے سوچا کہ واقعی لوگ صحیح کہتے ہیں ہمیں بیٹے کو اتنا سر نہیں چڑھانا چاہئے، بلکہ اسے پیدل چلنے کا عادی بنانا چاہئے تا کہ کل یہ دوسروں پر بوجھ نہ بنے اور پیدل چلنے کی عادت رہے اور ہماری بھی ضرورت کے وقت مدد کرے۔

یہ سوچ کر انہوں نے بیٹے کو گدھے سے نیچے اتار دیا اور خود دونوں میاں بیوی گدھے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اس طرح آگے چلنا شروع کیا۔

جب یہ لوگ کچھ آگے پہنچے تو لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ:

''دیکھا کیسا زمانہ آ گیا ہے، بیچارے چھوٹے بچے کا خیال ہی نہیں، یہ بچہ کیا سوچتا ہوگا کہ مجھے تو ظالموں نے پیدل چلا رکھا ہے اور خود گدھے پر چڑھے آرام سے سفر کر رہے ہیں، اور بڑا ہو کر یہ بیٹا ان سے اس کا سارا بدلہ لے لے گا، اگر ایسا ہی تھا تو ماں یا باپ کسی ایک کو بچے کے ساتھ چلنا چاہئے تھا تا کہ اس کا دل نہ ٹوٹتا اور اسے محسوس نہ ہوتا''

میاں بیوی کو لوگوں کی یہ بات اچھی لگی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان میں سے کوئی ایک نیچے اتر کر بیٹے کے ساتھ پیدل چلے۔

عورت نے کہا کہ میں بیٹے کے ساتھ پیدل چلتی ہوں۔

اب باپ تو گدھے پر سوار تھا اور بیٹا اور بیوی پیدل چل رہے تھے۔

جب کچھ آگے پہنچے تو لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ:

واہ صاحب واہ آج تو غضب ہو گیا، ظالم آدمی خود تو گدھے پر چڑھا بیٹھا ہے اور بیچاری بیوی اور معصوم بچے کو پیدا چلوا رہا ہے، بڑا ظالم ہے۔

لوگوں کی اس بات سے اس آدمی پر بہت اثر ہوا، اور اس نے خود بیٹے کے ساتھ پیدل چلنے اور بیوی کو گدھے پر بٹھانے کا فیصلہ کیا،

اب باپ اور بیٹا تو پیدل چلنے لگے، اور عورت گدھے پر سوار تھی، جب اسی طرح چلتے چلتے کچھ آگے پہنچے، تو لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ:

''آج تو تماشا ہو گیا، دیکھو جورو (یعنی بیوی) کے غلاموں کے واقعات پہلے تو سننے کو ہی ملتے تھے، آج آنکھوں سے بھی جورو کے غلام کو دیکھ لیا، بیوی کو تو آقا اور مالک بنا کر گدھے پر بٹھا رکھا ہے، اور خود بیوی کا غلام اور خادم بن کر پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔

اس آدمی نے سوچا کہ یہ لوگ بات صحیح کہہ رہے ہیں اور واقعی اس میں تو میری بڑی بے عزتی ہے۔

اب ان غریبوں کے پاس ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ میاں بیوی دونوں بیٹے سمیت گدھے پر سوار ہوں۔

اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب کو گدھے پر بیٹھ جانا چاہئے۔

پھر کسی کے لئے بھی اعتراض کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی اور ہم خیر خیریت کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔

بہر حال یہ سب افراد گدھے پر بیٹھ گئے، مگر گدھے کو ان سب کا وزن برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا اور وہ بہت مشکل سے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔

لیکن یہ لوگ کر بھی کیا سکتے تھے، کیونکہ ان کے پاس لوگوں کے اعتراض سے بچنے کی کوئی اور صورت بھی تو باقی نہیں رہی تھی۔

اسی حال میں جب کچھ آگے پہنچے تو لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ:

''اگر کسی نے ظالم نہ دیکھے ہوں تو انہیں دیکھ لو، بیچارہ غریب گدھا وزن میں دبا جاتا ہے لیکن سارا خاندان چڑھا بیٹھا ہے اور کسی کو بھی گدھے کی حالت پر رحم اور ترس نہیں آتا، ان سے تو بس اللہ میاں ہی نمٹیں گے''

جب گدھے پر سوار میاں بیوی نے یہ بات سنی تو انہوں نے سوچا کہ ''جتنے منہ اتنی باتیں'' کہاں تک لوگوں کے اعتراض سے بچنے کی کوشش کریں گے، لوگ تو کسی حال میں راضی نہیں ہوتے، اب بس یہی صورت رہ گئی کہ گدھے کو اپنے کاندھے پر لاد کر چلیں، لیکن اس پر بھی لوگ راضی نہ ہونگے، بلکہ

اور زیادہ ہنسی اڑائیں گے، پس لوگوں کو مخاطب کر کے بولے! ہمارا گدھا ہے ہم جو چاہیں کریں تمہیں اس سے کیا لینا۔

اب انہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی تھی کہ لوگ تو ہر حال میں اعتراض کرتے ہیں، کسی کی بھی اعتراض سے زبان بند نہیں کی جا سکتی۔

اس لئے ہمیں بس وہی کام کرنا چاہئے جو ہمیں صحیح لگے اور لوگوں کے اعتراضوں سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ اب انہوں نے باری باری گدھے پر بیٹھ کر سفر مکمل کیا اور اپنی جگہ پہنچے۔

اور اس طرح یہ سفر جس طرح ان غریبوں کے لئے یادگار ثابت ہوا، سبق آموز بھی ثابت ہوا۔

پیارے بچو! اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو لوگوں کے اعتراضوں سے متاثر ہو کر اپنا کام خراب نہیں کرنا چاہئے۔

اسی لئے بڑوں نے کہا ہے کہ:

"سنو سب کی اور کرو من کی"

جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی کوئی اعتراض کرے یا مشورہ دے تو سب کی بات سننی چاہئے اور کام وہی کرنا چاہئے جو اپنے آپ کو صحیح لگے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......سب سے پہلے گدھے پر ان غریبوں میں سے کون بیٹھا تھا؟

(۲)......سب سے آخر میں گدھے پر کون بیٹھا تھا؟

(۳)......آخر میں ان لوگوں کے اعتراضوں سے تنگ آ کر ان غریبوں نے کیا فیصلہ کیا تھا؟



اندھیری رات کا سفر

پیارے بچو! پہلے زمانے میں بہت سے لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے، اور پہلے زمانے میں بجلی بھی نہیں تھی، اس لئے راستہ میں اندھیرا بھی ہوتا تھا۔

اسی زمانے کی بات ہے کہ ایک چچا اور بھتیجا ایک گھر میں رہتے تھے، بھتیجے کو ضروری کام سے کہیں سفر پر جانا پڑ گیا، اور اس نے رات کے وقت ہی سفر پر جانے کا ارادہ کیا۔

چچا نے کہا کہ بیٹا رات کے اندھیرے میں سفر نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اندھیرے میں آدمی کو اپنی جگہ پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے تم صبح ہونے پر دن میں سفر پر چلے جانا۔

لیکن بھتیجے میاں کو جلدی لگی ہوئی تھی، اس لئے چچا کی بات ماننے پر تیار نہیں تھے اور بھتیجے نے منع کرنے کے باوجود رات کے وقت ہی سفر شروع کر دیا۔

اندھیری رات میں کچھ نظر تو آتا نہیں تھا، اس لئے اندازہ سے چلنا شروع کیا۔

چلتے چلتے پوری رات گزر گئی اور صبح ہونے والی ہوگئی مگر سفر پورا نہ ہوا۔

جب صبح کی کچھ تھوڑی بہت روشنی ہوئی، تو بھتیجے میاں کو ایک مسجد نظر آئی، اسے دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ مسجد تو ہمارے گاؤں کی طرح کی ہے، شاید کسی نے ہماری مسجد کو دیکھ کر ہی اسی طرح کی بنائی ہے۔

جب کچھ آگے کو چلے تو کچھ اور گھر نظر آئے جو اپنے محلہ کی طرح کے معلوم ہوئے، ان گھروں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہاں کے لوگوں نے گھر بھی ہمارے محلہ کے گھروں کی طرح کے بنائے ہیں، شاید ان لوگوں کو ہمارا گاؤں کچھ زیادہ ہی پسند ہے۔

پھر جب کچھ اور آگے کو چلے تو اپنے گھر کی طرح کا ایک گھر بھی نظر آیا، تو اسے دیکھ کر کہنے لگے، کہ صاحب کمال ہوگیا، یہ گھر بھی کسی نے بالکل ہمارے گھر کی طرح کا بنایا ہے بلکہ لگتا ہے کہ کسی نے ہمارا گھر ہی یہاں لا کر رکھ دیا ہے۔

جب دروازے کے قریب پہنچے تو دروازے سے ایک آدمی صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد جانے کی غرض سے نکلے، جن کی شکل بالکل چچا جیسی نظر آئی۔

انہیں دیکھ کر بھتیجے میاں نے ان کو سلام کیا۔

جب انہوں نے سلام کا جواب دیا، تو آواز بھی چچا میاں جیسی معلوم ہوئی تو بھتیجے میاں ان سے کیا کہتے ہیں کہ میرے چچا بھی آپ کی طرح کے ہیں۔

اس کے جواب میں چچا میاں نے کہا کہ میرے بھتیجے بھی بالکل آپ ہی کی طرح کے ہیں۔

بھتیجے میاں نے کہا کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟...... چچا میاں نے جواب میں کہا کہ میرے ساتھ ہی رہتے ہیں...... بھتیجے میاں نے کہا کہ اب وہ کہاں ہیں؟ میں ان کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

جب بات کرتے کرتے ایک دوسرے سے کچھ قریب ہوئے تو چچا میاں نے بھتیجے میاں کو پہچان لیا اور کہا کہ آپ ہی تو میرے بھتیجے ہو...... بھتیجے میاں نے کہا کہ چچا صاحب آپ یہاں کیسے آ گئے؟

تو چچا میاں نے اس کے جواب میں کہا کہ جس طرح آپ آ گئے اسی طرح میں بھی آ گیا۔

یہ باتیں کرنے کے بعد اب بھتیجے میاں کو بات سمجھ میں آئی کہ ساری رات کا سفر کر کے تیلی کے بیل کی طرح جہاں سے چلے تھے واپس گھوم پھر کر وہاں ہی پہنچ گئے ہیں۔

پھر بھتیجے میاں کو اپنے چچا میاں کی نصیحت یاد آئی کہ اندھیرے میں سفر نہیں کرنا چاہئے۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے بڑوں کی بات ماننی چاہئے ورنہ انسان کی ساری محنت بے کار ہو جاتی ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بھتیجے صاحب ساری رات کا سفر کر کے صبح کس جگہ پہنچے تھے؟

(۲)...... چچا صاحب نے بھتیجے صاحب کو رات کے وقت سفر کرنے سے کیوں منع کیا تھا؟

(۳)...... پہلے زمانے میں راستوں میں اندھیرا کیوں ہوتا تھا؟



دولہا کی شیروانی

پیارے بچو! دولڑکے آپس میں دوست تھے، ایک دوست عمر میں کچھ بڑا تھا، اور دوسرا دوست کچھ چھوٹا تھا، بڑی عمر کا دوست کچھ مالدار بھی تھا، اور اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا تھا، اپنی بڑائی بھی لوگوں کے سامنے کیا کرتا تھا، اور دوسرے دوست کو نیچا دکھانے کی کوشش کیا کرتا تھا، یعنی یہ متکبر آدمی تھا، اور اسی کے ساتھ یہ بڑا چالاک اور مکار انسان تھا۔

تھوڑے دنوں کے بعد بڑی عمر کے دوست کی شادی ہونے لگی تو اس نے دولہا بننے کے وقت اپنے پہننے کے لئے بڑی اچھی شیروانی سلوائی اور شادی کے وقت اس کو پہنا۔

جب دوسرے دوست کی شادی کا وقت آیا تو اس نے بھی چاہا کہ شیروانی سلوائے، مگر اس کے پاس پیسے نہیں تھے، اس لئے اس نے اپنے دوسرے دوست سے کہا کہ یار میری شادی کا وقت قریب ہے، اور میرے پاس شیروانی بنانے کے لئے پیسے نہیں ہیں، تم ایک دن کے لئے اپنی شیروانی مجھے دیدو، میں دولہا بننے کے وقت شیروانی پہن لوں گا اور بعد میں فارغ ہوکر آپ کو واپس کردوں گا۔

دوست نے اپنی شیروانی اسے دیدی، لیکن دل ہی دل میں سوچا کہ شیروانی تو اسے دیدی ہے مگر لوگوں کو یہ کیسے پتہ چلے کہ شیروانی میری ہے، اور میرا دوست مجھ سے غریب ہے، اس کے پاس اپنی شیروانی بھی نہیں ہے۔

اس شیروانی دینے والے دوست نے اپنے دل میں اس بات کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

اور دوست کی بارات میں بھی ساتھ ساتھ رہنے کی کوشش کی۔

جب بارات اپنی جگہ پہنچ گئی تو جس جگہ بارات جاکر ٹھہری، وہاں کچھ لوگوں نے آکر معلوم کیا کہ:

''دولہا میاں کونسے ہیں؟''

دولہا کا یہ دوست تو پہلے سے اس موقع کے انتظار میں ہی تھا، اس لئے اس نے فوراً جواب دیا کہ:

''دولہا میاں یہ ہیں اور شیروانی میری ہے''

جب یہ لوگ وہاں سے چلے گئے تو دولہا نے اپنے دوست سے کہا کہ یار تم بہت بے شرم آدمی ہو، تم

سے ان لوگوں نے دولہا کا معلوم کیا تھا، شیروانی کا تو معلوم نہیں کیا تھا، پھر تم نے یہ کیوں کہا کہ:

''شیروانی میری ہے''

اب جو ہوا سو ہوا، مگر دوبارہ یہ بات مت کہنا۔

دوست نے وعدہ کیا کہ اب وہ یہ بات نہیں کہے گا کہ:

''شیروانی میری ہے''

تھوڑی دیر بعد پھر کچھ لوگوں نے آ کر معلوم کیا کہ دولہا میاں کونسے ہیں؟

دولہا کے دوست کو پھر اپنی بری عادت کی وجہ سے تقاضا ہوا، اور اس نے کہا کہ:

''دولہا میاں تو یہ ہیں، لیکن شیروانی ان کی نہیں ہے''

جب وہ لوگ دولہا سے مل کر چلے گئے تو دولہا اپنے دوست پر پھر غصہ ہوا کہ تم باز نہیں آتے تم نے وعدہ کر کے پھر وہی حرکت کی؟

دولہا کے دوست نے کہا کہ میں نے اپنا وعدہ نہیں توڑا، اور میں اپنے وعدہ پر قائم ہوں میں نے تو یہ وعدہ کیا تھا کہ یہ نہیں کہوں گا کہ:

''شیروانی میری ہے''

اور میں نے یہ تو نہیں کہا کہ:

''شیروانی میری ہے''

بلکہ میں نے تو یہ کہا ہے کہ:

''شیروانی تمہاری نہیں ہے''

دیکھو میں نے اپنا ذکر بالکل بھی نہیں کیا۔

دولہا نے کہا کہ تمہیں پریشانی کیا ہے اور تم شیروانی کا ذکر ہی کیوں کرتے ہو؟

دولہا کے دوست نے کہا کہ:

''اب کی مرتبہ شیروانی کا ذکر نہیں کروں گا''

دولہا کے دوست نے اگلا منصوبہ بھی تیار کر لیا، کیونکہ اس کو تو دوسرے کو نیچا دکھانے کی بُری عادت

پڑی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ پھر آئے اور پوچھا کہ دولہا میاں کونسے ہیں؟

دولہا کے دوست کو پھر اندر ہی اندر کھلبلی پیدا ہوئی اور اس نے فوراً جواب دیا کہ:

''دولہا میاں یہ ہیں، لیکن شیرانی کا کوئی ذکر نہیں''

لوگوں کو یہ بات سُن کر شیروانی کے بارے میں کچھ شک پیدا ہوا، لیکن انہوں نے شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہا۔

جب یہ لوگ چلے گئے تو دولہا نے دوست سے کہا کہ:

''تم بڑے بے شرم اور بے غیرت ہو ہر مرتبہ وعدہ کر کے اس کو توڑ دیتے ہو''

دولہا کے مکار دوست نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ بھی اپنا وعدہ نہیں توڑا، بلکہ ہر مرتبہ آپ کی بات پر ہی عمل کیا ہے۔

آپ نے پہلی مرتبہ کہا تھا کہ یہ مت کہنا کہ:

''شیروانی میری ہے''

میں نے اس کے بعد یہ بات نہیں کی، اور وعدہ پورا کیا۔

اور دوسری مرتبہ تم نے کہا تھا کہ:

''شیروانی کا ذکر نہیں کرنا''

میں نے اس پر بھی عمل کیا اور یہی کہا کہ:

شیروانی کا کوئی ذکر نہیں''

یہ سن کر دولہا نے یہ شیروانی اتار کر دوست کے منہ پر پھینک ماری اور کہا کہ یہ ساری مصیبت تمہاری شیروانی پہننے کی وجہ سے ہے، مجھے ایسی شیروانی نہیں چاہئے جس سے میری ذلت ہو، اور میری عزت خراب ہو، یہ تمہیں ہی مبارک ہو۔

اور اب دولہا کو یہ بات سمجھ آئی کہ اللہ میاں نے اپنے آپ کو جو کچھ دیا ہے صبر اور شکر کے ساتھ اس سے کام چلانا چاہئے۔

اور کسی سے کوئی چیز مانگ کر اپنی عزت خراب نہیں کرنی چاہئے۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی عزت بڑھانے کے لئے کبھی دوسرے کی چیز نہیں لینی چاہئے، ورنہ انسان کی اپنی عزت بھی خراب ہو جاتی ہے۔

پیارے بچو! اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھنا اور دوسرے کو اپنے سے گھٹیا اور بُرا سمجھنا تکبر کہلاتا ہے۔

اور تکبر اللہ میاں کو بہت بُرا لگتا ہے، کیونکہ اللہ میاں سب سے بڑے ہیں، اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا صرف اور صرف اللہ میاں کے لیے ہی خاص ہے، کسی اور کو ایسا سمجھنے سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......دولہا کی عزت کس کی شیروانی کی وجہ سے خراب ہوئی؟

(۲)......کیا کسی دوسرے سے کوئی چیز مانگنا چاہئے؟



بھیک مانگنے والی شہزادی

پیارے بچو! بھیک مانگنا بہت بُری عادت ہے، جس کو لوگوں سے بھیک مانگنے کی عادت پڑ جاتی ہے وہ پھر آسانی سے نہیں چھوٹتی۔

آؤ تمہیں اس بارے میں ایک واقعہ سناتے ہیں۔

ایک جوان عورت ویسے تو بہت خوبصورت تھی، لیکن اسے بھیک مانگنے کی بُری عادت تھی، اور وہ اس عادت کو کسی طرح چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی، ایک مرتبہ وہ بھیک مانگتے مانگتے بادشاہ کے محل کے قریب جا پہنچی۔

بادشاہ اس وقت اپنے محل میں کھڑا ہو کر باہر کی طرف دیکھ رہا تھا، جب بادشاہ نے ایک جوان خوبصورت لڑکی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو اسے اس کی حالت پر بہت رحم اور ترس آیا کہ ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی بے چاری غریب ہونے کی وجہ سے بھیک مانگ رہی ہے۔

اس نے فوراً اپنے وزیر کو بلا کر یہ لڑکی دکھلائی اور وزیر سے کہا کہ میرا بیٹا بھی جوان ہوگیا ہے، کیوں نہ اس خوبصورت جوان لڑکی کی اپنے بیٹے سے شادی کر دوں۔

اس طرح میرے بیٹے کو بھی خوبصورت بیوی مل جائے گی اور اس غریب لڑکی کا بھی غربت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

وزیر سمجھ دار تھا، اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ لڑکی شہزادی بننے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ اس کا کام بھیک مانگنا ہے اور اس کو شاہی محل کی زندگی پسند نہیں آئے گی۔

لیکن بادشاہ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، اور اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس جوان اور خوبصورت لڑکی کا نکاح کرنا ہی بہتر سمجھا۔

بادشاہ نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس جوان لڑکی کو محل میں لے آئیں، اور ادھر سے شہزادے کو بھی بلا لیا، بادشاہ کے ملازم جوان لڑکی کو بادشاہ کے محل میں لے آئے، باشاہ نے شہزادے کو یہ لڑکی دکھلا کر کہا کہ یہ لڑکی اگر تمہیں پسند ہو تو تمہاری اس سے شادی کر دیں؟

شہزادہ بھی اپنے باپ یعنی بادشاہ والی عقل رکھتا تھا، اور اس کی سوچ اپنے باپ کی سوچ سے ملتی تھی، اسے بھی یہ بھیک مانگنے والی لڑکی پسند آ گئی اور اس سے شادی کے لئے تیار ہو گیا۔

وزیر نے شہزادہ کو بھی الگ لے جا کر سمجھایا کہ یہ بھیک مانگنے والی عورت ہے آپ سے شادی ہونے کے بعد محل کا ماحول اور آپ کی عزت کو خراب کرے گی، اس لیے آپ اس سے ہرگز شادی مت کرو۔

لیکن بادشاہ کی طرح شہزادہ کو بھی وزیر کی بات سمجھ نہیں آئی، اور اس نے وزیر سے کہا کہ جب اس کو محل میں سب کچھ کھانے پینے کو ملے گا، پھر اسے بھیک مانگنے کی کیا ضرورت ہو گی؟

وزیر نے کہا کہ بڑوں نے کہا ہے کہ:

''جوادا وہ سدا''

اور کتے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی، وہ ٹیڑھی ہی رہتی ہے۔

یہ بھیک مانگنے کی ایسی عادت ہے کہ جو ختم نہیں ہوتی۔

لیکن شہزادہ کو وزیر کی بات کسی طرح سے سمجھ نہیں آئی۔

اور آخر کار شہزادہ کی اس لڑکی سے شادی ہو گئی، اور اب وہ محل کی شہزادی بن گئی۔

لیکن تھوڑے ہی دنوں میں یہ جوان عورت بہت کمزور اور دبلی پتلی ہو گئی اور بیمار رہنے لگی، اس کی ساری خوبصورتی اور جوانی ختم ہونے لگی۔

بادشاہ اور شہزادہ نے شہزادی کو حکیموں کو دکھلایا، مگر حکیموں کو کمزوری کے علاوہ کوئی بیماری نظر نہیں آئی، اور حکیموں نے شہزادی کو خوب کھلانے پلانے کا مشورہ دیا۔

لیکن شہزادی کو جتنا بھی کھلایا جاتا وہ سب ضائع چلا جاتا، کمزوری اور بیماری میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی تھی، بلکہ وہ اور زیادہ کمزور ہوتی چلی گئی۔

بادشاہ اور شہزادہ دونوں شہزادی کی کمزوری کی فکر میں غمگین اور پریشان رہنے لگے۔

ایک دن بادشاہ اور شہزادہ نے آپس میں بات چیت کرتے ہوئے وزیر کی اس بات کا تذکرہ کیا کہ وزیر نے اس عورت سے نکاح سے منع کیا تھا، شاید وزیر کو شہزادی کے مزاج کا پتہ ہو اور وہ کوئی علاج

بتلادے۔

بادشاہ نے وزیر کو مشورہ کے لئے بلایا اور وزیر کو شہزادی کی ساری حالت بتلائی۔

وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت شہزادی کی بیماری کا علاج یہ ہے کہ اسے کھانا پینا الگ کمرے میں دیا جائے، جہاں کوئی دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو۔

بادشاہ اور شہزادہ کو تو شہزادی کی صحت کی فکر تھی اور وہ اس کے لیے ہر طرح کے علاج کرنے کو تیار تھے، انہیں اگرچہ وزیر کی بات سمجھ نہیں آئی، اور انہوں نے وزیر سے معلوم کیا کہ آپ نے کوئی دوا تو بتلائی نہیں، اس طرح شہزادی کی بیماری کا کیسے علاج ہوگا؟

لیکن وزیر نے کہا کہ آپ تھوڑے دن میرے بتلائے ہوئے نسخہ پر عمل کریں تو آپ کو پھر خود سمجھ آجائے گا کہ میں نے علاج صحیح بتلایا یا غلط؟

بادشاہ سلامت اور شہزادے نے مجبور ہوکر شہزادی کو الگ کمرے میں کھانا پینا دینا شروع کر دیا، جہاں کوئی دوسرا نہ ہوتا۔

تھوڑے دنوں کے بعد شہزادی کی صحت اچھی ہونی شروع ہوگئی، اور شہزادی کی جوانی اور خوبصورتی واپس آنی شروع ہوگئی۔

شہزادی کی صحت کو دیکھ کر بادشاہ سلامت اور شہزادے کی تو جان میں جان آئی۔

لیکن انہیں وزیر سے اس علاج کا راز جاننے کی فکر ہوئی، اور انہوں نے وزیر کو بلا کر معلوم کیا کہ تم نے شہزادی پر کیا جادو کیا ہے وہ ہمیں بھی تو بتلاؤ؟

وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جس کو بھیک مانگنے کی عادت پڑ جاتی ہے وہ آسانی سے نہیں چھوٹتی۔

اور آپ کو ابھی بھی بات صحیح طرح سمجھ میں نہیں آئے گی۔

آج رات کو جب شہزادی کو کھانا دیا جائے تو آپ دونوں میرے ساتھ ایسی جگہ جمع ہوں جہاں سے ہم شہزادی کو اس طرح سے دیکھ سکیں کہ شہزادی کو ہمارے دیکھنے کا پتہ نہ چلے۔

بادشاہ نے چپ چاپ کمرے کے ایک حصہ میں دیکھنے کے لئے اس طرح سوراخ کرا دیا، جس کا

شہزادی کو پتہ نہ چلے۔

جب شہزادی کو کھانا دیا گیا، تو بادشاہ سلامت، شہزادے اور وزیر تینوں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہ شہزادی نے دروازہ بند کیا اور سارے کھانے کو کمرے کے ایک طرف لے جا کر رکھ دیا، اور خود وہاں سے دوسری طرف آ کر بیٹھ گئی۔

اور تھوڑی دیر بیٹھ کر کھانے کو دیکھتی رہی، اور پھر اٹھ کر کھانے کے قریب جا کر اور ہاتھ پھیلا کر کھڑی ہوگئی اور پکار پکار کر کہنے لگی کہ میں ایک غریب عورت ہوں کل سے کچھ کھانے کو نہیں ملا، تھوڑی سی روٹی دیدو۔

کئی مرتبہ رونے کا منہ بنا کر یہ بات کہی اور پھر وہاں سے ایک روٹی اٹھائی اور ہاتھ میں روٹی پکڑ کر پھر دوسرا ہاتھ پھیلا کر گڑگڑاتے ہوئی کہنے لگی کہ تھوڑا سالن بھی دیدو، اللہ تمہیں سلامت رکھے، سالن کے بغیر میں روٹی کیسے کھا سکوں گی۔

دو تین مرتبہ یوں ہی ہاتھ پھیلا کر صدائیں لگاتی رہی۔

اور پھر وہاں سے سالن لے کر روٹی پر رکھا، اور اپنی جگہ چلی آئی اور بیٹھ کر وہ روٹی کھائی۔

اور تھوڑی دیر کے بعد پھر کھانے کی طرف گئی اور جا کر کہا کہ

دو دن سے بھوکی ہوں، کچھ بھی نہیں کھایا، بیمار بھی ہوں، حکیموں نے روٹی کھانے سے منع کیا ہوا ہے، اللہ کے نام پر تھوڑے سے چاول دیدو۔

شہزادی دیر تک کھڑی یہی صدا لگاتی رہی۔

اور پھر وہاں سے تھوڑے سے چاول لئے، اور پھر دوسرا ہاتھ پھیلا کر کہا کہ

اللہ تمہیں زندگی دے تھوڑا سا چاولوں پر ڈالنے کے لئے سالن، چٹنی وغیرہ بھی دیدو، خشک چاول کیسے حلق سے نیچے اتریں گے۔

کئی مرتبہ یہ کہنے کے بعد چاولوں پر سالن، چٹنی وغیرہ ڈالی، اور شکریہ کہتی ہوئی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔

اور آہستہ آہستہ کھا کر، پھر میٹھا مانگنے کے لئے کھانے کے قریب گئی اور پہلے کی طرح دیر تک کھڑے ہو کر میٹھا مانگتی رہی۔

اور اسی طرح بہت دیر تک مانگنے اور کھانے میں لگی رہی۔
شہزادے سے تو یہ منظر پوری طرح دیکھا ہی نہ گیا اور وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ اس کی بیوی شہزادی ہو کر بھی بھکاری ہے۔
اور بادشاہ کو بھی فکر ہوئی کہ اگر محل کے لوگوں کو شہزادی کی اس عادت کا پتہ چل گیا تو ہماری ساری عزت تو خاک میں مل جائے گی۔
لیکن اب وہ کیا کر سکتے تھے۔
وزیر نے کہا کہ بادشاہ سلامت اور شہزادے، اب غم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، اور اب تمہارے ہاتھ سے وقت نکل چکا ہے۔
اگر آپ اس وقت میری بات مان لیتے تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔
بھیک مانگنے کی عادت شہزادی کی رگ رگ میں شامل ہو گئی ہے، اب جب تک اسے اپنی عادت کے مطابق کھانے کو نہیں ملے گا، اسے کچھ بھی کھایا پیا فائدہ نہیں دے گا۔
اور اگر شہزادی کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ اسے کوئی چھپ کر کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ مجبوراً اپنی اس عادت کو چھوڑ دے گی، لیکن پھر خوش ہو کر نہیں کھائے گی اور اس لئے کھانا پینا جسم کو نہیں لگے گا، اور اس کی صحت پھر خراب ہو جائے گی۔
اس لئے اب یہ بھکاری عورت شہزادہ کی عزت بن چکی ہے، اور شاہی محل کی زینت بن چکی ہے۔
اب اگر عزت کو باقی رکھنا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔
اور اسی طرح اس کے ساتھ زندگی بسر کرو۔
بادشاہ اور شہزادے کو اب وزیر کی بات کی حقیقت سمجھ میں آئی، اور انہوں نے اس بُری عادت لوگوں کو بچانے کے لئے ملک بھر میں قانون بنا دیا کہ جو کوئی بھیک مانگتا ہوا پایا گیا، اس کو فلاں سزا دی جائے گی۔
اور ضرورت مند غریب لوگوں کے لئے شاہی خزانہ سے امداد تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔
جس سے ملک بھر میں غربت کا بھی خاتمہ ہوا، امن وامان کی فضا بھی قائم ہو گئی۔

پیارے بچو! تم نے بھیک مانگنے کی عادت کا نقصان دیکھ لیا کہ کیا ہوتا ہے اور یہ کتنی بُری عادت ہے کہ انسان امیر اور دولت مند ہو کر بھی اپنے آپ کو غریب اور فقیر ہی سمجھتا رہتا ہے اور اس کی یہ عادت آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔

اس لئے تمہیں چاہئے کہ اس عادت سے ہمیشہ کے لئے بچے رہنے کا عہد اور پکا ارادہ کر لو۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دال روٹی تمہیں دی ہے، اسی کو کھا کر صبر و شکر سے کام لو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)..... شہزادی کو کون سی بُری عادت تھی؟

(۲)..... شہزادی شاہی محل میں آ کر کمزور کس لیے ہو گئی تھی؟

(۳)..... بھیک مانگنے کی عادت بُری ہے یا اچھی؟





گدھے پر شیر کی کھال

پیارے بچو! ایک آدمی نے گدھا پالا ہوا تھا، اور وہ اس کے کھانے اور چارہ کا خود سے کوئی انتظام نہیں کرتا تھا، کیونکہ وہ بہت ہی کاہل انسان تھا، مگر اسی کے ساتھ بہت مکار بھی تھا، اپنی مکاری سے لوگوں کو نقصان پہنچاتا اور اپنا کام چلاتا تھا، اس آدمی کے پاس اور کچھ مال و دولت تو تھا نہیں صرف یہی ایک گدھا تھا۔

یہ کاہل اور مکار آدمی چوری چھپے سے اپنے گدھے کو لوگوں کے کھیت میں چھوڑ دیتا، جس سے گدھا اپنا پیٹ بھر لیتا، لیکن جب لوگوں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے اس آدمی کو خوب برا بھلا کہا اور آئندہ کے لئے کہہ دیا کہ اگر تمہارا گدھا ہمیں اپنے کھیت میں ملا تو ہم اس کو جان سے ماردیں گے۔

اب اس آدمی کو بڑی فکر ہوئی کہ گدھے کے چارے اور کھانے کا کس طرح سے مفت میں انتظام ہوگا؟ اس نے خوب غور و فکر کر کے اس کا ایک طریقہ نکالا۔

اور وہ کسی جگہ سے شیر کی کھال لایا، اور وہ کھال روزانہ رات کے وقت اپنے گدھے کو پہنا کر لوگوں کے کھیت میں چھوڑ دیتا، اور گدھا رات بھر خوب کھاتا پیتا اور لوگوں کی کھیتیاں برباد کرتا۔

رات کے وقت جو بھی اسے دیکھتا تو دور سے ہی ڈر کر بھاگ جاتا اور اس کو شیر سمجھتا۔

لوگ تنگ آگئے کہ یہ رات کو کونسا جانور آکر کھیتی کو خراب کرتا اور نقصان پہنچاتا ہے؟

لوگوں نے رات کو چھپ کر اس جانور کو تلاش کرنے اور پکڑنے کا ارادہ کیا مگر جب یہ سنا کہ رات کو جنگل میں شیر بھی پھرتا ہے تو کوئی بھی رات کو جنگل میں جانے کی ہمت نہیں کرسکا۔

گدھے کا مالک اپنی حرکت پر بڑا خوش تھا کہ اس کا خوب چکر چل رہا ہے اور کام بن رہا ہے۔

ادھر لوگوں کی کھیتی کا نقصان ہو رہا تھا اور لوگ اس پر بار بار مشورہ کرتے کہ اس کا کیا حل نکالا جائے، لیکن جب شیر کا ذکر آتا تو ڈر بھی لگتا اور جب یہ سوچتے کہ شیر تو کھیتی اور فصل نہیں کھاتا بلکہ وہ جانوروں کا شکار کرتا ہے تو تعجب بھی ہوتا کہ یہ کیسا شیر ہے؟

ایک مرتبہ علاقہ کے لوگوں میں ایک سمجھدار اور بہادر آدمی نے رات کو اس کو قریب سے دیکھنے کی ہمت کی اور اس کا یہ انتظام کیا کہ شام کے وقت سے ہی درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی ضرورت اور حفاظت کا سامان بھی ساتھ رکھ لیا۔

جب رات کا وقت ہوا تو وہ شیر کی شکل کا جانور کھیت میں پہنچ گیا اور اس نے گھاس اور فصل کھانا شروع کی، یہ آدمی تھوڑی دیر تک تو اچھی طرح دیکھتا رہا کہ اس میں شیر والی حرکتیں ہیں یا گدھوں والی؟

اسے گدھوں والی حرکتیں دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا کہ یہ تو گدھا ہی ہے۔

اس نے تھوڑی دیر بعد گدھے کو پیچھے سے ایک پتھر پھینک کر مارا۔

جو گدھے کی پیچھے والی ٹانگ پر جا کر لگا اور گدھے نے اپنی ٹانگیں پیچھے سے زور سے اٹھائیں اور دولتی جھاڑی، جس سے اس درخت پر چڑھے ہوئے آدمی کو اور بھی اطمینان ہوا، پھر اس نے سوچا کہ اگر گدھا اپنی خاص آواز نکالتا ہے، تو اس آواز کو سُن کر دوسرا گدھا بھی اس طرح کی آواز نکالا کرتا ہے۔

اس لئے مجھے گدھے کی آواز نکالنی چاہئے، اگر یہ سچ مچ گدھا ہوا تو میری آواز سن کر وہ بھی ضرور بولے گا، اور اس طرح اس کے گدھا ہونے کا صحیح پتہ چل جائے گا۔

یہ سوچ کر درخت پر چڑھے ہوئے اس آدمی نے گدھے کی آواز میں ڈھینچوں، ڈھینچوں کرنا شروع کیا۔

یہ آواز سُن کر گدھے نے بھی اسی طرح آواز نکالنی شروع کی۔

اب اس آدمی کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ واقعی گدھا ہے، اس کے بعد یہ آدمی سکون سے درخت سے نیچے اترا، اور اپنے ہاتھ میں رسی لی، اور آہستہ آہستہ جا کر بڑی مہارت سے گدھے کے گلے میں ڈال دی اور اسے دو چار ڈنڈے لگائے، جس سے گدھا سیدھا ہو گیا اور اپنے ساتھ گھر میں لے جا کر اسے باندھ دیا۔

اور صبح ہونے پر سب لوگوں کو جمع کر کے اس گدھے کو لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ یہی وہ شیر نما گدھا

ہے جس نے کھیتیاں اور فصلیں تباہ کر رکھی ہیں، اور اس کے اوپر شیر کا صرف خول چڑھا ہوا ہے، جب اوپر سے شیر کی کھال اتاری گئی تو پتہ چلا کہ یہ تو اسی کاہل اور مکار آدمی کا گدھا ہے۔

سب لوگوں نے اس بہادر اور عقلمند آدمی کا شکریہ ادا کیا جس نے اس گدھے کو پکڑا تھا۔ اور اس کو بہت سا انعام دیا۔

سب لوگوں نے گدھے کے مالک کو بلایا اور لوگوں کا جتنا بھی کھیتی کا نقصان ہوا تھا، اس سب کا خرچہ اور نقصان اس پر ڈالا، اور گدھے کو مارنے کے بجائے، اس کو خرچہ کی قیمت میں شامل کر کے پکڑنے والے آدمی کو دلوا دیا۔

اب گدھے کا مالک اپنے گدھے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، اور دن رات محنت مزدوری کر کے لوگوں کا نقصان بھی بھرنا شروع کیا، اب اس کی ساری سُستی ختم ہوگئی۔ اور دن و رات محنت کرنے لگا، کیونکہ اسے اب سُستی، کاہلی اور مکاری کے نقصان کا پتہ چل چکا تھا۔

لیکن اتنی محنت کہاں تک کرتا، آخر ایک دن بیمار پڑ کر مر گیا۔

پیارے بچو! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کاہلی اور سستی بہت بُری بلا ہے، جس کا بہت خطرناک انجام ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کو نقصان پہنچانا بہت بُرا ہے، اس سے زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی انسان بری نہیں ہوتا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......گدھے کے مالک نے گدھے کو شیر کی کھال کیوں پہنائی تھی؟

(۲)......گدھے کے مالک کا انجام کیا ہوا؟



ٹیڑھی کھیر

پیارے بچو! ایک آدمی نابینا تھا، آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا تھا، اور اسے دنیا کی بہت سی چیزوں کا پتہ نہیں تھا۔

ایک مرتبہ اس کی کسی نے دعوت کی اور اپنے بچہ سے کہلا بھیجا کہ اس نابینا آدمی کو جا کر بتلاؤ کہ اس کی ہمارے گھر میں دعوت ہے اور ہم نے اس کے لئے کھیر بنائی ہے۔

بچہ نے نابینا سے جا کر کہا کہ میری امی نے آپ کی دعوت کی ہے اور آپ کے لئے کھیر بنائی ہے۔

نابینا آدمی نے اس سے پہلے کبھی کھیر کھائی نہیں تھی، اس لئے اس نے بچے سے معلوم کیا کہ کھیر کس طرح کی ہوتی ہے؟

بچہ تو بچہ ہی تھا، اس کو ہر بات کا صحیح جواب دینا نہیں آتا تھا، اس نے کھیر کے رنگ کو سوچا تو اس کو سمجھ آیا کہ کھیر کا رنگ سفید ہوتا ہے، اس لیے یہ کہدینا چاہیے کہ سفید ہوتی ہے...... بچہ نے کہا کہ کھیر سفید ہوتی ہے...... نابینا آدمی کو سفید کا بھی پتہ نہیں تھا کہ کیسا ہوتا ہے؟

اس لئے اس نے بچہ سے دوبارہ پوچھا کہ سفید کیسا ہوتا ہے؟ بچہ نے پھر سوچا کہ اس کا کیا جواب دوں؟ تو اسے خیال آیا کہ سفید رنگ کا ایک جانور ہوتا ہے، جسے بگلا کہا جاتا ہے، اور جنگل اور گاؤں میں دریا اور پانی والی جگہ پر ہوتا ہے...... اس لئے بچہ نے کہا کہ سفید تو بگلے کی طرح کا ہوتا ہے۔

نابینا نے اب تیسری مرتبہ یہ پوچھا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے؟

اب بچہ پریشان ہوگیا کہ اس کا کس طرح سے جواب دوں!

بچہ نے بگلے کی شکل سوچی کہ کیسی ہوتی ہے، تو اسے سمجھ آیا کہ بگلے کی گردن لمبی ہوتی ہے اور اس کا منہ آگے کی طرف کو نکلا ہوا ہوتا ہے۔

اس لئے بچہ نے اپنے ہاتھ کو کھڑا کیا اور ہاتھ کی انگلیاں آگے کی طرف کو موڑ کر، دوسرے ہاتھ سے نابینا کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ پر پھیر کر بتلایا کہ بگلا اس طرح کا ہوتا ہے۔

جب نابینا نے اوپر سے نیچے تک ہاتھ کو چھو کر دیکھا اور ہاتھ کی انگلیاں بھی مڑی ہوئی دیکھیں، تو اس

نے اس بچہ سے کہا کہ:

بیٹا میں ایسی ٹیڑھی کھیر نہیں کھا سکتا، یہ تو حلق سے نیچے بھی نہیں اتر سکے گی اور گلے میں ہی پھنس جائے گی۔

بچہ نے ماں کو جا کر بتلایا کہ وہ ایسی ٹیڑھی کھیر نہیں کھا سکیں گے۔

ماں نے کہا کہ بیٹے کھیر تو ٹیڑھی نہیں ہوتی اور وہ تو بہت نرم ہوتی ہے، اور حلق میں آسانی سے نیچے اتر جاتی ہے......اور نابینا کو کس نے بتلایا کہ کھیر ٹیڑھی ہوتی ہے؟ بچہ نے کہا کہ میں نے بتلایا۔

ماں نے کہا کہ وہ کس طرح سے بتلایا؟ بچہ نے سارا واقعہ ماں کو سنا دیا۔

ماں نے ساری بات سُن کر بچہ کو سمجھایا کہ بیٹا تم نے ہر بات کا غلط جواب دیا ہے۔

اور جب تم سے انہوں نے معلوم کیا تھا کہ کھیر کیسی ہوتی ہے تو آپ کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ دودھ اور چاول سے بنی ہوئی ہوتی ہے اور بڑی میٹھی اور نرم ہوتی ہے، اور کھانے میں بہت مزہ آتا ہے۔

تب بچہ کو اپنی غلطی سمجھ میں آئی۔

اور اس نے نابینا کو جا کر صحیح طرح سمجھایا، پھر نابینا کو بات صحیح سمجھ میں آئی، اور وہ ٹیڑھی کھیر سیدھی ہوگئی۔

اس لیے اب اس نابینا نے یہ کھیر کھائی اور اس کے مزہ سے فائدہ اٹھایا۔

پیارے بچو! تم نے اس واقعہ سے سمجھ لیا ہوگا کہ جواب سوچ سمجھ کر صحیح دینا چاہیے کیونکہ غلط جواب دینے سے بات سمجھ نہیں آتی، بلکہ غلط جواب سے بات کو سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس نابینا والے واقعہ میں کھیر ٹیڑھا جانور بن گئی تھی۔

اس لئے تمہیں چاہئے کہ جب تم سے کوئی بات پوچھے تو تم اس کو سوچ سمجھ کر صحیح جواب دیا کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......بچہ نے کھیر کو جانور کی طرح بتلا کر صحیح جواب دیا کہ غلط؟

(۲)......غلط جواب دینے سے بات صحیح سمجھ آتی ہے یا غلط؟

پھٹا ہوا کمبل

پیارے بچو! ایک آدمی کے صرف ایک ہی بیٹا تھا، جس کا نام شریف تھا، اس آدمی نے اپنے بیٹے یعنی شریف کی بہت اچھی طرح محبت کے ساتھ پرورش اور تربیت کی، اور محنت سے کھلا پلا کر اور لکھا پڑھا کر بڑا کیا۔

اور اس کی اچھے گھرانے میں اور مناسب لوگوں کے یہاں شادی بھی کر دی۔

لیکن شریف کی بیوی کی عادتیں کچھ اچھی نہیں تھیں، اس لیے اس نے گھر میں آتے ہی سب سے پہلے تو اپنے میاں شریف کو اپنے قابو میں کیا، اور اس کو باپ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا، اور باپ کی ساری چیزیں آہستہ آہستہ اپنے قابو میں کر لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد شریف کے بھی ایک بیٹا ہو گیا، جس کا نام زید رکھا گیا، آہستہ آہستہ زید بھی سمجھدار اور بڑا ہونے لگا، یہ بچہ اپنے بوڑھے دادا کے ساتھ بہت محبت کرتا تھا، مگر اس کے ماں باپ کو یہ چیز گوارا نہیں تھی اور وہ اپنے بیٹے زید کو دادا سے الگ رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے.

یہ بچہ بہت سمجھدار اور عقلمند تھا اور اچھے بُرے کو سمجھتا تھا۔

ادھر بے چارہ غریب باپ غم میں مرنے لگا اور بیمار رہنے لگا، رات بھر نیند نہ آتی۔

اور اب اس سے چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا، رات کو کھانسی بھی اُٹھتی رہتی، شریف اور اس کی بیوی نے ایک بہانہ بنا کر بوڑھے باپ کو گھر کے ایک طرف کونے میں ڈالنے کا فیصلہ کیا، تاکہ ان کا بچہ یعنی زید اپنے دادا سے دور رہے، اور ان سے محبت کرنا چھوڑ دے۔

اور انہوں نے بوڑھے باپ سے کہا کہ تم رات بھر کھانستے رہتے ہو جس سے ہمیں نیند نہیں آتی، اس لئے ہم تمہاری چارپائی فلاں جگہ بچھا دیتے ہیں۔

بوڑھا باپ بے چارہ مجبور تھا، کر بھی کیا سکتا تھا، اس لئے مجبوراً وہاں جانا پڑا۔

تھوڑے دنوں کے بعد سردی کا موسم آ گیا بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اب سردی کا موسم آ گیا ہے اور مجھے رات بھر سردی لگتی ہے، اس لئے مجھے کوئی کمبل وغیرہ دیدو، تاکہ سردی سے بچا

رہوں۔

اس پر شریف اور اس کی بیوی نے غصہ میں آ کر کہا کہ اب ہم تمہارے لئے الگ سے کمبل کا کہاں سے انتظام کریں، یہ بھی بڑی بات ہے کہ ہم نے تمہیں گھر میں ٹھہرا رکھا ہے، خیر ہم تمہیں فلاں کمبل دیدیتے ہیں، جس سے تم گزارا کرو۔

جو کمبل وہ بوڑھے باپ کو دینا چاہتے تھے وہ بہت پھٹا پرانا ہو چکا تھا، اور اسی لیے اس کمبل کو اب گند خانہ میں ڈالا ہوا تھا، اور اب اسے کوئی گھر میں استعمال بھی نہیں کرتا تھا، بوڑھے باپ نے مجبوری میں اس پھٹے ہوئے کمبل کو ہی غنیمت سمجھا۔

شریف نے اپنے بیٹے زید کو بھیجا کہ جا کر اسٹور سے وہ پھٹا پرانا کمبل اٹھا کر لے آئے اور دادا ابو کو دے دے۔

زید گیا اس نے کمبل کو اٹھایا، وہ کافی بڑا کمبل تھا، اور درمیان سے پھٹا ہوا بھی تھا، اس نے اسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کیئے، اور ایک حصہ وہیں چھوڑ کر دوسرا حصہ اٹھا کر لے آیا، تو شریف نے پوچھا کہ یہ پھاڑا کیوں؟ آدھا حصہ وہاں کیوں چھوڑ آئے؟

تب زید نے کہا کہ وہ حصہ آپ کے لئے چھوڑ آیا ہوں، آپ جب دادا ابو کی حالت کو پہنچیں گے تو مجھے آپ کو دینے کے لئے اس کی ضرورت پڑے گی۔

کیونکہ آپ جو سلوک دادا ابو کے ساتھ کر رہے ہیں، میں وہی سلوک آپ کے بڑھاپے میں آپ کے ساتھ کروں گا۔

یہ سُن کر مسٹر شریف خان اور مسز شریف کی تو آنکھیں کھُل گئیں، اور یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ جو کچھ ہم آج اپنے باپ کے ساتھ کریں گے وہی کچھ کل ہمارا بیٹا بھی ہمارے ساتھ کرے گا۔

انہوں نے اپنے بوڑھے باپ اور بیٹے سے فوراً معافی مانگی کہ ہم غلطی پر تھے اور ہمیں اپنا آنے والا وقت یاد نہیں تھا۔

اب شریف اور اس کی بیوی کو اپنی غلطی کا صحیح احساس ہو گیا تھا، اور اب انہوں نے اپنے بوڑھے باپ کی خوب خدمت کرنا شروع کر دی تھی، تھوڑے ہی دنوں میں شریف کے بوڑھے باپ کی صحت

بھی اچھی ہوگئی۔ اور گھر میں سب لوگ محبت پیار اور خوشی سے رہنے سہنے لگے۔

اور یہ بچہ بڑا ہو کر بہت بڑا آدمی بنا۔ اور اس سے دنیا کو بہت فائدہ ہوا۔

پیارے بچو! دیکھئے کہ ایک سمجھدار اور عقلمند چھوٹے سے بچے نے اپنے ماں باپ کی غلطی بھی یاد دلا دی اور اپنے بوڑھے دادا کو بھی پریشانی اور مصیبت سے بچالیا۔

بچو! تمہیں بھی چاہئے کہ تم خود بھی اچھے کام کر کے اچھے بچے بنو، اور اپنے ماں باپ اور ان کے بھی ماں باپ کی خدمت کرنے والے انسان بنو۔

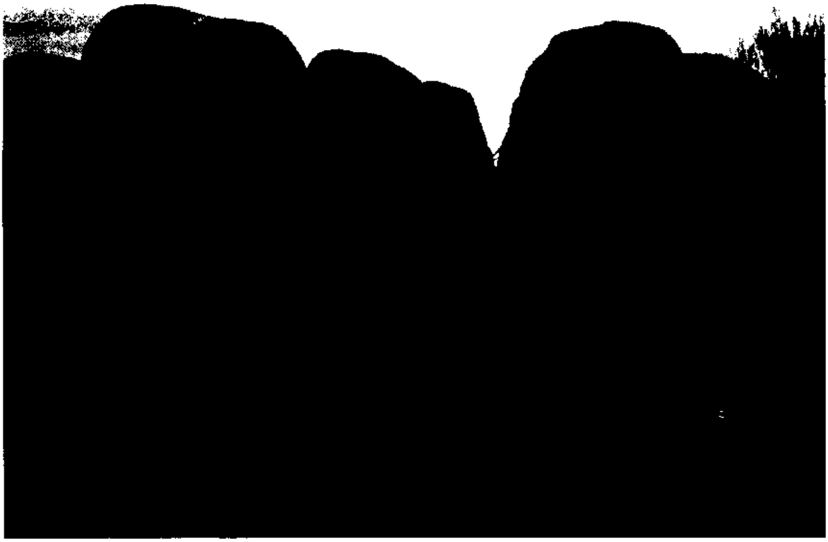
اور اگر گھر میں بڑوں کے درمیان جھگڑا اور اختلاف پیدا ہو جائے تو تم بھی زید جیسے اچھے بچے کی طرح جھگڑے کو ختم کرانے والے بچے بنو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......شریف اور اس کی بیوی کو ان کی غلطی کس نے سمجھائی؟

(۲)......زید اپنے دادا سے محبت کرتا تھا یا کہ نفرت؟

(۳)......زید بڑا ہو کر کیسا آدمی بنا؟



شیخ چلّی اور خیالی پلاؤ

پیارے بچو! پرانے زمانے میں شیخ چلی نام کا ایک مشہور آدمی گزرا ہے، اس آدمی کو اپنے خیال خیال میں کام کرنے کی عادت تھی اور وہ اکثر اپنے خیالوں کی دنیا میں گم رہتا تھا، اور خیالوں ہی خیالوں اور سوچ ہی سوچ میں مختلف قسم کے منصوبے بناتا رہتا تھا اور ان خیالی منصوبوں میں وہ بہت آگے نکل جاتا تھا۔

کبھی خیالوں خیالوں میں اپنی شادی کرتا، کبھی بچوں کے ساتھ باتیں کرتا، کبھی کوئی دوکان کھولتا، اور کبھی پیسے گنتا، کبھی مزے مزے کے کھانے اور پلاؤ بریانی تیار کرتا، اور کھاتا...... شیخ چلی کے اس طرح کے خیالی منصوبوں کو لوگوں نے ''خیالی پلاؤ'' بنانے یا خیالی پلاؤ پکانے کا نام دے دیا تھا۔

مگر شیخ چلی کے نہ بیوی تھے، اور نہ بچے تھے اور نہ ہی اس کے پاس روپیہ پیسہ تھا، بس ساری خیالی کہانیاں اور لوگوں کے کہنے کے مطابق خیالی پلاؤ ہی تھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک پولیس والے نے کسی دوکان سے تیل خریدا، اور اسے ایک گھڑے میں ڈلوا لیا اور اپنے گھر تک پہنچانے کے لئے کسی مزدور کا انتظار کرنے لگا، اتنے میں اُدھر سے شیخ چلی کا گزر ہوا، پولیس والے نے شیخ چلی کی حالت دیکھ کر اس کو مزدور سمجھا اور اسے کہا کہ یہ تیل کا گھڑا فلاں جگہ پہنچا دے، تجھے اس کے بدلہ میں دو پیسے ملیں گے۔

شیخ چلی نے سوچا کہ دو پیسے کے بازار سے تو دو انڈے مل جاتے ہیں، چلو دو انڈے خرید لوں گا، اور تیل کا گھڑا اٹھا کر پولیس والے کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔

پیارے بچو! اس زمانے میں ایک اور دو پیسے بھی چلا کرتے تھے، اور ایک پیسے کا ایک مرغی کا انڈا مل جاتا تھا...... اب شیخ چلی نے یہ تیل کا گھڑا تو سر پر رکھ لیا، لیکن چلتے چلتے سوچنا شروع کیا کہ دو انڈوں کا لے کر کیا کروں گا؟

سوچا کہ آج کوئی بڑا کام کرنا چاہئے، سوچتے سوچتے اسے خیال آیا کہ فلاں محلّہ دار کے گھر میں مرغیاں ہیں، یہ دو انڈے محلّہ دار کی مرغیوں کے نیچے رکھوا دوں گا، تھوڑے دنوں تک جب مرغیاں

ان انڈوں پر بیٹھی رہیں گی تو ان انڈوں سے دو مرغی کے بچے نکل آئیں گے۔

پیارے بچو! مرغی جب انڈوں پر کچھ دنوں تک بیٹھی رہتی ہے، تو اللہ کی قدرت سے انڈوں میں سے بچے پیدا ہوجاتے ہیں...... پھر شیخ چلی نے دل ہی دل میں کہا کہ جب مرغی کے بچے پیدا ہوجائیں گے تو ان میں سے ایک چوزہ ہوگا، اور ایک چوزی ہوگی، اور میں انہیں پال کر بڑا کروں گا، پھر بڑے ہوکر ایک مرغی ہوجائے گی اور ایک مرغا۔

پھر میری مرغی محلہ دار کی مرغی کی طرح انڈے دینا شروع کردے گی۔

اور پھر مرغی ان انڈوں پر بیٹھ کر بچے بھی نکالے گی، اور اس طرح کرتے کرتے تھوڑے دنوں میں بہت ساری مرغیاں ہوجائیں گی...... پھر مرغیاں بیچ کر بکری خریدلوں گا، پھر بکری کے بچے ہوں گے، اور میرے پاس خوب بکریاں جمع ہوجائیں گی۔

پھر بکریاں بیچ کر بھینس خریدلوں گا، پھر اس بھینس کے بچے بھی ہوں گے، اور یہ بھینس ساتھ ہی دودھ بھی دے گی، اور بچے ہوتے ہوتے بہت ساری بھینسیں جمع ہوجائیں گی۔

اور دودھ بھی خوب ہوگا، اس کو فروخت بھی کروں گا، اور خود بھی دودھ پی پی کر خوب صحت مند ہوجاؤں گا...... پھر کچھ بھینسیں فروخت کرکے بہت سارے پیسے جب ہاتھ میں آجائیں گے تو کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرنے کی ایک دوکان کرلوں گا۔

دوکان سے خوب چیزیں بکیں گی اور خوب پیسا آئے گا تو پھر ایک بڑا عالیشان مکان خریدلوں گا۔

اور پر کسی شہزادی سے شادی کروں گا، تھوڑے دنوں بعد میرے بچے بھی ہوجائیں گے۔

پھر گھر میں بڑے مزے مزے کا کھانا تیار ہوا کرے گا، اور میرے بچے گھر سے میرے پاس دوکان پر آکر کہیں گے کہ ابّو ابّو گھر میں کھانا تیار ہوگیا ہے اور آپ کو کھانے کے لئے امی بلا رہی ہیں۔

اور میں اس وقت پیسے گن رہا ہوں گا، اور پیسے گنتے ہوئے بھی مزہ آرہا ہوگا۔

جب بچے میرے پاس پیسے گنتے ہوئے گھر سے کھانے کے لئے بلانے آئیں گے تو میں ان کو زور سے دھمکا کر کہوں گا کہ چلو بے، بھینس کے بچو! میں ابھی پیسے گن رہا ہوں، تھوڑی دیر میں آتا ہوں اور شیخ چلی نے بچوں کو دھمکانے کے خیال میں اپنا سر بھی آگے کو زور سے جھٹکا اور ہلایا، جس سے

تیل کا سارا گھڑا زمین پر گر گیا اور تیل زمین پر بہہ گیا۔

یہ دیکھ کر پیچھے سے پولیس والے نے شیخ چلی کے ایک زور سے ڈنڈا مارا کہ کمبخت تو نے میرا سارا تیل برباد کر دیا، تو شیخ چلی اس کے جواب میں کہتا ہے کہ:

''صاحب آپ کا تو ایک تیل کا گھڑا ہی برباد ہوا ہے، میرا تو سارا گھر اور خاندان اور کاروبار سب ہی کچھ تباہ و برباد ہو گیا''

پولیس والے نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو شیخ چلی نے اپنا سارا واقعہ سنایا۔

پولیس والے نے ایک اور ڈنڈا مارا کہ کمبخت اگر اس طرح خیالوں خیالوں میں سارے کام ہو جایا کریں تو میرا گھڑا ابھی خیالوں میں ہی گھر پہنچ جاتا، تجھے دو پیسے دینے کی کیا ضرورت تھی، اور اس طرح خیالوں میں کام ہوا کریں تو ساری دنیا امیر ہو جائے اور تم جیسا کوئی غریب بھی دنیا میں باقی نہ رہے......اور شیخ چلی کو کہا کہ آئندہ ایسے خیالی پلاؤ پکاؤ گے تو یہی کچھ ہوگا کہ اپنا بھی نقصان کرو گے اور دوسرے کا بھی۔

خیر پولیس والے نے شیخ چلی کی حالت کو دیکھتے ہوئے اسے معاف کر دیا، اور اپنے گھر چلا گیا۔

پیارے بچو! تم نے خیالوں کی دنیا کا نتیجہ دیکھ لیا کہ کیا ہوتا ہے، اس لئے تم خیالوں کی دنیا میں الجھ کر وقت ضائع نہ کیا کرو بلکہ جس کام کی حقیقت ہو اسی کو کیا کرو، اور اپنا ذہن بھی اسی طرف رکھا کرو۔

خیالی پلاؤ پکانے سے کبھی بھی پلاؤ تیار نہیں ہوا کرتا، خیالی باتیں تو خیالی ہی ہوا کرتی ہیں۔

خیالوں خیالوں میں انسان کو اس طرح منصوبے بناتے رہنے سے انسان کا دماغ بگڑ جاتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......شیخ چلی کون تھا؟

(۲)......شیخ چلی کے سر سے تیل کا گھڑا کیوں گرا تھا؟

(۳)......کیا خیالی پلاؤ پکانے سے پلاؤ تیار ہو جاتی ہے؟

ایک ضِدّی عورت کا انجام

پیارے بچو! بعض بچے بہت ضدی ہوتے ہیں اور وہ اپنی ضد میں ہر کام کرتے جاتے ہیں، چاہے وہ کام اچھا ہو یا برا۔

ان کے بڑے ان کو جتنا بھی سمجھائیں مگر ان کے بات سمجھ میں نہیں آتی، بلکہ ان کے بڑے انہیں جس بات سے منع کرتے ہیں وہ ضد میں آ کر وہی کام کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک عورت کا مزاج بھی تھا کہ وہ بھی بہت ضدی تھی، ہر کام الٹا ہی کیا کرتی تھی اس کا شوہر اسے جو کام کہتا وہ اس کام کو کا اُلٹا کیا کرتی تھی۔

اگر شوہر اسے بستر بچھانے کے لئے کہتا تو وہ بستر اٹھا کر اندر کہیں چھپا دیتی۔

اگر اس کا شوہر اسے کھانا پکانے کے لئے کہتا تو پکا ہوا کھانا ہی اٹھا کر چھپا دیتی۔

اگر اس کا شوہر اسے روٹی پکانے کے لئے کہتا تو گندھا ہوا آٹا باہر پھینک دیتی۔

اور اسی طرح ہر کام میں ضد کیا کرتی تھی اور ہر کام کو ضد میں آ کر الٹا کیا کرتی تھی۔

شوہر اسے سمجھانے کی کوشش کرتا لیکن عورت کو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی اور اس کی یہ حالت ہوتی تھی جو کسی شاعر نے اپنے اس شعر میں بتلائی ہے کہ:

ناصحا مت کر نصیحت دل میرا گھبراتا ہے ۔۔۔ میں اسے سمجھتی ہوں دشمن جو مجھے سمجھاتا ہے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے نصیحت کرنے والے مجھے نصیحت مت کر، کیونکہ نصیحت کے سننے سے میرا دل گھبراتا ہے، اور جو مجھے سمجھاتا ہے میں اسے اپنا دشمن سمجھتی ہوں۔

خیر اس عورت کا شوہر جب سمجھاتے سمجھاتے اور ضد کرنے سے منع کرتے کرتے تھک گیا، تو اس نے اس عورت سے اپنی جان چھڑانے کا فیصلہ کر لیا، اور اب یہ سوچنے لگا کہ اس عورت سے کس طرح جان چھڑاؤں؟

کیونکہ یہ عورت تو اتنی ضدی ہے کہ میری آسانی سے جان بھی نہیں چھوڑے گی۔

اس ضدی عورت کا شوہر کئی دن تک سوچتا رہا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں؟

اس ضدی عورت کا شوہر دھوبی کا کام کیا کرتا تھا اور دریا پر جا کر کپڑے دھوتا تھا۔

آخر ایک دن اس دھوبی کو اپنی ضدی بیوی سے ہمیشہ کے لئے جان چھڑانے کا یہ طریقہ سمجھ آیا کہ جب میں صبح کو دریا پر کپڑے دھونے کے لئے جاؤں گا تو اسے وہاں آنے سے منع کروں گا اور یہ ضدی عورت ہے، ضد میں آ کر یہ وہاں ضرور آئے گی، اور پھر منع کرنے کے باوجود دریا میں بھی ضرور گھسے گی، اور اس طرح ڈوب کر اپنے ہی ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔

صبح ہوتے ہی میاں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو کہ میں کپڑے دھونے کے لئے دریا پر جا رہا ہوں، مگر تم وہاں بالکل نہ آنا، اور ہرگز وہاں مت آنا۔

عورت تو ضدی تھی ہی، اور اس نے ہر کام میں الٹا کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

اس لئے اس عورت نے کہا کہ میں تو ضرور آؤں گی، اور تم جو چاہے کر لو میں ضرور آؤں گی، دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جائے مگر میں پھر بھی آؤں گی، تم مجھے منع کرنے والے کون ہوتے ہو؟

مگر شوہر اس کو منع کرتے کرتے اپنے کام پر چلا گیا۔

شوہر کے پیچھے پیچھے اس کی بیوی بھی پہنچ گئی۔

شوہر نے کہا کہ دیکھو بیوی، میں نے تمہیں یہاں آنے سے منع کیا تھا، مگر تم پھر بھی آ گئی ہو، اور اب آ گئی ہو تو خیر۔

مگر دیکھو آگے مت جانا، اور بالکل مت جانا، وہاں دریا ہے اور اس میں پانی ہے، اور میں تمہیں آگے جانے سے منع کر رہا ہوں۔

مگر وہ عورت کہاں ماننے والی تھی، وہ تو ضد اور مخالفت میں اندھی ہو چکی تھی، اس نے کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی، تمہیں منع کرنے کا کیا مطلب؟

اور وہ ضدی عورت دریا میں پہنچ گئی۔

شوہر نے کہا کہ دیکھو آگے بالکل مت جانا، اور میں تمہیں دوبارہ حکم دیتا ہوں کہ آگے ہرگز مت جانا۔

مگر اس عورت نے تو ہر بات میں شوہر کی مخالفت کرنا ہی سیکھا تھا، اس لئے وہ باز نہیں آئی، اور یہ

کہتی ہوئی پانی کے اندر چلی گئی کہ تم مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہوں، اور تمہاری حیثیت کیا ہے؟

شوہر نے پھر کہا کہ دیکھو آگے مت جانا، مگر وہ آگے چلتی چلی گئی۔

اور شوہر اسے آگے جانے سے برابر منع کرتا رہا اور وہ آگے ہی آگے چلتی رہی، یہاں تک کہ پانی میں ڈوب گئی اور اس کا کام تمام ہو گیا۔

شوہر کا تو مقصد ہی اس کو بہانے سے ختم کرنا تھا، اس لئے اس کا مقصد حاصل ہو گیا۔

جب وہ پانی میں ڈوب گئی اور ختم ہو گئی تو اب شوہر نے اس کی لاش ڈھونڈنا شروع کی۔

مگر پانی جس طرف کو جا رہا تھا، ادھر لاش کو ڈھونڈنے کے بجائے شوہر نے اس طرف جا کر لاش کو ڈھونڈنا شروع کیا جدھر سے پانی آ رہا تھا، اور وہ اسی طرف ڈھونڈتا ڈھونڈتا آگے جاتا رہا۔

اس کو پانی میں کوئی چیز تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟

تو اس نے جواب دیا کہ میری بیوی پانی میں ڈوب گئی ہے، اس کی لاش کو ڈھونڈ رہا ہوں۔

لوگوں نے بھی اس کی بیوی کی لاش کو تلاش کرانا شروع کیا۔

لوگوں نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ کہ آپ کی بیوی کونسی جگہ پانی میں ڈوب کر مری ہے، تاکہ اس کی لاش ڈھونڈنے میں آسانی ہو؟

اس آدمی نے لوگوں کو وہ جگہ بتلائی۔

تو لوگوں نے کہا تم بے وقوف اور پاگل معلوم ہوتے ہو، کیا تمہیں یہ نہیں پتہ کہ پانی تو دوسری طرف کو بہہ کر جا رہا ہے اور اس میں تمہاری عورت ڈوب کر اس طرف کو بہہ کر گئی ہوگی، مگر تم اس کی لاش کو مخالف سمت میں ڈھونڈ رہے ہو؟

اس آدمی نے کہا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں، مگر میری بیوی بہت ضدی تھی، وہ ہر کام الٹا کیا کرتی تھی، اس لئے مجھے یقین ہے کہ ڈوبنے کے بعد اور فوت ہو کر بھی وہ اپنی ضد میں الٹی طرف کو ہی بہہ کر جا رہی ہوگی...... بہر حال یہ تو اس کے شوہر کا خیال تھا، کیونکہ اس کو بیوی کی ضد کا حال دیکھ کر یقین ہو گیا تھا کہ وہ ضرور پانی میں بھی الٹی طرف کو ہی بہہ کر جائے گی۔

ورنہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی ساری ضد ختم ہو جاتی ہے۔

لوگ تو اس آدمی کو بے وقوف سمجھ کر چلے گئے، مگر شوہر اپنی بیوی کی لاش کو ڈھونڈتا رہا، تاکہ اس کو قبر میں دفن کردے..... شوہر بیوی کی لاش کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا، مگر اسے لاش نہیں ملی، کیونکہ اس طرح الٹی طرف لاش کیسے مل سکتی تھی، وہ تو معلوم نہیں کہ پانی کے ساتھ تیزی سے بہہ کر کہاں جا چکی ہوگی۔

پیارے بچو! تم نے ضد کا انجام دیکھ لیا کہ ضد کتنی بُری چیز ہے۔

جو انسان ضدی ہوتا ہے وہ ضد میں آ کر جو کام کرتا ہے اس کا انجام بُرا ہوا کرتا ہے۔

اور اس کا انجام برا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ضد شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور شیطان انسان کا دشمن ہے، اس لئے وہ انسان کو برے کام پر لگاتا ہے۔

شیطان ضد کی وجہ سے انسان کو بے وقوف اور پاگل بنا دیتا ہے، جس سے انسان بے وقوفوں اور پاگلوں والے کام کرنے لگتا ہے، اور اس کی عقل صحیح کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔

اس لئے اگر تم نقصان سے بچنا چاہتے ہو اور عقلمند انسان بننا چاہتے ہو تو آج سے ہمیشہ کے لئے ضد کرنا چھوڑ دو، ورنہ اس کے تباہ کن اور خطرناک نقصان کے لئے تیار ہو جاؤ۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......جس عورت کا تم نے واقعہ سنا، اس کی بری عادت کون سی تھی؟

(۲)...... یہ عورت دریا میں کس عادت کی وجہ سے ڈوبی؟

(۳)......اس عورت کا شوہر اس کی لاش کو دوسری طرف کیوں ڈھونڈ رہا تھا؟

(۴)......ضد اچھی عادت ہے یا بری؟

(۵)......ضد کس کی طرف سے ہوتی ہے، یعنی انسان سے ضد کون کرانا چاہتا ہے؟



لڑائی سے بچنے کا تعویذ

پیارے بچو! ایک میاں بیوی میں بہت زیادہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا، میاں بھی لڑائی سے تنگ تھا اور بیوی بھی لڑائی سے تنگ آ چکی تھی۔

ایک مرتبہ اس عورت نے اپنی کسی پڑوسن سے گھر کی لڑائی کا ذکر کیا اور کہا کہ ہر وقت ہمارا میاں بیوی کا گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے، کسی طرح ختم ہی نہیں ہوتا، ہم دونوں میاں بیوی ہر روز وعدہ کرتے ہیں کہ اب جھگڑا نہیں کریں گے، مگر پھر اگلے روز جھگڑا ہو جاتا ہے، ہم جھگڑں سے بہت پریشان ہیں، آپ اس کا کوئی حل بتاؤ۔

پڑوسن عورت نے یہ سُن کر کہا کہ فلاں جگہ ایک بزرگ رہتے ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے اس کا کوئی تعویذ لو، اور وظیفہ معلوم کرو۔

یہ عورت پڑوسن کے کہنے پر ان بزرگ کے پاس چلی گئی اور اپنی پریشانی کی داستان ان بزرگ تک پہنچائی ان بزرگ صاحب نے جب گھر میں لڑائی جھگڑا ہونے کے واقعات سُنے تو ان کو جھگڑے کی وجہ سمجھ میں آ گئی اور انہوں نے اس عورت کو تعویذ بنا کر دے دیا، اور یہ کہہ دیا کہ جب تمہارے میاں گھر میں آیا کریں تو یہ تعویذ منہ میں کر دانتوں کے نیچے دبا کر رکھ لیا کرو، اور بس اسے دبائے رکھا کرو، اور رات کو سونے کے لئے لیٹتے وقت اس کو منہ سے نکال دیا کرو۔

اس عورت نے ایسا ہی کیا، یہ تعویذ لے کر گھر چلی گئی اور جب بھی میاں صاحب گھر میں آتے تو یہ دانتوں میں تعویذ دبا کر بیٹھ جاتی۔ اور سونے کے وقت تک اسے دانتون میں دبائے رکھتی۔

اس تعویذ کا ایسا اثر ہوا کہ گھر میں لڑائی جھگڑا بالکل ختم ہو گیا، اور پوری طرح سکون ہو گیا۔

جب میاں نے دیکھا کہ لڑائی جھگڑا ختم ہو گیا ہے تو اس نے ایک مرتبہ عورت سے رات کے وقت معلوم کیا کہ تم نے کیا علاج کیا ہے کہ سارا جھگڑا ایک دم ختم ہو گیا۔

تو عورت نے کہا کہ میں نے فلاں بزرگ سے تعویذ لیا تھا۔

اور جس دن سے تعویذ لیا ہے اسی دن سے جھگڑا ختم ہو گیا ہے۔

میاں کو ان بزرگ کے اس تعویذ کا سُن کر ان بزرگ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا کہ ایسے بزرگ سے ضرور ملنا چاہئے جن کے تعویذ میں اتنا اثر ہے کہ جو لڑائی کسی طرح ختم نہیں ہوتی تھی وہ ان کے تعویذ کو استعمال کرتے ہی ختم ہو گئی۔

میاں صاحب ان بزرگ سے ملنے کے لئے گئے اور ان سے جا کر اپنی بیوی کے ان سے تعویذ لینے اور لڑائی جھگڑا ختم ہونے کا ذکر کیا۔

اور پوچھا کہ آپ نے اس تعویذ میں ایسی کونسی چیز لکھی تھی جس سے اتنا زبردست اثر ہوا۔

ان بزرگ نے کہا کہ میں نے تمہاری بیوی کے واقعات سُن کر اندازہ لگا لیا تھا کہ لڑائی جھگڑے کی وجہ اس کی زبان درازی ہے، اس لئے کوئی ایسا طریقہ کرنا چاہئے کہ جس سے اس کا زبان چلانا بند ہو، میں نے خالی کاغذ لپیٹ کر دیدیا تھا اور دانتوں کے نیچے دبانے کا اس لئے کہا تھا کہ جب تعویذ دانتوں کے نیچے ہوگا تو عورت کو بولنے اور قینچی کی طرح زبان چلانے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ اور تعویذ تو صرف بہانہ تھا اور یہی ہوا کہ جس دن سے اس نے زبان چلانا بند کیا، اسی دن سے جھگڑا ختم ہو گیا۔

اور جھگڑا ختم ہونے کی وجہ زبان کا بند ہونا ہے، تعویذ میں لکھی ہوئی کوئی چیز نہیں ہے۔

تب میاں صاحب کو معلوم ہوا کہ قینچی کی طرح زبان چلانا کتنی خطرناک چیز ہے، جو لڑائی جھگڑا کراتی ہے

پیارے بچو! تمہیں زبان درازی کے نقصان کا پتہ چل گیا کہ لڑائی جھگڑے اس کی وجہ سے ہوتے ہیں، اس لئے اگر تم بھی لڑائی جھگڑوں سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی زبان زیادہ نہ چلایا کرو، بس ضرورت کی بات کیا کرو، ورنہ خاموش رہا کرو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کس وجہ سے ہوتا تھا؟

(۲)......ان بزرگ نے تعویذ میں کیا لکھا تھا؟

(۳)......لڑائی جھگڑا کس طرح بند ہوا تھا؟

لالچ کا انجام

پیارے بچو! ایک دھوبی تھا جو کہ بہت لالچی تھا۔

یہ اپنے گھاٹ پر جا کر کپڑے دھویا کرتا تھا، گھاٹ اس جگہ کو کہا جاتا ہے، جہاں دریا وغیرہ کا پانی ہوتا ہے، اور وہاں دھوبی جا کر کپڑے دھوتے ہیں۔

ایک مرتبہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ بارش کے ساتھ اللہ میاں نے پیسے برسانا شروع کئے، اور تمہیں پتہ ہے کہ اللہ میاں چاہیں تو آسمان سے بارش برسائیں اور چاہیں تو پتھر برسائیں اور چاہیں تو اولے برسائیں، اور چاہیں تو پیسے برسائیں۔

بہر حال اللہ میاں نے ایک مرتبہ بارش کے ساتھ آسمان سے پیسے برسانا شروع کئے دھوبی اس وقت اپنے گھر میں تھا، اس نے جب پیسے برستے ہوئے دیکھے تو اس نے سوچا کہ گھر تو اپنا ہی ہے، یہاں سے تو پیسے بعد میں اٹھالوں گا، پہلے گھاٹ پر جا کر وہاں سے پیسے اٹھا کر اور جمع کر کے لے آتا ہوں۔

یہ سوچ کر وہ بھاگا اپنے گھاٹ پر پہنچا، مگر اس کے گھاٹ پر پہنچنے سے پہلے ہی لوگ وہاں سے پیسے اٹھا چکے تھے اور اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

پھر اس نے سوچا کہ چلو خیر ہے، گھر تو اپنا ہی ہے وہاں سے جا کر اٹھا لیتا ہوں جب تک گھر پہنچا تو گھر میں سے اس کے محلہ والے پیسے اٹھا کر بھاگ چکے تھے۔

اب گھر میں آ کر رونے بیٹھ گیا۔

اور اسے لالچ کا انجام پتہ چل گیا۔

اور اس نے سوچا کہ اگر میں لالچ نہ کرتا اور گھاٹ کا لالچ کر کے گھر سے نہ جاتا تو گھر کے پیسے تو اٹھا لیتا، مگر اب تو نہ گھاٹ کے پیسے ہاتھ لگے اور نہ ہی گھر کے۔

دونوں سے ہی محروم ہوا۔

ایک نشیمن میں نے چھوڑا، ایک نشیمن چھٹ گیا
آشیاں چھوڑا ہی تھا، گلشن کا گلشن لٹ گیا

اور جب لوگوں کو اس دھوبی کی لالچ معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا کہ:

''لالچ بری بلا ہے، اور لالچ کا انجام برا ہے''

پیارے بچو! انسان کو جو نعمت اللہ میاں دیں اسی پر شکر کرنا چاہیے۔ اور زیادہ لالچ میں نہیں پڑنا چاہیے، ورنہ ملی ہوئی نعمت بھی ہاتھ نہیں لگتی اور اس سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......گھاٹ کسے کہتے ہیں؟

(۲)......دھوبی کو گھاٹ سے پیسے کیوں نہیں ملے؟



چوری کی مرغی سے دعوت

پیارے بچو! ایک مرتبہ ایک آدمی کے گھر میں کسی کی پلی ہوئی مرغی آ گئی، یہ آدمی جس کے گھر میں مرغی آئی تھی، کچھ لالچی تھا، اس آدمی نے مولوی صاحب سے مسئلہ معلوم کیا کہ ایک مرغی میرے گھر میں آ گئی ہے میں اس کا کیا کروں؟...... مولوی صاحب بھی کچھ لالچی اور حلوے والے تھے، انہوں نے کہا کہ تم اس مرغی کا باہر جا کر معلوم کرو کہ یہ مرغی کس کی ہے؟ اگر مالک نہ ملے تو پھر مجھے بتا دینا میں اس کا کوئی حل بتاؤں گا اور اس مرغی کو کھانا نہیں، کیونکہ اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔

اس آدمی نے اپنے گھر کے سامنے گلی میں کھڑے ہو کر تین مرتبہ کہا کہ: **ایک مرغی**

اور آہستہ سے کہا کہ: ''میرے گھر آئی ہے، جس کی ہو وہ لے لے۔

لوگوں کو اس آدمی کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی، کیونکہ اس نے اونچی آواز سے پوری بات نہیں کہی تھی...... جب یہ باہر کھڑے ہو کر اعلان کر چکا تو اس نے سوچا کہ اگر مولوی صاحب کے پاس گیا تو وہ خود مرغی پر قبضہ کر لیں گے...... اس لئے اس نے مرغی کو خود اپنے گھر میں ذبح کر کے پکانے کا فیصلہ کیا...... پھر سوچا کہ اگر مولوی صاحب کو نہیں بتلایا تو وہ ناراض ہوں گے۔

اس نے مولوی صاحب کی ناراضگی دور کرنے کے لئے سوچا کہ ان کی بھی دعوت کر دیتا ہوں، پھر وہ مجھ سے ناراض نہیں ہونگے...... تو وہ بھاگا بھاگا مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ مولوی صاحب میں نے تین مرتبہ اعلان کر دیا تھا مگر اس مرغی کا کوئی مالک نہیں ملا۔

پھر میں نے سوچا کہ اللہ میاں نے میرے گھر میں شاید میرے ہی کھانے کے لئے بھیجی ہے، اس لئے میں ہی ذبح کر کے پکا لیتا ہوں...... مولوی صاحب نے کہا کہ کمبخت وہ مرغی تو کھانا جائز نہیں، میں نے تو تجھے پہلے ہی بتلا دیا تھا...... اس آدمی نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے، اب تو وہ میں نے ذبح کر کے پکا لی ہے، اور میں تو آپ کی بھی دعوت کرنے آیا تھا...... مولوی صاحب کے تو یہ بات سُن کر منہ میں پانی آ گیا...... اور انہوں نے کہا کہ خیر ہے اب تم نے ہمارے لئے اتنی محنت سے جب پکا ہی لی ہے اور اتنی محبت سے دعوت کرنے آئے ہو تو ہم تمہارا دل نہیں توڑیں گے، اور ہم تمہاری

دعوت ضرور کھائیں گے......اس آدمی نے کہا کہ مولوی صاحب! آپ کہہ رہے تھے کہ اس کا کھانا جائز نہیں، پھر آپ یہ مرغی کیسے کھائیں گے......مولوی صاحب نے کہا کہ چلو ہم مرغی نہیں کھائیں گے، صرف اس کے شوربہ سے روٹی کھالیں گے۔

اور یہ کہہ کر کھانا کھانے کیلئے پہنچ گئے، مگر لالچی تو تھے ہی، اس لئے دل میں سوچ رہے تھے کہ بوٹی کھانے کی بھی کوئی صورت نکالنی چاہئے......جب گھر جا کر کھانے کے لئے بیٹھ گئے تو اس آدمی نے مولوی صاحب کے لئے برتن میں سالن نکالا تو اس میں بوٹی بھی آ گئی، وہ آدمی بوٹی اٹھا کر ہانڈی میں واپس ڈالنے لگا لالچی مولوی صاحب کی نظر بھی اسی طرف تھی، تو مولوی صاحب نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ جو بوٹی خود سے آ رہی ہے وہ اللہ کے حکم سے آ رہی ہے، اسے آنے دو، ہاں تم خود سے نہ ڈالو......اور اس طرح انہوں نے اپنے کھانے کے لئے راستہ نکال ہی لیا، اور کھا پی کر روانہ ہو گئے

پیارے بچو! ایسی باتیں وہ مولوی کرتے ہیں جو لالچی اور حلوہ خور ہوتے ہیں اور ان کو ہر وقت کھانے پینے کی فکر رہتی ہے، اور وہ دین کی باتوں کو بھی اپنے دنیا کے مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں......ورنہ اس طرح کسی کی مرغی گھر میں آ جائے تو اسے اپنے گھر میں رکھنا یا اسے ذبح کر کے کھانا ٹھیک نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس طرح کا ادھورا اعلان کرنا صحیح ہوتا ہے۔

اگر کسی کو کہیں سے بھی کوئی چیز ملے تو مالک کو تلاش کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اگر مالک نہ ملے تو اس کو غریبوں کو دینا ضروری ہو جاتا ہے۔

مگر لالچی اور حلوہ خور مولوی خود بھی غلط کام کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی غلط کام کراتے ہیں۔

اس لئے تم ایسے مولویوں سے جو لالچی اور حلوہ خور ہوں بچ کر رہنا، ورنہ یہ اپنے ساتھ تمہیں بھی اللہ میاں کے سامنے پکڑوا کر عذاب دلوادیں گے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......کسی کی مرغی گھر میں آ جائے تو اپنے گھر میں رکھنا یا اسے ذبح کر کے کھانا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟

(۲)......کیا دنیا دار اور حلوہ خور مولوی سے بچ کر رہنا ضروری ہے؟

(۳)......دنیا دار اور حلوہ خور مولوی کی بات ماننے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

بدنیت اندھا

پیارے بچو! کسی زمانے میں ایک اندھا آدمی تھا، اور وہ کچھ پڑھا لکھا بھی تھا، اس لئے وہ بچوں کو ٹیوشن پڑھایا کرتا تھا، اور اس کی نیت اچھی نہیں تھی، اور لوگوں کی چیزیں کھانے پینے کا لالچی تھا۔

ایک بچہ جو اس اندھے کے پاس پڑھتا تھا، اس بچہ کی ماں کبھی کبھی اس اندھے کو سلام کہلوا دیتی تھی اور کبھی کچھ کھانے پینے کو بھی بھیج دیتی تھی، تا کہ وہ اس کے بچہ کو صحیح طرح پڑھائے۔

اندھے کی نیت تو پہلے سے ہی خراب تھی، جب اس نے بچہ کی ماں کی طرف سے سلام اور کھانا آتا ہوا دیکھا، تو اس بچہ کی ماں کے گھر جانے کا شوق ہوا، تا کہ وہاں سے تعلق ہو، اور کھانے پینے کو ملے۔

اس اندھے نے بچہ کے ہاتھ اس کی ماں کو پیغام بھیجا کہ استاد جی تم سے ملنا چاہتے ہیں؟

بچہ کی ماں پردہ کیا کرتی تھی اور غیر لوگوں کے سامنے نہیں آتی تھی۔

اس لئے اس عورت نے اس بات کو اچھا نہیں سمجھا کہ ایک اجنبی آدمی گھر میں آئے اور پھر یہ بھی ڈر تھا کہ ایک مرتبہ گھر میں آ گیا تو پھر بار بار آیا کرے گا اور پریشانی ہوگی۔

اس لئے اس عورت نے اپنے میاں سے اس بات کا ذکر کیا، اور دونوں نے مل کر مشورہ کیا کہ کوئی طریقہ نکالنا چاہئے کہ اس سے لڑائی جھگڑے کی بھی نوبت نہ آئے اور اس اندھے کو سبق بھی سکھایا جائے۔

جب ان کو اس کا طریقہ سمجھ میں آ گیا تو عورت نے اندھے کو کہلا بھیجا کہ شام کے وقت اتنے بجے گھر میں آ جانا۔

اندھا خوشی خوشی اس وقت عورت کے گھر پہنچ گیا۔

جوں ہی وہ گھر میں جا کر بیٹھا تو عورت کے شوہر نے باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا، اب اس اندھے کو بڑی فکر ہوئی کہ اس کا شوہر آ گیا ہے اب اگر اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو کیا بنے گا۔

عورت نے اندھے سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں آپ کے لئے انتظام کر دیتی ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے اندھے کو ایک چادر دیدی کہ تم یہ اوڑھ کر چکّی پیسنا شروع کر دو۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں گھر میں آٹا اور دوسری چیزیں پیسنے کے لئے چکی لگی ہوئی ہوتی تھی، جو بڑے بھاری گول پتھروں سے بنی ہوئی ہوتی تھی، اور اوپر والے پتھر میں ایک لکڑی لگی ہوئی ہوتی تھی جسے پکڑ کر اسے گھماتے تھے تو اس چکی میں آٹا پستا تھا، اور آج کل یہ چکی شہروں میں بجلی سے چلتی ہے، پہلے زمانے میں جو چکی آدمی اپنے ہاتھوں سے چلاتے تھے تو اس میں بہت زور لگانا پڑتا تھا اور تھوڑی دیر بعد آدمی تھک جاتا تھا۔

بہر حال اس اندھے نے چادر اوڑھ کر چکی پیسنا شروع کی۔

اس عورت کے شوہر نے اندر آ کر معلوم کیا کہ یہ کون عورت ہے، تو اس کی عورت نے جواب دیا کہ گھر میں آٹا ختم ہو گیا تھا، اس لئے آٹا پیسنے والی عورت کو بلایا ہے۔

شوہر اسی کمرے میں آ کر چار پائی پر لیٹ گیا اور چکی پیستے ہوئے دیکھتا رہا۔

اس اندھے نے کبھی چکی چلائی نہیں تھی، اس لئے تھوڑی دیر کے بعد اس کے ہاتھ دُکھنا شروع ہو گئے اور آہستہ آہستہ چکی چلانی شروع کر دی۔

عورت کے شوہر نے اسی وقت اٹھ کر اس چکی چلانے والے اندھے کو پیچھے سے ایک جوتا مارا، اور کہا کہ اتنی آہستہ چکی کیوں چلاتی ہے؟ زور زور سے چلا، ورنہ اتنا سارا آٹا کیسے پسے گا، ابھی تو بہت سا آٹا پیسنا ہے۔

یہ اندھا اندر ہی اندر ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں چادر اتار کر دیکھ نہ لے اور پتہ نہ چل جائے کہ یہ تو بچوں کا استاد ہے۔

اس لئے چکی تیز تیز چلاتا، مگر تھوڑی دیر بعد پھر تھک جاتا اور ہاتھ آہستہ آہستہ چلنے لگتے۔

جوں ہی ہاتھ آہستہ ہوئے یہ آدمی اس اندھے کے پیچھے ایک جوتا لگاتا اور کہتا کہ اتنی آہستہ چکی کیوں چلاتی ہے؟ تیز ہاتھ کیوں نہیں چلاتی۔

اسی طرح صبح تک اندھے سے چکی چلوائی اور رات بھر اس اندھے کو جوتے پڑتے رہے، اور مہینے بھر کا آٹا پسوا کر جمع کر لیا۔

صبح ہوتے ہی شوہر گھر سے باہر چلا گیا۔

تب اندھے کی جان میں جان آئی۔

تب اس عورت نے اندھے کو کہا کہ اب جلدی سے آپ یہاں سے چلے جائیں، کہیں میرا شوہر ظالم دوبارہ نہ آ جائے۔

تب یہ اندھا یہاں سے بھاگا اور قریب مسجد میں پہنچ کر دم لیا۔

اور آئندہ کے لئے ایسی حرکت سے کان پکڑ کر توبہ کی۔

پیارے بچو! تم نے دیکھ لیا کہ غلط نیت کا کتنا نقصان ہوتا ہے کہ عزت بھی خراب ہوتی ہے، اور مصیبت الگ پڑتی ہے۔

اس لئے انسان کو کبھی کسی لالچ اور غلط نیت میں ایسا کام نہیں کرنا چاہئے، جس سے عزت کا خطرہ ہو۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... بدنیت اندھے کو کیا سزا ملی؟

(۲)...... کسی اجنبی عورت کے گھر میں جانا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟



کُتّے کے پیشاب والی کھیر

پیارے بچو! ایک عورت نے ایک مرتبہ اپنے گھر میں دودھ اور چاولوں کو ملا کر بڑی اچھی کھیر بنائی اور سب گھر والوں نے مزے مزے سے کھائی۔

کچھ کھیر بچ گئی تو عورت نے سوچا کہ اس کو گھر والے کل کھالیں گے۔

لیکن کل آنے سے پہلے ہی شام کے وقت گھر میں ایک کتا آ گیا اور اس نے کھیر کے برتن میں منہ ڈال کر اس کو چاٹا اور پھر کتے نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔

اتنے میں عورت نے اندر سے آ کر کتے کو دیکھا تو اس کو بھگایا۔

مگر کتا تو اس کھیر کو چاٹ کر اور پیشاب کر کے ناپاک کر چکا تھا۔

اب اس عورت نے سوچا کہ کھیر تو خراب ہو گئی ہے اور گھر میں کھانے کے قابل نہیں رہی۔

اس نے سوچا کہ محلّہ کے ایک شریف اور غریب آدمی جو بچوں کے ٹیچر تھے، ان کی دعوت کر کے یہ کھیر انہیں کھلا دیتے ہیں، اس سے ٹیچر صاحب خوش ہو جائیں گے اور ان پر مفت میں ہمارا احسان بھی چڑھ جائے گا۔

اس لئے اس عورت نے بچہ سے کہا کہ ٹیچر صاحب کو بلا لاؤ، اور ان سے کہو کہ آپ کی کھیر کی دعوت ہے۔

اس عورت کا بچہ بھی اپنی ماں کی طرح کنجوس اور نیت کا خراب تھا، اس نے ماں سے کہا کہ امی آپ ٹیچر صاحب کی کیوں دعوت کر رہی ہیں، یہ کھیر تو میں نے کھانی ہے۔

ماں نے کہا کہ بیٹا یہ کھیر ہمارے کھانے کے قابل نہیں رہی، کیونکہ اس میں کتے نے پیشاب کر دیا ہے اور منہ بھی ڈال کر اس کو خراب کر دیا ہے۔

اس لئے تم چپ چاپ ٹیچر صاحب کو بلا لاؤ۔

بچہ نے اپنی ماں سے کہا کہ جب کھیر کھانے کے قابل نہیں رہی تو ٹیچر صاحب کو کیوں کھلاتی ہو؟

ماں نے کہا کہ ٹیچر صاحب کو کیا پتہ چلے گا، کہ یہ کھیر خراب ہے؟
اور ٹیچر صاحب کھیر کھائیں گے، تو تم سے بھی خوش ہو جائیں گے، اور تمہاری پٹائی نہیں کریں گے۔
ماں کی بات سن کر بچہ ٹیچر صاحب کو بلا کر لے آیا۔
اور انہوں نے گھر میں بیٹھ کر کھیر کھانی شروع کی، بچہ بھی سامنے بیٹھا ہوا تھا،
کھیر کھاتے کھاتے میاں جی نے اس سے پوچھا کہ بیٹا آج کون سی خاص بات ہوگئی تھی جو آپ کی امی نے میری کھیر کی دعوت کی۔
تو اس بچہ نے ناسمجھی میں صاف صاف بتلا دیا کہ اس میں کتے نے منہ ڈال کر اور پیشاب کر کے خراب کر دیا تھا، اس لئے میری امی نے سوچا کہ پھینکنے کے بجائے آپ کو کھلا دیتے ہیں۔
یہ سنتے ہی ٹیچر صاحب نے برا بھلا کہنا شروع کیا اور غصہ میں آ کر وہ کھیر برتن سمیت پھینک ماری۔
جس سے برتن بھی خراب ہو گیا۔
اس پر اس بچے نے رونا شروع کر دیا، ٹیچر صاحب نے کہا کہ کمبخت تو کس لئے روتا ہے۔
ایک تو ناپاک اور گندی کھیر کھلاتا ہے، اور اوپر سے روتا بھی ہے۔
بچہ بولا کہ اس لئے روتا ہوں کہ میری امی اس برتن سے کوڑا اٹھایا کرتی تھیں۔
اور اب یہ برتن خراب ہو گیا ہے، اب وہ کوڑا کس چیز سے اٹھائیں گی۔
ٹیچر صاحب نے کہا کہ کمبختو ایک تو کتے کی جھوٹی اور پیشاب والی کھیر کھلاتے ہو، اور اوپر سے کوڑے اٹھانے والے برتن میں۔
ٹیچر صاحب نے بددعا کی کہ اللہ کرے کہ جس عورت نے میرا منہ گندہ اور ناپاک کیا ہے، اس کے منہ میں کیڑے پڑ جائیں۔
ٹیچر صاحب یہ کہہ کر چلے گئے، اور ان کی دعا قبول ہو گئی اور اس گندی کھیر کھلانے والی عورت کے منہ میں زخم ہو گیا جس میں کیڑے پڑ گئے، منہ سوج کر موٹا ہو گیا، شکل بگڑ گئی، اور ڈاکٹروں نے بھی علاج سے جواب دے دیا۔
اور وہ عورت اسی حالت میں مر گئی۔

پیارے بچو! کسی کو گندی، خراب یا ناپاک چیز کھلانا بہت بُری بات ہے، کھانے والے کو اگر پتہ نہ ہو مگر اللہ میاں تو جانتے ہیں، اس لئے اللہ میاں کسی کو گندی چیز کھلانے والے کو دنیا میں بھی سزا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی سزا دیں گے۔

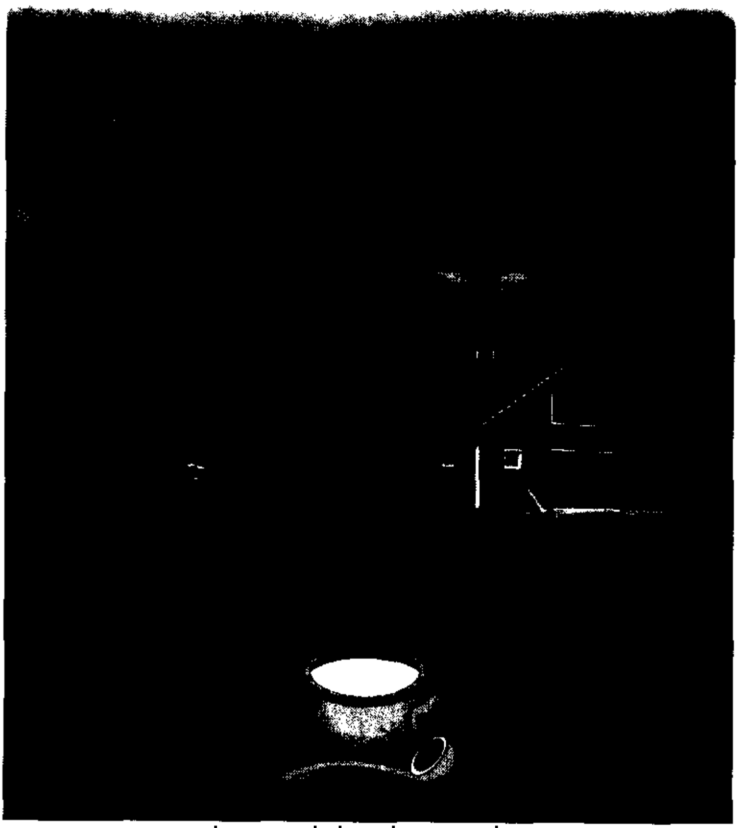
اس لئے تم کبھی کسی کو گندی اور خراب چیز مت کھلانا، بلکہ جب کسی کی دعوت کرو تو اس کو اچھی چیز کھلاؤ، خراب اور گندی چیز ہرگز مت کِھلاؤ۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......گندی کھیر کھلانے والی عورت کو کیا سزا ملی؟

(۲)......عورت کو یہ سزا کیوں ملی؟

(۳)......کسی کو گندی چیز کھلانا اچھی بات ہے کہ بری بات ہے؟



ایک نابینا اور لالٹین

پیارے بچو! ایک نابینا آدمی رات کے وقت کہیں چلا جارہا تھا، اور اپنے ساتھ ایک مٹی کا گھڑا لے جارہا تھا، اور اپنے ہاتھ میں لالٹین لے رکھی تھی۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں مٹی کے برتن ہوا کرتے تھے، پانی رکھنے کے لئے بھی مٹی سے تیار کئے ہوئے گھڑے ہوتے تھے، جن میں گرمیوں کے موسم میں پانی بھر کر رکھ دیتے تھے، اور ان میں پانی ٹھنڈا رہتا تھا۔

پیارے بچو! پہلے زمانے میں بجلی نہیں تھی جس کی وجہ سے راستوں میں بھی رات کے وقت اندھیرا رہتا تھا، اور آج کل کی طرح گھروں میں فریج وغیرہ بھی نہیں تھے۔

اور روشنی کے لئے لوگ چراغ اور لالٹین وغیرہ استعمال کیا کرتے تھے، لالٹین تو آج کل بھی بعض لوگ استعمال کرتے ہیں جس میں مٹی کا تیل ڈال کر اُسے جلایا جاتا ہے اور اس میں جس جگہ بتی جلتی ہے اس کے دائیں بائیں شیشہ ہوتا ہے، تاکہ ہوا اور بارش میں بھی یہ جلتی رہے۔

لالٹین روشنی کے لئے بہت اچھی چیز ہے، اگر اس کو جلا کر سو جائیں تو بھی کوئی ڈر نہیں ہوتا۔

خیر یہ اندھا جو کہ اپنے ساتھ مٹی کا گھڑا لے جارہا تھا اور ہاتھ میں لالٹین بھی جلی ہوئی لے رکھی تھی۔

اس سے کسی نے پوچھا کہ اندھے میاں آپ کو تو نظر ہی نہیں آتا، اور آپ کے لئے روشنی اور اندھیرا برابر ہے، پھر آپ نے لالٹین ساتھ میں کیوں لے رکھی ہے؟

یہ سن کر اس نابینا آدمی نے کہا کہ میں نے یہ لالٹین اپنے گھڑے کی حفاظت کے لئے لے رکھی ہے، تاکہ کسی آنے والے کے ٹکرانے سے میرا گھڑا ٹوٹ نہ جائے۔

دوسرے نے کہا کہ وہ کیسے؟

تو اس نابینا نے جواب دیا کہ بے شک میں تو کسی دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا، لیکن دوسروں کو تو نظر آتا ہے اور میرے ساتھ روشنی ہونے کی وجہ سے سامنے سے آنے والا تو مجھے دیکھ سکے گا، اور وہ مجھ سے بچ کر گزرے گا، جس سے میرا گھڑا ٹوٹنے سے بچ جائے گا۔

نابینا آدمی کی یہ بات سُن کر دوسرے آدمی کو نابینا آدمی کی عقلمندی پر تعجب اور حیرت ہوئی کہ جہاں ہماری نظر نہیں پہنچی ایک نابینا آدمی کی نظر وہاں تک پہنچ گئی۔

پیارے بچو! عقل مندی بہت عجیب چیز ہے، اس کی وجہ سے آدمی بڑے بڑے کام کر لیتا ہے۔ لیکن عقل مندی کے کام دوسروں سے سیکھنے سے آتے ہیں خود سے نہیں آتے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......نابینا آدمی نے اپنے ساتھ روشنی کیوں لے رکھی تھی؟

(۲)......لالٹین کسے کہتے ہیں؟





ایک مکّار چور

پیارے بچو! ایک مرتبہ کوئی صاحب کہیں بیٹھے ہوئے چوری کے کام سے بچنے کی لوگوں کو نصیحت کر رہے تھے اور اس کام کے غلط ہونے کا لوگوں کو بتلا رہے تھے اور یہ بھی کہہ رہے تھے کہ چوری کرنا برا اور گناہ کا کام ہے، اور چوری کی کمائی غلط اور حرام ہے۔

وہاں ایک چور بھی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے سُن کر کہا کہ چوری کی کمائی حرام کیسے ہے؟ یہ تو بہت محنت کی کمائی ہے، اس لئے حرام اور گناہ نہیں ہوسکتی۔

لوگوں نے کہا کہ وہ کیسے؟

چور نے کہا کہ دیکھو سب لوگ رات کو آرام سے سوتے ہیں، مگر چور اپنی نیند اور آرام کی قربانی دے کر رات کو محنت کر کے چوری کرتا ہے، اس لئے چور کی کمائی محنت کی کمائی ہے اور اس لئے وہ اچھی کمائی ہے، بری اور غلط نہیں۔

لوگوں نے کہا کہ بے وقوف بے شک چور رات کو آرام نہیں کرتا مگر دوسروں کا مال ناجائز طریقہ سے ہڑپ کرتا ہے، اس لئے اس کی محنت اس کے مال کو حلال نہیں بناسکتی وہ تو حرام ہی رہے گی۔

اور چور کو چوری کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔

چور نے کہا کہ وہ سزا کس طرح ملتی ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس چور کی بھی کوئی چیز چوری ہوجاتی ہے، یا اس پر کوئی مصیبت اور بیماری آجاتی ہے، جس کی وجہ سے اس کا بہت بڑا جان کا یا مال کا نقصان ہوجاتا ہے۔

کیونکہ چور دوسرے کی چیز چوری کر کے دوسرے کو تکلیف پہنچاتا اور دوسرے کو پریشان کرتا ہے، جس پر دوسرا آدمی اس کو بددعا بھی دے دیتا ہے، اور اگر دوسرے آدمی کو اپنی چیز کے چوری ہونے کا پتہ نہ چلے تو تب بھی اللہ میاں کو تو پتہ ہی ہوتا ہے۔

اللہ میاں خود سے بھی اس کو سزا دے دیتے ہیں۔

اور بعض دفعہ چور کے وہ ہاتھ جن سے اس نے چوری کی ہے، کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، کوئی بیماری لگ جاتی ہے، یا کوئی حادثہ ہو جاتا ہے، جس سے اس کے ہاتھ کٹ جاتے ہیں، یا اس کے گھر والوں پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے۔

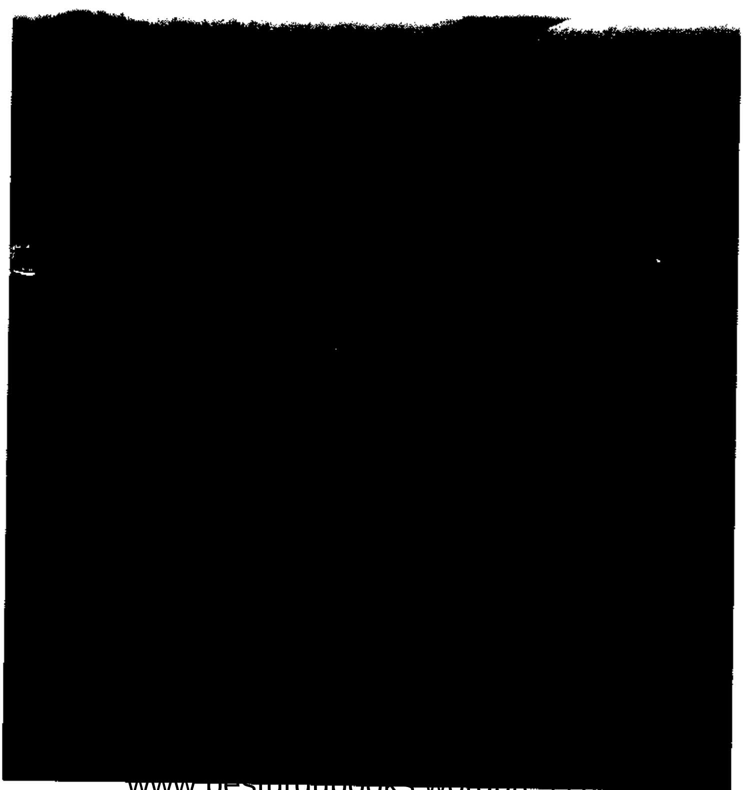
پیارے بچو! حقیقت بھی یہی ہے کہ چوری کی چیز اسی کی ہوتی ہے، جس کی وہ چیز چوری کی گئی ہے، چوری کرنے سے وہ چیز چور کی نہیں بن سکتی اس کو آج نہیں تو کل مرنے کے بعد اس کا حساب دینا پڑے گا۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... چوری کرنا اچھی بات ہے یا بری بات ہے؟

(۲)...... چوری کی چیز چور کی ہوتی ہے، یا جس کی چوری کی ہے، اس کی ہوتی ہے؟

(۳)...... چوری کرنے والے کو کیا سزا مل سکتی ہے؟



چوری اور ہیرا پھیری

پیارے بچو! چوری کی عادت بہت بُری ہوتی ہے، جب کسی کو اس کی عادت پڑ جاتی ہے تو آسانی سے چھوٹتی نہیں...... کیونکہ چوری کرنے والے انسان کو مفت کا مال منہ کو لگ جاتا ہے۔

اس لئے وہ محنت اور مزدوری کرنے سے بھاگتا اور جان چُراتا ہے۔

اور چوری کر کے دوسرے کے پیسے یا کوئی چیز اس کو راضی کیے بغیر چوری چھپے سے لے لیتا ہے۔

ایک آدمی کو اسی طرح چوری کرنے کی عادت تھی، اور وہ چوری کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ پکڑا بھی گیا تھا اور اس کی عزت بھی خراب ہو چکی تھی، مگر اس کے باوجود اس کی چوری کرنے کی عادت چھوٹتی نہیں تھی...... ایک مرتبہ اس نے چوری کی عادت سے بچنے کے لئے ایک اللہ والے بزرگ کے پاس جا کر توبہ کی اور ان کے سامنے وعدہ کیا کہ اب چوری نہیں کروں گا۔

ان بزرگ صاحب نے اس آدمی کو کہا کہ آپ کچھ دنوں کے لئے ہمارے پاس رہو، یہاں مسجد میں نماز پڑھو، اور اللہ اللہ کرو، تا کہ تمہارا ذہن چوری سے ہٹ جائے اور تم نیک آدمی بن جاؤ۔

یہ آدمی ان بزرگ کے پاس مسجد کے ساتھ کمرے میں ٹھہر گیا۔

اب اسے اپنی چوری کی عادت پریشان کرنے لگی اور اسے چوری کرنے کا تقاضا ہونے لگا۔

مگر اسے جب بھی چوری کرنے کا تقاضا ہوتا تو یہ سوچتا کہ میں نے تو ان بزرگ صاحب سے چوری نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے اور چوری سے توبہ کی ہوئی ہے، اس لئے چوری کرنے سے بچا رہتا تھا، اور چوری نہیں کرتا تھا...... جب اسے بار بار چوری کا تقاضا تنگ کرنے لگا تو اس نے اپنا تقاضا پورا کرنے کے لئے یہ کام شروع کر دیا کہ جب سب لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو یہ لوگوں کے جوتے رکھی ہوئی جگہ پہنچ کر جوتے اٹھاتا اور کسی دوسری جگہ رکھ دیا کرتا تھا، اور وہاں کے جوتے کسی اور جگہ رکھ دیتا تھا، یعنی چوری تو نہیں کرتا تھا، مگر ہیرا پھیری کیا کرتا تھا۔

جب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہوتے اور اپنے جوتے والی جگہ آتے تو پریشان ہوتے اور دیر تک جوتے تلاش کرتے رہتے تھے۔

پھر تلاش کرتے کرتے انہیں اپنے جوتے مل جایا کرتے تھے...... لوگوں نے ان بزرگ سے شکایت کی کہ جب ہم نماز پڑھ کر آتے ہیں تو ہمارے جوتے اپنی جگہ نہیں ہوتے، بلکہ کہیں اور ہوتے ہیں، اور تلاش کرنے میں پریشانی ہوتی ہے...... ان بزرگ نے سوچا کہ جس وقت لوگ نماز پڑھتے ہیں، اس وقت کسی آدمی کو کہیں چھپ کر کھڑا کر دیں اور پھر وہ دیکھے کہ یہ جوتوں کے ساتھ ہیرا پھیری کون آدمی کرتا ہے...... جب اس آدمی نے چھپ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ ہیرا پھیری یعنی جوتے اِدھر سے اُدھر کرنے والا یہی چور ہے، جس نے چوری سے توبہ کی تھی، اور اب چوری تو نہیں کرتا مگر لوگوں کے جوتے ادھر اُدھر کر کے ہیرا پھیری کرتا ہے...... چنانچہ چور کے بارے میں یہ کہاوت مشہور ہے "چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے نہ جائے"...... اور اس آدمی نے جا کر بزرگ کو یہ ساری بات بتائی ان بزرگ نے اس آدمی کو بلایا اور کہا کہ تم یہ حرکت کیوں کرتے ہو، جس سے آپ کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا اور لوگوں کو بلاوجہ پریشانی ہوتی ہے، جبکہ آپ نے چوری سے توبہ بھی کر لی ہے۔

اس چور نے کہا کہ بزرگو! میں نے چوری سے توبہ کی تھی، مگر ہیرا پھیری سے تو توبہ نہیں کی تھی، اور جب مجھے چوری کا تقاضا ہوتا تھا تو اپنے آپ کو چوری سے تو روک کر رکھتا تھا۔

لیکن اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے جوتے ادھر سے اُدھر اٹھا کر رکھ دیتا تھا، اس سے میری چوری کا تقاضا پورا ہو جاتا تھا...... ان بزرگ نے اس آدمی سے کہا کہ تم نے یہ تو سمجھ لیا کہ چوری کرنا گناہ ہے، لیکن تمہیں یہ نہیں معلوم کہ دوسروں کو تکلیف دینا اور پریشان کرنا بھی تو گناہ ہے اور بری بات ہے۔

اس لئے اب تم اس گناہ سے بھی توبہ کرو، پھر اس آدمی نے اس گناہ سے بھی توبہ کی۔

پیارے بچو! تم نے چور کا واقعہ سُن کر سمجھ لیا ہوگا کہ چوری کی عادت کتنی مشکل سے ختم ہوتی ہے۔

اس لئے اچھے انسان کی نشانی یہ ہے کہ وہ شروع ہی سے بُرے کام کے قریب نہ جائے اور بُرے کام کی عادت ہی نہ ڈالے، تاکہ بعد میں پریشان نہ ہونا پڑے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... چوری کی عادت آسانی سے چھوٹ جاتی ہے یا مشکل سے؟

(۲)...... ہیرا پھیری کسے کہتے ہیں؟

(۳)...... چور نے چوری چھوڑ کر کیا کام شروع کیا تھا؟

کنجوسی بُری بلا ہے

پیارے بچو! کنجوسی بُری عادت ہے، کنجوسی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی نیت کا اس طرح خراب ہونا کہ جب کوئی پیسہ یا مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو ضرورت میں بھی پیسے یا مال خرچ نہ کرنا، اور بلا وجہ کی تکلیف اُٹھانا۔

جیسے کسی کو بیماری ہے اور اس کے لئے علاج کی ضرورت ہے، اور علاج کے لئے پیسے بھی اپنے پاس ہیں، لیکن پیسوں کی اتنی محبت ہے کہ پیسے خرچ نہیں کرتا، اور اپنا علاج نہیں کراتا۔

آؤ تمہیں کنجوس آدمیوں کے کچھ واقعات سنائیں۔

ایک کنجوس آدمی تھا، ایک مرتبہ یہ کھانا کھا رہا تھا، کھانا کھاتے ہوئے اس کے سالن میں مکھی گر گئی، تو یہ مکھی نکال کر پھینکنے لگا، مگر اس کو خیال آیا کہ کچھ سالن مکھی پر بھی تو لگا ہوا ہوگا، وہ بھی مکھی کے ساتھ چلا جائے گا، اس لئے اس آدمی نے مکھی کو منہ میں اچھی طرح چُوس کر پھینکا۔

اور اس وقت سے اس کنجوس آدمی کے لئے اور اس جیسے دوسرے کنجوس آدمیوں کے لئے یہ نام پڑ گیا اور یہ بات مشہور ہوگئی کہ "کنجوس مکھی چوس"

اسی طرح ایک آدمی کو دیسی گھی بہت پسند تھا اور اس کا دل چاہتا تھا کہ گرم گرم روٹی پر گھی لگا کر کھائے، مگر پیسے ہونے کے باوجود گھی نہیں کھاتا تھا، ایک مرتبہ وہ کہیں سے دیسی گھی لے کر آیا اور اسے بوتل میں بند کر کے رکھ دیا، مگر سوچنے لگا کہ اگر اسے روٹی پر لگا کر کھایا کروں گا تو یہ گھی تو کھا کھا کر ختم ہو جائے گا۔

اس لئے اس نے گھی کو بچا کر رکھنے کا یہ طریقہ نکالا کہ جب روٹی پر گھی لگانے کو دل چاہتا تو گرم گرم روٹی لے کر بند بوتل کے اوپر روٹی پھیر لیتا اور روٹی کھا لیتا تھا۔

حالانکہ اس طرح روٹی پر گھی نہ لگتا تھا، مگر وہ گھی کے بجائے اپنے جی سے روٹی کھاتا تھا۔

یعنی بس جی میں سوچ لیتا تھا کہ روٹی پر گھی لگ گیا ہے، اور یہ آدمی کسی دوسرے کو اس بوتل کے قریب نہیں آنے دیتا تھا، اور نہ ہی اس بوتل کو ہاتھ لگانے دیتا تھا۔

یہ آدمی اسی طرح بہت دنوں تک کرتا رہا۔
ایک مرتبہ یہ اپنے گھر سے باہر کہیں سفر پر چلا گیا۔
اس کے چلے جانے کے بعد اس کی بیوی نے سوچا کہ میرا میاں اتنے دنوں سے روٹی پر گھی لگا کر کھا رہا ہے، اور ہمیں گھی کے قریب بھی آنے نہیں دیتا۔
اس لئے میاں کے سفر پر ہونے کے دنوں میں تھوڑے دنوں تک میں بھی گھی روٹی پر لگا کر کھا لیتی ہوں۔
دو تین دن تک اس کی بیوی نے تھوڑا تھوڑا گھی بوتل سے نکال کر روٹی پر لگایا۔ اور اس طرح روٹی کھائی۔
دو تین دن بعد میاں جب سفر سے واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ بوتل میں گھی کم ہو گیا ہے، تو اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ بوتل تو بھری ہوئی تھی اس میں سے گھی کہاں گیا؟
اس کی بیوی نے کہا کہ میاں صاحب تم اتنے دنوں سے گھی کھا رہے تھے، آخر ہمارا بھی تو کچھ حق بنتا ہے، دو تین دن اگر ہم نے بھی روٹی پر گھی لگا کر کھا لیا، تو اس میں کیا قیامت آ گئی۔
میاں نے بیوی سے پوچھا کہ تم نے کس طرح سے روٹی پر گھی لگایا؟
بیوی نے کہا کہ یہ کونسا مشکل تھا، چمچے سے گھی نکالا اور روٹی پر لگا لیا۔
شوہر نے کہا کہ اسی لئے تو اس بوتل میں سے گھی کم ہوا ہے، اور تمہیں روٹی پر گھی لگانا نہیں آتا۔
گھی لگانے کے لئے بوتل کو کھولنے کی کیا ضرورت ہے، اس کے اوپر سے ہی روٹی پھیر کر لگا لینا چاہئے، ورنہ تو گھی ختم ہو جاتا ہے۔
بیوی نے کہا کہ اس طرح تو روٹی کو گھی لگے گا ہی نہیں؟
میاں نے کہا تو لگانے کی کیا ضرورت ہے، بس دل بہلانا چاہئے۔
بیوی نے کہا کہ ایسا گھی تمہیں ہی مبارک ہو، ہمیں ایسا گھی نہیں چاہئے۔
پیارے بچو! تم نے اس کنجوس آدمی کا واقعہ سنا، کنجوسی ایسی چیز ہوتی ہے۔
ایک اور کنجوس آدمی تھا، اس نے ایک بلی پال رکھی تھی، مگر وہ بلی کو اپنے پاس سے کچھ کھانے پینے کو

نہیں دیتا تھا، جبکہ اس کے پاس بلی کو کھلانے پلانے کے لئے سب کچھ تھا، اور اس آدمی کے پاس جو روٹی بچ جاتی تھی اس کو بھی کنجوسی کی وجہ سے سکھا کر رکھ لیتا تھا، اور اس نے سوکھی ہوئی روٹیوں کا گھر میں ڈھیر لگایا ہوا تھا۔

اس آدمی نے خرچہ سے بچنے کے لئے شادی بیاہ بھی نہیں کیا تھا، اور اپنے گھر میں اکیلا رہتا تھا بے چاری بلی محلہ میں جا کر اور اِدھر اُدھر سے کھا پی کر اپنا گزارہ کیا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ بلی کو کہیں سے کچھ کھانے کو نہیں ملا، اور وہ بھوک سے بے تاب ہوگئی، یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہوگئی...... اب یہ آدمی اپنی بلی کو باہر لے کر بیٹھ گیا، اور رونے لگا، تا کہ کوئی آدمی اس کی بلی کو کھانے پینے کے لئے کچھ دیدے۔

جب لوگوں نے اس آدمی کو باہر بیٹھ کر روتے ہوئے دیکھا تو معلوم کیا کہ کیوں روتے ہو؟

اس نے جواب میں کہا کہ میں نے بلی پالی ہوئی تھی، جو بہت دنوں سے میرے ساتھ رہتی تھی، اور میں اس سے بہت محبت کرتا تھا، اور اب یہ مرنے کے قریب ہو رہی ہے۔

لوگوں نے معلوم کیا کہ اسے کیا بیماری ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ بیماری تو کوئی نہیں ہے، بھوک کی وجہ سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ تو اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ تا کہ اس کی بھوک دور ہو اور تمہاری پریشانی بھی ختم ہو۔

اس نے کہا کہ کہاں سے کھلاؤں پلاؤں؟

لوگوں نے کہا کہ کیا آپ کے پاس کوئی چیز بھی اس کو کھلانے پلانے کے لئے نہیں ہے؟ اگر سوکھی روٹی ہی گھر میں ہو تو وہی کھلا دو۔

اس آدمی نے کہا کہ میرے گھر میں کھلانے پلانے کو تو ہے، مگر ان چیزوں پر پیسے خرچ ہوتے ہیں،

لوگوں نے کہا کہ تم جو آنسو بہا رہے ہو، ان کی بھی تو کوئی قیمت ہے؟

اس آدمی نے کہا کہ آنسو تو میں نے کسی دوکان سے نہیں خریدے بلکہ یہ تو مفت کے ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ بے وقوف تجھے یہ معلوم نہیں کہ جسم میں جان اور طاقت بھی تو کچھ کھانے پینے سے ہی آتی ہے۔

اس آدمی نے کہا کہ وہ تو میں روزانہ بھوک لگنے پر کھانا کھا ہی لیتا ہوں اور پیاس لگنے پر پانی پی لیتا ہوں، یہ تو مجبوری ہے، مگر اب بلی کو کھلانے کے لئے تو مال خرچ ہوگا۔

لوگوں نے اس آدمی سے کہا کہ اگر بلی فوت ہوگئی، تب بھی تو آپ کو دوسری بلی خریدنی پڑے گی اور اس کے لئے پیسے خرچ کرنا پڑیں گے؟

اس آدمی نے کہا کہ میں نے اس بلی کو کسی سے خریدا نہیں تھا، بلکہ کہیں سے خود ہی آ کر میرے پاس رہنے لگی تھی اور میں اس کے مرنے کے بعد بھی کوئی بلی نہیں خریدوں گا؟

لوگوں نے کہا کہ پھر تجھے اس کے مرنے کا صدمہ اور افسوس تو ہوگا؟

کہنے لگا کہ وہ تو ہوگا، مگر صدمہ تو مفت کی چیز ہے، اس پر تو پیسے خرچ کرنا نہیں پڑیں گے۔

لوگ ابھی اس کو سمجھا ہی رہے تھے، اور اس کنجوس آدمی کو کسی کی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کہ باتوں باتوں کے درمیان ہی اس کی بلی بھوکی پیاسی فوت ہوگئی۔

پھر اللہ میاں نے اس آدمی کو بلی کو بھوکا مارنے کی یہ سزا دی کہ ایک دفعہ یہ آدمی اپنے گھر میں بیمار پڑ گیا اور چارپائی سے اُٹھنا بھی مشکل ہوگیا، اور گھر میں کوئی اور تھا نہیں۔

اب یہ چارپائی پر ہی پیشاب پاخانہ کرتا رہا اور بھوکا سڑتا رہا، یہاں تک کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور وہیں گل سڑ کر فوت ہوگیا۔

پیارے بچو! کنجوسی اتنی بُری بلا ہے کہ اس کی بدولت انسان طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتا ہے۔ اس لئے انسان کو اپنی ضرورت کے کاموں میں پیسے خرچ کرنے سے نہیں رُکنا چاہئے، ہاں فضول چیزوں میں اور گناہوں کے کاموں میں بھی پیسے خرچ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی بُری عادت ہے

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......ایک آدمی کا کنجوس مکھی چوس نام کس لئے پڑا تھا؟

(۲)......ایک کنجوس آدمی گھی سے کس طرح روٹی لگا کر کھاتا تھا؟

(۳)......ایک کنجوس آدمی کی بلی کس وجہ سے ہوئی تھی؟

(۴)......کنجوس کسے کہتے ہیں؟

ناانصافی کا شہر

پیارے بچو! ایک ملک میں ناانصافی کا آباد شہر تھا، اس شہر میں کوئی کام بھی انصاف سے نہیں ہوتا تھا،

مجرم کوئی ہوتا تھا یعنی غلطی کسی کی ہوتی تھی اور سزا کسی اور کو ملا کرتی تھی، اور اس شہر میں گدھے، گھوڑے، گڑ تیل ہر چیز کی قیمت برابر تھی، قیمتی اور غیر قیمتی چیزوں کی قیمتوں میں کوئی فرق نہ تھا، سب چیزوں کا ایک ہی بھاؤ تھا۔

مگر اس شہر کے بے وقوف لوگ اپنے ان کاموں کو بہت بڑی عقلمندی سمجھتے تھے۔

اس شہر کے لوگوں کی بے وقوفی کی وجہ سے دوسرے شہروں کے لوگ ان سے تعلق نہیں رکھتے تھے، اور اس شہر کے لوگوں نے اپنا سارا نظام دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ بنا رکھا تھا، قانون بھی ہر چیز کا انہوں نے دوسرے لوگوں سے الگ ہی بنا رکھا تھا، اور جھگڑے ختم کرنے کے لئے ایک بے وقوف جج بھی اپنے پاس سے ہی بنا رکھا تھا۔

ایک مرتبہ اس شہر میں ایک گرو، اور اس کا چیلہ پہنچ گئے۔

یہ دونوں ہندو مذہب والے تھے مسلمان نہیں تھے، گرو؛ استاذ کو کہتے ہیں، اور چیلہ: شاگرد کو کہتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر جب چیلے نے دیکھا کہ اچھی اور گھٹیا سب چیزوں کی ایک ہی قیمت اور ایک ہی بھاؤ ہے تو یہ چیلہ بہت خوش ہوا۔

اور اس نے اپنے گرو سے کہا کہ گرو جی یہ تو بہت اچھا شہر ہے، ہمیں کچھ دنوں کے لئے یہاں ٹھہرنا چاہئے، ہم یہاں رہ کر خوب اچھی اچھی چیزیں کھائیں گے اور مزے کریں گے۔

مگر گرو سمجھدار اور چالاک تھا، اس نے اپنے چیلے سے کہا کہ بیٹا یہ ناانصافی کا شہر ہے، یہاں کسی کام میں انصاف نہیں ہوتا، یہاں رہنے میں خطرہ ہے کہیں یہاں پر ہم بے قصور نہ مارے جائیں۔

لیکن چیلہ ضد کرتا رہا اور کہنے لگا کہ ہمیں کسی کے انصاف اور ناانصافی سے کیا مطلب؟ ہم تو اپنے

کام سے کام رکھیں گے، اور کھائیں گے پیئیں گے، اور موج اڑائیں گے۔

گرو نے کہا کہ جب یہ بے انصافی کا شہر ہے تو ہوسکتا ہے کہ ہم ناانصافی میں کسی طرح پھنس جائیں، مگر چیلے کو گرو کی بات سمجھ میں نہیں آئی اور وہ وہاں رہنے کی ضد ہی کرتا رہا۔

جب گرو نے دیکھا کہ چیلہ کسی طرح مان نہیں رہا تو اسے بھی مجبوراً ہاں کرنی پڑی اور وہاں ٹھہرنا پڑا۔

تھوڑے ہی دنوں میں چیلہ خوب گھی اور دوسری چیزیں کھا کر موٹا تازہ ہوگیا۔

ایک دن اس ناانصافی کے شہر کے بازار میں یہ چیلہ اور اس کا گرو دونوں گھوم رہے تھے، گھومتے پھرتے یہ دونوں ایک چوک میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ شہر کے جج کی عدالت لگی ہوئی ہے اور لوگوں کے لڑائی جھگڑوں کے فیصلے ہو رہے ہیں۔

چیلے نے کہا کہ ہم بھی ان کے فیصلہ کرنے کے طریقہ کو دیکھتے ہیں اور وہ بھی اپنے گرو کا ہاتھ پکڑ کر وہاں کھڑے ہوئے لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو کر تماشا دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چور نے جج کے سامنے شکایت کی کہ میرا ایک دوست تھا، جو میرے ساتھ مل کر چوری کیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میں اور میرا دوست ایک مکان میں رات کو چوری کرنے کے لئے گئے اور مکان کی دیوار میں اندر جانے کے لئے سُوراخ کرنے لگے، مگر وہ دیوار اتنی کمزور تھی کہ سوراخ کرتے کرتے دیوار میرے چور دوست کے اوپر گر گئی اور وہ فوت ہوگیا۔ اور وہ میرا دوست چوری کرنے کے بڑے اچھے اچھے طریقے جانتا تھا، اب اس کے بغیر میری چوری کا کام بھی ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔

اس لئے مکان کے مالک سے اس کا بدلہ دلوایا جائے کہ اس نے مکان کی دیوار اتنی کمزور کیوں بنوائی تھی جس کی وجہ سے وہ ایک قیمتی چور پر گر گئی اور قیمتی جان چلی گئی؟

جج صاحب نے چور سے اس مکان کا پتہ کر کے اس کے مالک کو بلوایا، پولیس تھوڑی دیر میں اس مکان کے مالک کو پکڑ کے لے آئی۔

جج صاحب نے اس مکان کے مالک سے کہا کہ تم نے اپنے گھر کی دیوار اتنی کمزور کیوں بنوائی تھی؟

کہ اس کی وجہ سے ہمارے شہر کا ایک بہترین چور فوت ہو گیا۔
مکان کے مالک نے کہا کہ حضور اس میں میری غلطی نہیں ہے، یہ دیوار تو تعمیر کرنے والے مستری نے بنائی تھی، آپ اس سے ہی پوچھئے کہ اس نے اتنی کمزور دیوار کیوں بنائی تھی؟
جج صاحب نے پولیس کو بھیج کر تعمیر کرنے والے مستری کو بلالیا۔
اور اس کو بلا کر سارا قصہ سنایا اور کہا کہ تم نے اتنی کمزور دیوار کیوں تعمیر کی؟
مستری نے کہا کہ حضور، اس میں میری کوئی غلطی نہیں، مجھے تو مزدور نے پتلا پانی کی طرح مسالہ بنا کر دیا تھا، اس سے پوچھئے کہ اس نے اتنا زیادہ پانی کیوں ڈالا، جس سے دیوار کمزور بنی؟
جج صاحب نے مزدور کا پتہ معلوم کر کے اسے بلایا، اور بلا کر اسے کہا کہ تمہاری غلطی کی وجہ سے ایک چور کی قیمتی جان چلی گئی، تم نے تعمیر کے لئے جو مسالہ تیار کیا تھا، اس میں اتنا زیادہ پانی کیوں ڈالا تھا، جس سے وہ پتلا ہو گیا تھا۔
مزدور نے کہا حضور میری اس میں غلطی نہیں، بلکہ جو مزدور پانی ڈالنے والا تھا، اس نے زیادہ پانی ڈال دیا تھا، اس لئے اس کا بدلہ اسی سے لیجئے، اور اس کو عدالت میں بلوائیے۔
پانی ڈالنے والے مزدور کو بلایا گیا، اور اس کو سارا قصہ سنایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ تم نے پانی زیادہ کیوں ڈالا تھا؟
اس نے کہا کہ حضور میں پانی ڈال رہا تھا کہ اسی دوران ادھر سے ہاتھی بھاگا ہوا آ رہا تھا، جس سے مجھے جان کا ڈر ہوا اور میں نے وہاں پانی چھوڑ کر اپنی جان بچائی۔
اور اصل غلطی تو ہاتھی کو سنبھالنے والے کی ہے کہ اس نے ہاتھی کو کیوں نہیں سنبھالا۔
اس لئے ہاتھی کے ذمہ دار کو بلایا جائے۔
جج صاحب نے ہاتھی کے ذمہ دار کو بلایا اور اس سے کہا کہ تمہارے ہاتھی بھاگنے کی وجہ سے دیوار کمزور بنی اور ایک چور مر گیا، تم نے ایسا کیوں کیا اور ہاتھی کو سنبھال کر کیوں نہیں رکھا؟
ہاتھی کے ذمہ دار نے کہا کہ حضور میں نے تو ہاتھی کو سنبھالا ہوا تھا، لیکن راستہ میں ایک عورت آ رہی تھی، اور اس نے زیور پہن رکھا تھا، اس کے زیور سے بجنے کی زور زور سے آواز آ رہی تھی،

جس سے ہاتھی ڈر گیا اور مجھ سے چھوٹ کر بھاگ گیا۔ اس لئے اصل غلطی تو اس عورت کی ہے، اسے بلایا جائے۔

اب اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم نے ایسا بجنے والا زیور کیوں پہنا تھا، جس سے ہاتھی ڈر گیا اور پھر چور کے مرنے تک کی نوبت آئی۔

اس عورت نے کہا کہ حضور اس میں میری غلطی نہیں ہے، مجھے تو سنار (یعنی زیور بنانے والے) نے جیسا زیور بنا کر دیا، میں نے پہن لیا، اس لئے اصل مجرم تو سنار (یعنی زیور بنانے والا) ہے۔

جج صاحب نے سنار (یعنی زیور بنانے والے) کو بازار سے بلا لیا، اور اس کے سامنے سارا واقعہ رکھا، اور اس کو مجرم ٹھہرایا، سنار کو کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اس لئے بالآخر فیصلہ ہوا کہ چور کو مارنے میں اصل جرم سنار کا ہے، اسے چور کے بدلہ میں پھانسی کے پھندے پر چڑھایا جائے۔

جب سنار کو پھانسی کے پھندے پر پہنچایا گیا، تو وہ پھانسی کا پھندا بڑا تھا، اور سنار کا گلا پتلا اور باریک تھا۔

اور اس کی وجہ بھی اس شہر کی ناانصافی ہی تھی، کہ بس ایک ہی ناپ کا پھندا بنایا گیا تھا۔

جج صاحب نے پھانسی پر چڑھانے والے پولیس والے سے کہا کہ میاں مجمع میں جو کوئی موٹا آدمی ہو اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا آ جائے اسے پھانسی پر لٹکایا جائے۔

جب مجمع میں پولیس والوں نے دیکھا تو وہ چیلہ جو کھا کھا کر خوب موٹا ہو گیا تھا، وہ موٹا آدمی اس پھندے کا ناپ معلوم ہوا۔

اس لئے اسے پکڑ لیا گیا اور اسے پھانسی پر چڑھانے کا فیصلہ ہوا۔

اب چیلہ بڑا گھبرایا اور اس نے اپنے گرو سے کہا کہ گرو جی اس مصیبت سے میری جان چھڑاؤ،

گرو نے کہا کہ میں نے تم سے پہلے ہی نہ کہا تھا کہ یہ ناانصافی کا شہر ہے اور یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔

چیلے نے کہا کہ گرو جی اب جو ہوا، اسے تو رہنے دو، مگر اب تو میری جان بچانے کا کوئی راستہ نکالو۔

جب چیلہ کو پھانسی کے پھندے کے پاس پہنچایا گیا تو وہاں پیچھے پیچھے گرو صاحب بھی پہنچ گئے اور جج صاحب سے کہا کہ مہربانی کر کے مجھے پھانسی پر چڑھا دو۔ جج نے کہا کہ وہ کس لئے؟

گرو نے کہا کہ میں نے غور کر کے دیکھا ہے، یہ وقت بہت مبارک وقت ہے جو انسان بھی اس وقت پھانسی پر چڑھے گا وہ سیدھا سورگ میں جائے گا (سورگ کافر اپنی جنت کو کہتے ہیں)

جج نے یہ سُن کر کہا کہ میں جج ہوں اور میں نے فیصلہ کیا ہے، اس لئے اس مبارک وقت میں پھانسی پر چڑھ کر سورگ میں جانے کا سب سے زیادہ حق میرا ہے...... اور اس طرح وہ جج خود ہی پھانسی پر چڑھ گیا...... اب چیلہ کو سمجھ میں آیا کہ واقعی یہ ناانصافی کا شہر ہے اور یہاں رہنا ٹھیک نہیں اس لئے وہ جلدی سے اپنے گرو کے ساتھ وہاں سے بھاگا اور اپنے شہر میں آ کر دم لیا۔

پیارے بچو! تم نے ناانصافی کے شہر والوں کا قصہ سُن لیا کہ کتنے بے وقوف لوگ تھے کہ چور کو سزا دینے کے بجائے بے قصور لوگوں کو سزا دے رہے تھے، اور جج صاحب خود ہی چور کے بدلہ میں پھانسی پر چڑھ گئے۔

واقعی ہی سچ تو یہ ہے کہ گدھے اور اور گھوڑے برابر نہیں ہو سکتے، دن اور رات برابر نہیں ہو سکتے، عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے، چھوٹے اور بڑے برابر نہیں ہو سکتے۔

ہر چیز کو اس کے درجہ پر رکھنا ضروری ہے، اور ساری چیزوں کو ایک درجہ دینا، یا سب کو ایک لکڑی کی ہانکنا بے وقوفی کی بات ہے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جس شہر میں گرو اور چیلہ پہنچے تھے، اس شہر کا نام کیا تھا؟

(۲)...... چور کے دوست نے جج صاحب سے کس چیز کے فیصلے کا مطالبہ کیا تھا؟

(۳)...... چور کے بدلہ میں پھانسی پر بلآخر کون چڑھا تھا؟



ڈھونگی بزرگ

پیارے بچو! بعض لوگ پیسے اور مال کے لالچ میں اپنے آپ کو اوپر سے بہت بڑا بزرگ اور اللہ والا، نیک آدمی ظاہر کرتے ہیں اور وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے طرح طرح کی جھوٹی باتیں بناتے ہیں، جس کی وجہ سے کم علم رکھنے والے اور جاہل لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور وہ ایسے دھوکے بازلوگوں کو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں۔

اوران کو بزرگ سمجھ کران کی خوب خدمت کرتے ہیں۔

مگر سمجھدار لوگ اندر کی بات کو سمجھتے ہیں اور وہ ایسے دھوکہ باز بزرگوں کے دھوکہ میں نہیں آتے۔

اسی طرح کے ایک دھوکہ باز اور ڈھونگی بزرگ کا تمہیں واقعہ سناتے ہیں۔

ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا تھا، اور لوگوں سے کہتا تھا کہ ہم تو خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں، لوگ جب معلوم کرتے کہ تم وہاں اتنی دور ہر نماز میں کیسے پہنچ جاتے ہو تو وہ کہتا کہ بس ہم بزرگ ہیں اور ہم ہوا میں اڑ کر ذرا سی دیر میں خانہ کعبہ پہنچ کر اور نماز پڑھ کر آ جاتے ہیں۔

جاہل لوگ اسے ان باتوں کی وجہ سے بہت بڑا بزرگ سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کے کسی ماننے والے مرید نے ان کی اپنے گھر میں کھانے کی دعوت کی، اور کہا کہ ہم آج آپ کو بڑے زبردست دال چاول اور شکر اور گھی والا شکرانہ کھلائیں گے۔

مگر اس آدمی کی بیوی ان کو بزرگ نہیں مانتی تھی، اور وہ کہتی تھی کہ یہ آدمی نماز تو پڑھتا نہیں، تو یہ بزرگ کیسے ہو سکتا ہے؟

جب یہ دھوکہ باز بزرگ اس آدمی کے گھر کھانا کھانے کے لئے پہنچ گئے تو کمرے میں بیٹھ کر کھانا آنے سے پہلے اس طرح کی آوازیں نکالنے لگیں کہ:

''چلو یہاں سے باہر چلو، چلو چلو''

اور کمرے میں اس وقت ان کے پاس کوئی بھی آدمی نہیں تھا، جب گھر کے مالک نے یہ آواز سنی تو اس نے ان بزرگ سے معلوم کیا کہ تم یہاں خالی کمرے میں کس سے باتیں کر رہے تھے، جبکہ

یہاں تو آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا؟

ان ڈھونگی بزرگ نے جواب دیا کہ میں باتیں تو کسی سے نہیں کرر ہا تھا، میں تو ایک کتے کو بھگار ہا تھا جو خانہ کعبہ میں گھسنے لگ رہا تھا؟

یہ آدمی تو ان کو پہلے سے ہی بزرگ مانتا تھا، یہ بات سُن کر اور زیادہ ان کو بزرگ سمجھنے لگا، اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ دیکھا میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں، کہ یہاں بیٹھ کر بھی اتنی دور خانہ کعبہ کی خبر رکھتے ہیں مگر تم ان کو بزرگ نہیں مانتی، اب تو تمہیں ان کو بزرگ مان لینا چاہئے۔

اس آدمی کی بیوی نے کہا کہ اس میں بزرگ ماننے والی کونسی بات ہے؟

تمہیں کیا پتہ کہ یہ بزرگ سچ بول رہے ہیں، یا جھوٹ موٹ میں تمہیں دھوکہ دینے کے لئے اور تم سے اپنی بزرگیت منوانے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔

اور جو نماز کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ خانہ کعبہ میں جا کر پڑھتے ہیں، یہ بھی سب جھوٹ ہے، اور نماز نہ پڑھنے کا بہانہ ہے اور نماز چھوڑنے والا آدمی کبھی بزرگ نہیں ہوسکتا، بلکہ ایسا آدمی جھوٹا بزرگ ہوتا ہے۔

مگر وہ آدمی اپنی بیوی سے یہی کہتا جار ہا تھا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔

اس آدمی کی بیوی سمجھدار تھی اس نے اپنے میاں سے کہا کہ دیکھو میں ابھی ایک کام کرتی ہوں، اس سے ان کے سچے یا جھوٹے بزرگ ہونے کا پتہ چل جائے گا اور اگر دھوکہ باز اور ڈھونگی بزرگ ہوئے تو پھر تم بھی آج کے بعد ان کو بزرگ ماننا چھوڑ دینا۔

اس آدمی نے کہا کہ ٹھیک ہے، اگر ان کا جھوٹا اور دھوکہ باز بزرگ ہونا ثابت ہوگیا تو میں ان کو یہاں اپنے گھر سے ڈنڈے مار کر اور دھکے دے کر باہر نکال دوں گا۔

عورت نے ان کے بزرگ ہونے کا پتہ چلانے کا ایک طریقہ اپنے شوہر کو بتلایا، اس کے شوہر نے بھی اس طریقہ کو پسند کیا۔

عورت نے ان بزرگ کے لئے سادہ چاول پکا رکھے تھے، اور ان کو یا تو دال وغیرہ ڈال کر کھایا جا

سکتا تھا، یا پھر اس زمانے میں ان چاولوں کو کھانے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ چاولوں کے اوپر شکر ڈال دی جاتی تھی اور اس کے اوپر اصلی گھی ڈالا جاتا تھا، اور اس کو شکرانہ کہا جاتا تھا۔

اور اس آدمی نے ان بزرگ کو پہلے ہی بتلا دیا تھا کہ آپ کی دال چاول اور شکرانہ کی دعوت ہے۔

اس عورت نے سادہ چاولوں کے اوپر شکر جمائی اور اوپر سے اصلی گھی ڈالا۔ اور شکرانہ تیار ہو گیا، پھر اس کو ایک دوسری پلیٹ میں پلٹ دیا۔

اب شکر اور گھی تو پلیٹ کے نیچے والی طرف ہو گیا اور اوپر کی طرف سادہ چاول نظر آنے لگے، اور اوپر سے نیچے والے حصہ کی شکر اور گھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

اور دوسری پلیٹ میں بھی اس طرح کیا کہ نیچے پلیٹ میں پہلے دال ڈال دی اور پھر اوپر سے سادہ چاول ڈال دیئے۔

اس پلیٹ میں بھی اوپر سے سادہ چاول نظر آ رہے تھے اور پلیٹ کے نیچے والے حصہ میں دال تھی، جو نظر نہیں آ رہی تھی۔

اور یہ دونوں پلیٹیں ان ڈھونگی بزرگ کے پاس دستر خوان لگا کر پہنچا دیں، اور پانی وغیرہ بھی سب کچھ پہنچا دیا۔ اور ان بزرگ کو کھانا شروع کرنے کے لئے کہا۔

مگر یہ بزرگ بیٹھے دال کا اور شکر اور گھی کا انتظار کرتے رہے۔

جب بہت دیر ہو گئی تو اس آدمی نے کہا کہ بزرگو کھانا شروع کرو، آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟

ان ڈھونگی بزرگ نے غصہ میں آ کر کہا کہ سادہ اور خشک چاول کیسے کھاؤں، نہ دال ہے، نہ شکر اور نہ گھی ہے، اور آپ نے ایسے ہی جھوٹ میں دال چاول اور شکرانہ کا وعدہ کر کے مجھے اپنے گھر بلا لیا، اور یہاں سامنے دال، چاول اور شکرانہ کے بغیر سادہ چاول لا کر رکھ دیئے۔

یہ سُن کر اس آدمی اور اس کی بیوی دونوں نے کہا کہ ڈھونگی بزرگ تمہیں اتنی دور کے خانہ کعبہ میں آنے والا کتا تو نظر آ جاتا ہے اور ایک منٹ میں خانہ کعبہ پہنچ کر واپس آ جاتے ہو، مگر تمہیں اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹ کے اندر چاولوں کے نیچے کی دال، اور شکر گھی نظر نہیں آتا۔

جس سے آج ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ سب باتیں تم نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بنا رکھی ہیں،

ورنہ تم کوئی بزرگ ڈ زرگ نہیں ہو۔

اور اسی کے ساتھ میاں بیوی دونوں نے ان ڈھونگی بزرگ کو ڈنڈے مار کر اور دھکے دے کر اپنے گھر سے باہر بھگا دیا، اور سب لوگوں کو ان کے ڈھونگ کی ساری حقیقت بتلا دی،

اور اس طرح ایک سمجھدار عورت نے اپنے میاں اور سب لوگوں کو ڈھونگی بزرگ کے ڈھونگ سے بچا لیا۔

پیارے بچو! تمہیں بھی چاہئے کہ اس طرح کے ڈھونگی اور دھوکہ باز بزرگوں سے بچ کر رہو۔

اور یہ بات یاد رکھو کہ صحیح بزرگ وہی ہوتا ہے جو سارے کام اسلام کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کرتا ہے۔

اور جس کے کام اسلام کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق نہ ہوں وہ جھوٹا بزرگ ہوتا ہے، اور اس کی دھوکہ بازی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... یہ بزرگ سچے بزرگ تھے، یا جھوٹے بزرگ تھے؟

(۲)...... نماز نہ پڑھنے والا آدمی بزرگ ہو سکتا ہے؟

(۳)...... ان بزرگ کا جھوٹا اور دھوکے باز ہونا کس کی وجہ سے پتہ چلا؟





سائیکل کا شوق



پیارے بچو! تمہیں سائیکل لینے اور چلانے کا شوق ہوگا، کیونکہ اکثر بچوں کو بلکہ تقریباً ہر بچہ کو سائیکل کا شوق ہوتا ہے۔

بچو! سائیکل چلانے سے جسم کی ورزش ہوتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ سائیکل کا شوق بچوں کے لئے خطرناک بھی ہوتا ہے۔

بہت سے بچوں کا سائیکل چلاتے وقت ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے، اور وہ فوت ہوجاتے ہیں، یا زخمی ہوجاتے ہیں۔

بعض بچے سائیکل چلاتے چلاتے گھر سے دور نکل کر گم ہوجاتے ہیں،

یا پھر ان کو کوئی پکڑ لیتا ہے یا سائیکل چھین لیتا ہے اور بچوں کو مار کر کسی نالے وغیرہ میں پھینک دیتا ہے۔

اس لئے اگر کسی بچہ کو سائیکل کا شوق ہو تو اسے اپنا شوق پورا کرنے کے لئے بہت احتیاط کرنی ہوگی، باہر سڑک پر اور ایسی جگہوں میں سائیکل چلانے سے بچنا ہوگا جہاں تیز گاڑیاں چلتی ہوں اور کسی حادثہ کا خطرہ ہو، اور سائیکل چلاتے وقت دائیں بائیں طرف اچھی طرح توجہ رکھنی ہوگی، اور بہت سنبھل کر سائیکل چلانی ہوگی۔

اسی طرح اس چیز کا بھی خیال کرنا ہوگا کہ سائیکل لے کر گھر سے دور نہ جائے اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہوگا کہ پڑھائی یا دوسرے کام کے وقت سائیکل نہ چلائے۔

آؤ تمہیں ایک ایسا ہی واقعہ سناتے ہیں۔

تھوڑے دنوں پہلے کی بات ہے کہ جاوید نام کا ایک لڑکا تھا۔

جاوید کے ابو کچھ مالدار تھے، انہوں نے جاوید کو بہت تھوڑی عمر میں سائیکل خرید کر دیدی۔

جاوید تو پہلے سے ہی کچھ شرارتی لڑکا تھا سائیکل ملنے کے بعد تو اس کی عادتیں اور زیادہ خراب ہونی شروع ہوگئیں۔

اب وہ صبح سویرے اٹھ جاتا اور ناشتہ کرنے سے پہلے ہی سائیکل لے کر گھر سے باہر نکل جاتا اور سائیکل چلاتے چلاتے بہت دور دور تک پہنچ جاتا۔

جاوید کئی مرتبہ سائیکل سے گر بھی چکا تھا اور اس کو چوٹ اور زخم بھی آچکے تھے۔

مگر اس کو سائیکل کا شوق بھوت کی طرح سوار تھا، سائیکل کے شوق میں اس نے پڑھائی سے بھی توجہ ہٹالی تھی اور جب چاہتا پڑھائی سے چھٹی کر دیتا، اور اسی وجہ سے وہ اپنی کلاس میں دوسرے ساتھیوں سے بہت پیچھے رہ گیا تھا، اور امتحانوں میں فیل بھی ہونے لگا تھا۔

جاوید اپنے ساتھ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی سائیکل پر بٹھا کر کبھی کبھی گھمانے پھرانے لے جاتا تھا۔

اور اس طرح جاوید کے ساتھ سائیکل پر گھومنے پھرنے کے شوق میں اس کے کئی دوست بھی پڑھائی سے جان چرانے لگے تھے۔

ایک دوست جس کا نام جمشید تھا، اس کو بھی جاوید کو دیکھ کر سائیکل کا شوق ہو گیا اور اس نے بھی اپنے ابو سے ضد کر کے سائیکل خرید لی، اور اب وہ بھی خوب گھومنے پھرنے لگا۔

جاوید اور جمشید دونوں سائیکل لے کر گھر سے بہت دور دور تک چلے جاتے تھے۔

ان دونوں کا ایک اور بھی دوست تھا، جس کا نام عمر تھا، اس کو بھی جاوید اور جمشید کو دیکھ کر سائیکل کا شوق ہو گیا۔ اور اس نے بھی اپنے ابو سے سائیکل لینے کی ضد کی۔

اس کے ابو نے کہا کہ بیٹا سائیکل کے شوق سے بچے خراب ہو جاتے ہیں اور وہ پڑھائی سے بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں اور بے خیالی میں سائیکل بہت تیز چلاتے ہیں، اور وہ سائیکل پر گھر سے بہت دور دور تک چلے جاتے ہیں، اور یہ سب کام شیطان کراتا ہے تاکہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو جائے، اور وہ فوت ہو جائے یا زخمی ہو جائے یا لوگ پکڑ کر لے جائیں، اس لئے میں تمہیں سائیکل نہیں دلواؤں گا۔

لیکن عمر اپنے ابو سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ شیطان کے کہنے پر ایسا کوئی کام نہیں کرے گا اور وہ پڑھائی کے وقت پڑھائی کرے گا اور جب وقت ملے گا تو سائیکل چلائے گا اور سائیکل بھی اپنے گھر کے قریب چلائے گا اور دور نہیں جائے گا، اور سائیکل بھی تیز نہیں چلائے گا، اور دائیں بائیں دیکھ کر اور

خیال کر کے چلائے گا۔

عمر کے ابو اس وعدہ پر اس کو سائیکل دلوا دیتے ہیں۔

اب جاوید اور جمشید دونوں مل کر عمر کو کہتے ہیں کہ تم بھی ہمارے ساتھ سائیکل لے کر دور دور تک جایا کرو اور دیر تک سائیکل چلایا کرو، کیونکہ اس میں بہت مزہ آتا ہے۔

مگر عمر اپنے ان دوستوں کی بات نہیں مانتا اور اپنے ابو کی بات ہی مانتا ہے اور ان دونوں کو بھی اپنے ابو کی بتلائی ہوئی باتیں بتلاتا ہے، مگر جاوید اور جمشید اس پر مذاق بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے ابو کو کیا پتہ؟ وہ تو ویسے ہی بے وقوفوں والی باتیں کرتے ہیں۔

مگر عمر کو جاوید اور جمشید کا اپنے ابو کا مذاق بنانا اچھا نہیں لگتا، اور وہ اپنے ابو کو ہی اچھا اور عقل مند سمجھتا ہے، اور اپنے دوستوں کی باتوں میں نہیں آتا۔

ایک دن جاوید اور جمشید سائیکل لے کر بہت دور نکل جاتے ہیں جہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ملتے ہیں اور وہ دونوں کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں، جمشید تو بھاگ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اور کسی طرح اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔

مگر جاوید کو وہ لوگ پکڑ لیتے ہیں اس کی سائیکل سمیت اسے پکڑ کر اسے کوئی چیز سونگھا کر بے ہوش کر دیتے ہیں اور اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

جاوید کے سب گھر والے پریشان ہوتے ہیں اور جمشید سے جاوید کے بارے میں پوچھتے ہیں تو جمشید سارا واقعہ بتلا دیتا ہے۔

جاوید کے گھر والے پولیس کو لے کر اس جگہ پہنچتے ہیں تو جو جگہ جمشید نے ان کو بتلائی ہوتی ہے، وہاں تلاش کرتے کرتے ایک نالہ سے جاوید کی لاش مل جاتی ہے، جس کی آنکھیں بھی نکالی ہوئی ہوتی ہیں اور پیٹ بھی چیر کر گردہ اور دل وغیرہ سب چیزیں نکالی ہوئی ہوتی ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر جاوید کے ابو اور دوسرے گھر والے تو رو رو کر برا حال کر لیتے ہیں، اور اس کے ابو کو اب اپنی غلطی یاد آتی ہے کہ جاوید کو سائیکل نہیں دلانی چاہئے تھی، اور اگر سائیکل دلا دی تھی، تو اسے دور جانے سے روکنا چاہئے تھا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟

جاوید کی لاش کو اس کے گھر والے ڈاکٹروں کے پاس لے جاتے ہیں تو ڈاکٹر بتلاتے ہیں کہ اس کو ذبح کر کے اس کے اندر سے سب چیزیں نکال کر اغوا کرنے والوں نے بیچ دی ہوں گی۔

خیر جاوید کے گھر والے اس کے جنازہ کی نماز پڑھ کر اس کو قبر میں دفن کر آتے ہیں۔

مگر یہ واقعہ ہونے کے بعد بھی جمشید کی آنکھیں نہیں کھلیں، وہ روزانہ سائیکل چلاتا پھرتا تھا، اسکول میں بھی کئی دفعہ فیل ہو چکا تھا۔

ایک مرتبہ جمشید باہر روڈ پر سائیکل چلا رہا تھا کہ ادھر سے تیزی میں ایک کار آئی اور جمشید کے اوپر چڑھ گئی، جس سے جمشید کی ٹانگیں بالکل بے کار ہو گئیں، جمشید کا بہت علاج کرایا گیا مگر کامیاب نہ ہوا اور وہ ٹانگوں سے چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہو سکا۔

ادھر عمر اپنے ابو کے ساتھ کیے گئے وعدہ پر چلتا رہا اور امتحان میں بھی کامیاب ہوتا رہا۔

جب جمشید ہسپتال سے اپنے گھر آ گیا تو عمر اس سے ملنے کے لئے اس کے گھر گیا۔

اور جمشید کی حالت دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا۔

جمشید نے عمر سے کہا کہ تم نے اپنے ابو کی بات مانی اس لئے تم صحیح سلامت رہے اور امتحان میں بھی کامیاب ہوئے اور میں نے اور جاوید نے تمہارے ابو کی بات نہیں مانی، بلکہ ان کی بات کا مذاق بھی بنایا، جس کی وجہ سے جاوید اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور میں بھی معذور ہو گیا۔

کاش کہ ہم دونوں تمہارے ابو کی بات مان لیتے تو ہمارے ساتھ یہ حادثے نہ ہوتے۔

واقعی تم سچ میں اچھے بچے ہو۔

عمر نے کہا کہ تم سائیکل چلاتے چلاتے اتنی دور کیوں چلے جاتے تھے، اور اتنی تیز سائیکل کیوں چلاتے تھے؟

جمشید نے کہا کہ ہم جب سائیکل چلاتے تھے تو شیطان ہمیں تیز سائیکل چلانے اور دور لے جانے پر ابھارتا تھا، اور ہمارے دل میں یہ تقاضا پیدا کرتا تھا کہ سائیکل بہت تیز چلاؤ تو لوگ تمہیں دیکھ کر بہت طاقت ور آدمی سمجھے گے، اور بہت دور چلے جاؤ تو بہت مزہ آئے گا۔

مگر اب مجھے پتہ چل گیا کہ شیطان ایسی باتیں اس لئے دل میں ڈالتا ہے، تاکہ انسان کو نقصان

پہنچائے۔

یہ باتیں سُن کر عمر کو اپنے ابو سے اور زیادہ محبت ہوگئی اور اس نے ہر کام میں اپنے ابو کی بات ماننا شروع کی اور وہ بڑا ہو کر بہت مشہور انسان ہوا۔ اور اس کا بڑا نام ہوا۔

مگر جاوید اور جمشید کو کوئی جانتا تک بھی نہ تھا۔

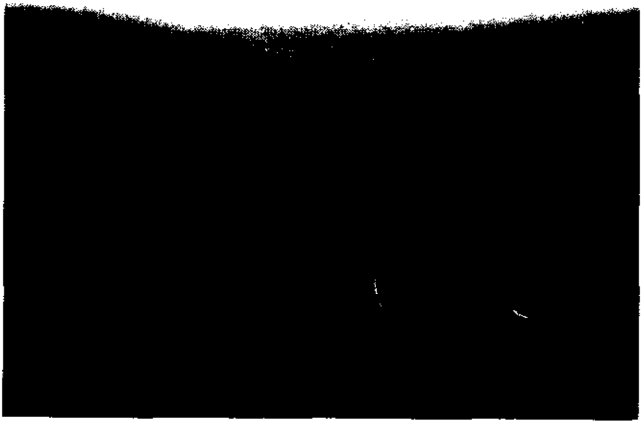
پیارے بچو! تمہیں اس واقعہ سے سائیکل کے نقصانات کا پتہ چل گیا ہوگا، اس لئے اگر تم اچھے بچے بننا چاہتے ہو تو عمر کی طرح کے بچے بننا، جاوید اور جمشید کی طرح کے بچے مت بننا۔

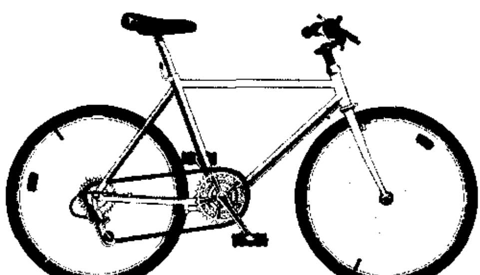
ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)......جاوید کی موت کس طرح واقع ہوئی؟

(۲)......جمشید کے ساتھ کیا ہوا؟

(۳)......عمر بڑا ہو کر کیسا انسان بنا؟





ایک چور اور جھات والا جن

پیارے بچو! کسی زمانے میں ایک گاؤں کے قریب ایک بہت بڑا اور پرانا درخت تھا۔
بارش اور سردی کے موسم میں مسافر لوگ آتے جاتے ہوئے اس درخت کے نیچے بارش اور سردی سے بچنے کے لئے ٹھہر جایا کرتے تھے، مگر اس درخت میں ایک سوراخ تھا، جس میں کوئی جن رہتا تھا اور وہ لوگوں کو اس طرح ڈرایا کرتا تھا کہ جب کوئی آدمی اس درخت کے نیچے بیٹھا یا لیٹا یا کھڑا ہوا ہوتا تو وہ چپ چاپ اپنا منہ اس درخت کے سوراخ سے باہر نکال کر یہ کہتا کہ:

''جھات''

اور فوراً ہی اپنا منہ اندر کر لیتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اسی طرح دوبارہ کیا کرتا تھا، مسافر بیچارے ڈر کر بھاگ جایا کرتے تھے۔
اور اس جن کا نام لوگوں نے ''جھات'' رکھ دیا تھا، کیونکہ وہ ''جھات'' ہی کی آواز نکال کر لوگوں کو ڈرایا کرتا تھا۔
اب لوگ اس درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے بھی ڈرنے لگے تھے، مگر وہ درخت تو راستہ میں تھا، اس لئے لوگوں کو وہاں سے گزرنا بھی ضروری تھا۔
سارے لوگ اس جھات سے پریشان تھے، اور سب لوگوں میں دور دور تک اس جھات کے بارے میں شہرت ہوگئی تھی، لیکن کسی آدمی کو بھی اس جھات کو مارنے یا بھگانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔
ایک مرتبہ کہیں دور والے علاقہ سے جھات کے قریب کسی علاقہ میں ایک چور نے آکر ایک گھر میں رات کو گھس کر ایک بیل چوری کر لیا۔
اور اس کو رسی سے پکڑ کر رات کے وقت چلنا شروع کیا۔
مگر راستہ میں بارش شروع ہوگئی، اس چور نے بارش سے بچنے کے لئے جگہ تلاش کی تو اسے یہی جھات والا درخت نظر آیا۔
مگر اسے جھات کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا، کیونکہ یہ چور تو کسی دوسری جگہ سے چوری کرنے

کے لیے آیا تھا۔

یہ چور، بارش سے بچنے کے لیے اس درخت کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا۔

اس چور نے بیل کی رسی بھی اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جہات نے اپنی پرانی عادت کے مطابق درخت کے سوراخ سے اپنا منہ باہر نکالا اور ''جہات'' کہا اور فوراً منہ اندر کر لیا۔

چور آخر انسان تھا اسے ڈر لگا، لیکن اتنا زیادہ ڈر نہیں لگا جتنا کہ عام طور پر دوسرے لوگوں کو ڈر لگا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ رات کو چوری کرنے کا عادی تھا، اس لئے اس قسم کی چیزوں سے وہ کم ہی ڈرتا تھا۔

اب یہ چور غور سے درخت کے اس سوراخ کی طرف دیکھنے لگا، تاکہ پتہ چلے کہ یہ کیا چیز ہے؟

چاند کی تھوڑی تھوڑی روشنی ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر اس جن نے اپنا منہ باہر نکالا اور جہات کہا۔

چور نے اس کے چہرہ کو دیکھ لیا اور سمجھ گیا کہ یہ کمبخت کوئی جن بھوت ہے اور مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہا ہے۔

چور نے اپنے دل میں سوچا کہ اب کی مرتبہ اسے سبق سکھانا چاہئے۔

اس نے بہت آرام سے بیل کی رسی میں اس طرح گرہ لگائی کہ اگر رسی کو دوسری طرف سے کھینچا جائے تو وہ گرہ بند ہو جائے۔

یعنی اس نے رسی کا پھندا بنا لیا۔

اور اس پھندے کو درخت کے سوراخ پر لگا دیا اور دوسری طرف سے رسی پکڑ کر جہات کے منہ نکالنے کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد پھر جہات نے اپنا منہ نکالا اور جہات کہا، چور تو اسی انتظار میں تھا، اس نے فوراً رسی کھینچی اور بیل کو ایک ڈنڈا مارا۔ اور رسی کو چھوڑ دیا۔

بیل ڈنڈا لگتے ہی بہت تیزی سے دوڑنے لگا۔ اور اسے اس راستہ سے آتے جاتے رہنے کی وجہ سے اپنے گھر کا پتہ تھا۔

اس لئے اس بیل نے اپنے گھر کے دروازہ پر جا کر ہی سانس لیا۔

اتنی دیر میں راستہ میں گھسٹتا اور پتھروں اور جھاڑیوں سے ٹکراتا ہوا جھات مر چکا تھا۔

جب یہ بیل اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو صبح ہو چکی تھی۔

چور بھی پیچھے پیچھے تماشا دیکھنے کے لئے پہنچا، دیکھوں کہ یہ جھات کرنے والی کیا بلا تھی؟

بیل کے گھر پہنچتے ہی جب مالک نے بیل کے ساتھ جھات کو دیکھا تو محلہ والوں کو جھات کی خبر دی۔

محلہ والے جھات کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے اور پورے گاؤں میں جھات کے مرنے کی خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔

گاؤں کے سب لوگوں نے آ کر جھات کو مرا ہوا دیکھا اور جھات کے مرنے پر خوشی کا اظہار کیا۔

اور بیل کے مالک نے یہ اعلان کیا کہ بیل کو چوری کرنے والے بہادر چور کو میں نے معاف کر دیا ہے، اور جھات کو مارنے کے بدلہ میں اس کو بیل دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس لئے بیل کو چوری کرنے والا چور ہمارے سامنے آ جائے، اور اسے ہمارے سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

چور یہ بات سُن کر لوگوں کے سامنے آ گیا، اور ساتھ ہی آئندہ کے لئے لوگوں کے سامنے چوری چھوڑ دینے کا وعدہ کیا اور چوری کے گناہ سے توبہ کی۔

اور اس طرح چور جو بیل کو چوری کرنے کے لئے آیا تھا، بیل کو انعام میں لے کر خوشی خوشی اپنے گھر کو لوٹ گیا۔

پیارے بچو! بہادری ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ایک چور نے سارے گاؤں اور پورے علاقہ والوں کی پریشانی دور کر دی۔

اس لئے تمہیں بھی چاہئے کہ بہادر بن کر رہو اور جن، بھوت سے گھبرا کر اور ڈر کر اپنے آپ کو پریشانی میں نہ ڈالو۔

پیارے بچو! جن بھی اللہ میاں کی مخلوق ہیں، ان کو اللہ میاں نے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اسی وجہ سے جن عام طور سے انسان کو نظر نہیں آتے۔

پیارے بچو! جنات میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے اور گندے بھی ہوتے ہیں، جس طرح سے انسانوں میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں، اور برے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

اور جس طرح کچھ انسان دوسرے انسانوں کو ستاتے ہیں اور تکلیف پہنچاتے ہیں، اسی طرح جناتوں میں کچھ ایسے جن ہوتے ہیں، جو انسانوں کو ستاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں، کبھی کسی کو ڈرا دیتے ہیں اور کبھی کسی دوسری طرح سے تکلیف پہنچاتے ہیں اور یہ انسانوں کو ڈرا کر اور تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔

مگر یاد رکھو کہ جو اچھے اور نیک جن ہوتے ہیں وہ کسی انسان کو تکلیف نہیں پہنچاتے، اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، اور دوسرے نیک کام بھی کرتے ہیں، اور جناتوں میں مسلمان جن بھی ہوتے ہیں، اور کافر جن بھی ہوتے ہیں۔

ان کے مرد بھی ہوتے ہیں، اور عورتیں بھی ہوتی ہیں، مگر اِن میں جو نیک اور اچھے جن ہیں، وہ انسانوں کو نہیں ڈراتے۔

ان میں سب سے زیادہ شریر اور گندہ جن شیطان کہلاتا ہے۔

اس پر اللہ میاں بہت ناراض ہیں، کیونکہ اس نے اللہ میاں کی کوئی بات نہیں مانی۔

پیارے بچو! تم نے بھوت کا نام بھی بہت دفعہ سنا ہوگا، اور تمہیں بھوت سے ڈر بھی لگتا ہوگا، اور تم نے بھوت کے کئی قصے اور واقعے بھی سنے ہونگے۔

لیکن شاید تم نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ بھوت کوئی الگ چیز نہیں اور اصل چیز جن ہی ہے۔

پیارے بچو! اللہ میاں نے انسان کو جن سے زیادہ عقل اور سمجھ دی ہے، جتنے عقل منداور سمجھدار انسان ہوتے ہیں، اتنے عقل مند اور سمجھدار جنات نہیں ہوتے۔

اور انسان کو اللہ میاں نے اتنی طاقت دی ہے کہ وہ جن کو اپنے قابو میں کر سکتا ہے، اور اس کو مار بھی سکتا ہے۔

اگر انسان کو کبھی جن ڈرائے یا تنگ کرے تو انسان کو ہمت اور حوصلہ سے کام لینا چاہئے، اور ڈر کر نہیں بیٹھنا چاہئے، کیونکہ جب انسان ڈرتا ہے تو جن اس پر حاوی ہو جاتا ہے، اور پھر اس کو اور زیادہ

ڈراتا ہے، اور اگر انسان ہمت اور بہادری سے کام لے تو پھر جن انسان پر حاوی نہیں ہوتا۔

تم نے جھات والے جن کا واقعہ سن لیا اور تمہیں پتہ چل گیا کہ ایک چور نے جھات والے جن کو مارنے کا کارنامہ کر دکھایا۔

اور جو لوگ اس سے ڈرتے رہے، ان کو یہ جن ڈراتا رہا، اگر یہ چور بھی دوسروں کی طرح ڈر کر بیٹھ جاتا یا بھاگ جاتا تو پھر اس جن کو کون مارتا۔

پیارے بچو! جن کی شرارت سے بچنے کے لئے قرآن مجید بہت بڑی طاقت ہے، اگر قرآن مجید کو پڑھا جائے تو اس سے جن بھاگ جاتا ہے، اور قرآن مجید کی کچھ سورتیں تو ایسی ہیں کہ جو جن کی شرارت سے بچنے کے لئے بہت اثر رکھتی ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید کے تیسویں سپارے کی سورہ ''فلق'' اور سورہ ''ناس'' اگر ان سورتوں کو پڑھ لیا جائے تو جنات کے لئے پھر انسان کو تکلیف پہنچانا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لیے اگر کبھی تمہیں جن کا ڈر ہو تو قرآن مجید کی جو سورت تمہیں یاد ہے، اس کو پڑھنا شروع کر دیا کرو۔

اس کی وجہ سے تمہیں جن کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

پیارے بچو! مجھے امید ہے کہ تم ہمیشہ ایک بہادر انسان بن کر رہو گے، اور جن، بھوت سے نہیں ڈرو گے، اور اگر کبھی جن سے ڈر لگے گا تو قرآن مجید پڑھ لیا کرو گے۔

ان سوالوں کے جواب پر غور کیجیے!

(۱)...... جھات لوگوں کو کس طرح ڈرایا کرتا تھا؟

(۲)...... چور نے جھات کا کس طرح کام تمام کیا؟

(۳)...... جھات مارنے والے کو کیا انعام ملا؟

(۴)...... اگر کبھی جن سے ڈر لگے، تو اس وقت کیا کرنا چاہیے؟

پیارے بچو!

اب ہم تم سے اجازت چاہتے ہیں

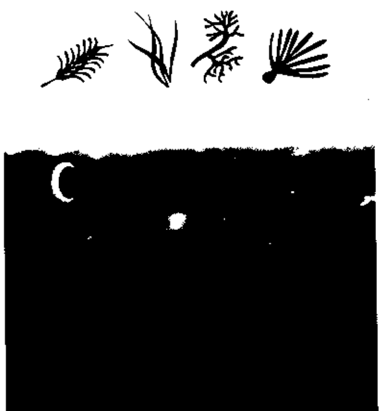
اور آخر میں تم سے یہ بات کہتے ہیں کہ تم نے اس کتاب میں جو باتیں پڑھی ہیں، تم ان پر عمل کرو، اور اس کتاب کو بار بار پڑھو، اور دوسرے بچوں کو بھی یہ کتاب پڑھنے کے لئے دو، اور دوسرے بچوں کو بھی اس کتاب کی باتیں پڑھ کر سناؤ، تاکہ تم بھی اچھے اور پیارے بچے بن جاؤ، اور تمہاری طرح دوسرے بچے بھی اچھے اور پیارے بچے بن جائیں۔

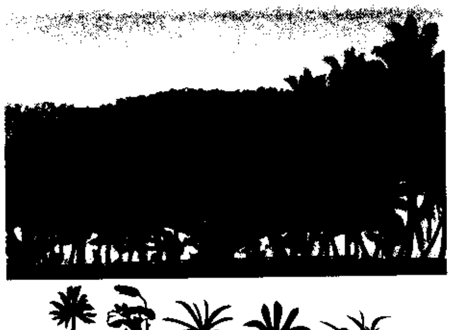
اور پھر تم سب بڑے ہو کر اچھے انسان بنو، اور اچھے اچھے کام کر کے دنیا میں اور آخرت میں کامیابی حاصل کرو۔

فقط، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد رضوان مؤرخہ ۲۷/ ربیع الاول/ ۱۴۳۰ھ بمطابق 25/ مارچ/ 2009، بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی





باسمہ تعالیٰ

بسلسلہ: آداب المعاشرت

کھانے پینے کے آداب

کھانے پینے اور دعوتِ طعام کی اسلامی تعلیمات و ہدایات اور سنن و آداب؛ کھانے پینے کے شرعی و طبی قواعد و ضوابط اور فوائد و منافع مفاسد و مضرات؛ اور علمی و تحقیقی پہلوؤں پر مدلل بحث

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی